تجلیاتِ قدسیہ
ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد دوم
www.besturdubooks.net
ترجمہ مع تشریح
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

تجلّیاتِ قدسیّہ

ترجمہ

جامع الاحادیث القدسیۃ

جلد دوم

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی

خلیفۂ مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب	:	تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد دوم	:	حدیث نمبر ۲۰۴ تا ۳۴۷
ترجمہ مع تشریح	:	حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
ناشر	:	ابراہیم لائبریری، مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار
باہتمام	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)
تعدادِ اشاعت		۱۰۰۰
صفحات	:	۲۸۸ (جلد دوم)
قیمت	:	
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق	:	یسریٰ گرافکس، پونے۔9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بردبئی۔ 0097143550426, 00971507157431
- مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد، وصی آباد
- ابراہیم لائبریری مادھوپور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995
  ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل: 09370187569
  301، زمزم ٹاور، نزد ڈی ایڈ کالج، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ۔ ۴۸

عرضِ ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت و احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ ربّ العزّت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپؐ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں 'تجلیاتِ قدسیہ' کی چھ جلدوں میں سے یہ دوسری جلد ان ہی مبارک و مسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلدِ دوم میں حدیث ۲۰۴ تا ۳۴۷ مع ترجمہ وتشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' تین ضخیم جلدوں میں دار الریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیثِ قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالمِ کبیر اور احادیثِ قدسیہ پر دقتِ نظر کے حامل علامہ ابو عبد الرحمٰن عصام الدین صبابطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیثِ قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں تھیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنھیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صبابطی کے اس الجامع پر پڑی اور انھوں نے 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الٰہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھوپور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہوکر مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے 'الاتحافات السنیّۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۴/ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' جو ترجمہ و تشریح ہے **'الاحادیث القدسیة'** کا جو **لجنة المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة مصر** کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اِنشاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

’تجلیاتِ قدسیہ‘ کی کتابت، پروف ریڈنگ اور اس کو ظاہری و معنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندۂ ناچیز کے زیرِ اہتمام ہوا۔ اگر چہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔ کتاب معیاری کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔ طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں ’وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا‘ کی چار جلدیں، ’احکام و مسائل‘، ’علاماتِ ایمان‘ اور ’قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے‘ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور اس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحیت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ وما توفیقی اِلا باللہ!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرتِ شارح حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدین بالخصوص مولوی سیّد آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی

خادمِ قرآن وسنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷/ اگست ۲۰۱۵ء

۳۰۱/ زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

فہرست

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ وَ اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

رَبِّ اشْـرَحْ لِي صَدْرِيْ ، وَ یَسِّرْ لِي اَمْرِيْ ، وَ احْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِي، یَفْقَھُوا قَوْلِي. یَا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً. سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْآفَاتِ، وَ تَقْضِيْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ، وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ، وَ تَرْفَعُ لَنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلٰی الدَّرَجَاتِ، وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِي الْحَیَاۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، رب تبارک وتعالیٰ قادر مطلق علی الاطلاق جو چاہتا ہے بلاریب اپنی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی غلبہ عطا کرتا ہے، وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق وامر کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا و آخر میں بھی اسی کی حمد ہے۔ وَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاَوَّلٰی وَ الآخِرَۃ۔ اسی کے چاہنے سے بندہ کا

عملی قدم اُٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے، وَ مَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَـاءَ اللّٰـهُ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں، سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے، کر کیا سکتا ہے۔ کرنا کرانا تو بہت دور ہے، سوچ اور تصوّر بھی خیر و بھلائی کا نہیں کرسکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل وکرم سے رشد و ہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔ آخر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد حضرت انس ؓ کو اَللّٰهُـمَّ اَلْهِـمْـنِی رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِی پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین و صادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ وہ فَعَّـالٌ لِّـمَا یُرِیْدُ ہے۔ بلقیس کو کفر و شرک سے نکالنے کے لیے ہدہد کو ذریعہ بناتا ہے۔ گمراہی و ضلالت سے نکال کر دارِ رحمت و مغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔ سلیمان بن داوٗدؑ تَفَقُّدْ کرتے ہیں ہدہد پرندہ کا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلقیس کی ہدات کا۔ سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔ پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت، جس کو نہ رنگ وڈھنگ، نہ سلیقہ وطریقہ، نہ علم وحلم، نہ ذوق وشوق، نہ فہم وفراست، نہ زبان وقلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال وتصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہو سکے گی۔ جس کی کچھ تفصیل **حق جل مجدہ کی باتیں** میں آ گئی ہیں۔ جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرونِ ہند علماء وفضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء واہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاء ھم اللّٰہ خیراً و الحمد للّٰہ اولاً و آخراً.

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔ بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف وقبولیت سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام

اخلاص سے ہوتو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز و آثم پر اس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا وشرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء وابتہال کے ساتھ توبہ واستغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ وارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند وخوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرتؒ آگے آگے ہیں اور یہ عاجز و آثم حضرتؒ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرتؒ نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ ردوکد کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور تذبذب قرار واطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کر دیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز و آثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہو نہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ بہ لمحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہو جائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے ربّ العزت کی تحمید و تقدیس کا صمیمِ قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گذری ریاء

کے خوف سے کام وعمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اوراللہ کی طرف متوجہ ہوکرعمل شروع کردینا چاہیے۔اس طرح کام شروع کردیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہوگیا۔ازحد انتشار کا حملہ ہوا۔زندگی بجھ سی گئی۔تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آسکتا ہوں۔احباب سوءِ تدبیر کو تقدیر کا نام دے کراس عاجز وآثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اوراس حادثۂ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاءِ رب رہوں۔اوراللہ تعالیٰ کا شکر وحمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کرکے مداوا کردیا اورعلاجِ غم ہوگیا۔دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رذائل و خبائث سے دیدۂ باطن کو پاک و صاف کرکے نور ورشد وہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرمادے،آمین۔خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ یَرْعَانِی اِنْ رَأَی حَسَـنَـةً دَفَـنَهَـا وَ اِنْ رَأَی سَیِّـئَـةً اَذَاعَهَـا ۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔بس حق جل مجدہ ستاری وغفاری کا معاملہ فرمائے،آمین۔یہ کہاں سے درمیان میں بات آگئی۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پرفرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہوگیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کرلیا کرو۔تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ابوالکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھردرا پن ہو،اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب ونقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدّل فرمائے،آمین۔الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ذی علم علماء وراسخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت

مولانا قمرالزماں دامت برکاتہم اورمحبوب العلماء والصُّلَحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقاراحمد نقشبندی اَطَــالَ الـلّٰــهُ بَقَـاءَ هُمَـا کودکھلایا۔دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت وطباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارتِ شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظر ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا یک گونہ بھروسہ ہوجائے گا۔مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرّس دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کردیا۔ موصوف نے نظر ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح وترتیب پر کام کیا ہے اورعربی اعراب و پروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

اعترافِ تقصیراور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں'، کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اوراب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد وارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہوسکی۔کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرصتی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی وعمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اورمحض فضلِ الٰہی ہے۔وَ مَـا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ کے قبیل سے ہے اور جہاں کہیں خامیاں ونقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب وذنوب کا عکس ونقص ہے۔

اس وقت جوتحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ وقدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبابطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے، آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اوّل میں تین سوسینتالیس (۳۴۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۴۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۲۳۱ /احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیات قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ ترجمہ میں آسان وسہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ وتشریح ہے۔ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کرسکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔شاید یہی نجات ومغفرت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہوجائے۔ یا خریدارانِ یوسفؑ میں نام آجائے۔قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز و ناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضمائر وسرائر کا واقف و باخبر ہے۔انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح وقدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیز مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا......الخ

یہ حقیر ربّ العٰلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح وضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کردی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع کرلیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت و ترغیب سے پیدا ہو جائے تو یہ کوئی معیوب و قبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال ونصائح کے مقابلہ میں درجہ و رتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام وعقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماءِ راسخین نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت و درایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعقیدگی یا برائی وخرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت و اطاعت کا جذبہ و شوق جو اُمت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو اُبھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح وشام، رات ودن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت وصدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث وتکرار اور فضول ولایعنی حرکتوں میں مشغول ہو کر کمال ایمان کو کھو چکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط وقوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف الایمان واعمال بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع الصحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام

فرماتے۔ غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کر کے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب وتعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار رہے میں ان سے بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ و تجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری واوباش لوگوں پر قبر وحشر، موت وفکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے رسیلے مسجد میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل وصورت، اشراق و اوابین، چاشت وتہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہو جائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بددینی

حدیث کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دارومدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت ونفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔راہ اعتدال پر رہیں اور شدت ونفرت سے دور رہیں۔الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل وکرم سے جو ہوا وہ ہوا۔عین ممکن ہے کہ اسلوب وتعبیرات، ترجمہ وترجمانی، حسن وخوبی، کمال و جمال، تفہیم و تسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس وطہارت سے دیدۂ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی واخروی تمام راحت وعافیت عطا فرمائے اور سبوح وقدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلائق کے لیے نفع عام وتام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضاء کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز وآثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملاعلی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیث قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط و تعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف و سرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی و مسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان و ایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات و طاعات میں حلاوت و شرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت وطراوٹ، ذوق و مٹھاس ہمارے وہم وگمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار روخطا کار پڑھتا ہے **یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُ . یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلَی یَمِیْنِکَ الْجَنَّۃَ وَ غَیْرَ ذٰلِکَ**۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحرظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدۂ باطن میں نورِ عرفان کی شمع روشن کررہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم و کریم سے قریب سے اقرب ترین کررہا ہے، اس سے پہلے **الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ** کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمدللہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وشرح 'نفحاتِ قدسیہ' کے نام سے زیرِ طبع ہے۔ الحمدللہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ وشرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیث قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضوری، حق آ گاہی کا لطف و سرور، عبد و معبود اور ربِ ودود و شکور، عفو و غفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغامِ عرفان عام ہو جائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّين مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے یَا قَوْمِ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الٰہی اور آثارِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبرئیلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملا علی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اوراس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآنِ مجید و فرقانِ حمید کا نزول صرف جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسا نہیں۔

(۲) قرآنِ مجید لوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید و متعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) قرآنِ مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبرِ آحاد ہے۔

(۵) قرآنِ مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(٦) قرآنِ مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کر دیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اور اس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔
حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین و محدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کر سکا۔ تاہم حسنِ نیت اور نفعِ عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تا کہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعویٔ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ و ترجمانی میں فاش غلطی ہو گئی ہو یا سہو و نسیان سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو تو خلوصِ نیت کے ساتھ مطلع کر دیں۔ انشاء اللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کردے جائے گی۔

آخر میں ربِ سبوح وقدوس سے استغفار وندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز وآثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کرکے اس بندۂ عاجز وآثم کو مرحوم ومغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ وَ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ . سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ صَلَاتِکَ شَیْءٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ.

خاکپائے اولیاءِ نقشبند

العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ

کان اللّٰه لهما و غفر والِدَیه

متوطن مادھوپور، سلطان پور

ضلع سیتامڑھی، بہار

حال مقیم دبئی

المرقوم: یوم الاحد،

قبل صلاة الظهر

فی مصلی الحبتور، دبی

۱۴۳۲/۸/۹ھ

۲۰۱۱/۸/۸ء

كِتَابُ الْحَجِّ

حج کا بیان

بَاب : (فِي مُبَاهَاةِ اللّٰهِ الْمَلَائِكَةِ بِأَهْلِ عَرَفَاتٍ ...)

(٢٠٤) قَالَتْ عَائِشَةُ رضى الله عنها: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"مَا مِنْ يَومٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يَعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ إِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلاءِ؟"

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٢،ص٩٨٢)

اہلِ عرفات اور آزادیٔ جہنم

(۲۰۴) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عرفہ کے دن سے زیادہ حق جل مجدہ اپنے بندوں کو کبھی بھی جہنم سے آزادی نہیں دیتا۔(سب سے زیادہ دوزخ سے آزادی عرفہ کے دن اللہ کی جانب سے بندوں کو ملتی ہے) اور حق جل مجدہ اپنے بندوں کے قریب ہوجاتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کی تعریف فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: یہ اہل عرفات مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

(صحیح مسلم ۹۸۲/۲،ابن ماجہ ۳۰۱۴/۲)

اہلِ عرفات کا پراگندہ حالت میں حاضری پر فخر

(٢٠٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبَاهِي الْمَلَائِكَةَ بِأَهْلِ (عَرَفَاتِ) يَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي شُعْثًا غُبْرًا." [صحيح] (أخرجه أحمد ج ١٥/ ٨٠٣٣)

(۲۰۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ آسمان کے

فرشتوں کے سامنے عرفات والوں پر فخر بیان کرتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: میرے ان تمام بندوں کو دیکھو جو مختلف جگہوں سے پراگندہ حال غبار آلود بالوں کے ساتھ میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔ (مسند احمد ۱۵/۸۰۳۳)

سب سے اچھا دن عرفہ کا دن

(۲۰۶) عَنْ جابرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"مَا مِنْ أَيَّامٍ عِنْدَ اللّٰهِ أَفْضَلَ مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ." قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هُنَّ أَفْضَلُ أَمْ عِدَّتُهُنَّ جِهَادًا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: هُنَّ أَفْضَلُ مِنْ عِدَّتِهِنَّ جِهَادًا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ. يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِی بِأَهْلِ الْأَرْضِ أَهْلَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِی جَاؤُوْا شُعْثًا غُبْرًا حَاجِّيْنَ جَاؤُوْا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ يَرْجُوْنَ رَحْمَتِی وَ لَمْ يَرَوْا عَذَابِی فَلَمْ يُرَ يَوْمٌ أَكْثَرُ عَتِيْقًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ."[ضعيف] (أخرجه ابن حبان فی صحيحه/۱۰۰۶ موارد)

(۲۰۶) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ کے نزدیک ذی الحجہ کے دس دنوں سے افضل کوئی اور دن نہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دس دن یہ افضل ہیں یا آپ ان کو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر شمار کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذی الحجہ کے دس دن ہیں ہی افضل، اس بات سے کہ ان کو جہاد فی سبیل اللہ شمار کیا جائے اور سنو عرفہ کے دن سے زیادہ افضل اور کوئی دن نہیں۔ حق جل مجدہ آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور زمین والوں کی تعریف آسمان والوں کے سامنے بیان کی جاتی ہے (زمین والوں کا مقام آسمان والوں کے سامنے رب تبارک وتعالیٰ بیان کرتا ہے)

حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے ان بندوں کو دیکھو جو بکھرے بالوں اور غبار آلود جسم کے ساتھ آئے ہوئے ہیں (مغفرت اور رحمت کے طلب گار بن کر) حج بیت اللہ کے

لیے، ہر گلی کوچے سے آئے ہوئے ہیں۔
میری رحمت کی امید لے کر حالانکہ میرے عذاب کو دیکھا نہیں۔ سنو عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزادی کبھی نہیں دیکھی گئی (عرفہ کے دن جو جہنم سے آزادی بندوں کو ملتی ہے اس سے زیادہ نارجہنم سے آزادی کا اور کوئی دن نہیں ہے)۔ (صحیح ابن حبان ۱۰۰۶ موارد)

انسانوں کا ذکرِ خیر فرشتوں کے سامنے

(۲۰۷) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ فَيُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ: أُشْهِدُكُم أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَتَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ :أَيْ رَبِّ! فِيْهِمْ فُلَانٌ يَزْهُوْ وَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ . قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ عَتِيْقًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ."

[ضعيف] (أخرجه ابن خزيمة في صحيحه ج ٤/ ٢٨٤٠)

(۲۰۷) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق جل مجدہ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور اپنے بندوں کا ذکر فرشتوں کے سامنے فخر سے کرتے ہیں۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے ان بندوں کو دیکھو جو میرے پاس پراگندہ حال غبار آلود دھوپ کی گرمی میں دور دراز سے آئے ہیں۔ فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کردی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ربّ العزّت ان حجاج میں فلاں شخص بھی ہے جو محض فخر و بڑا بننے کی نیت سے آیا ہے اور فلاں فلاں بھی۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں نے سب کی مغفرت کردی۔
حضور ﷺ فرماتے ہیں: عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزادی کبھی بھی نہیں ملتی (یعنی عرفہ کے دن سب سے زیادہ جہنم سے آزادی بندوں کو حق تعالیٰ عطا فرماتے ہیں)۔ (صحیح ابن خزیمہ ۴/۲۸۴۰)

عرفات کی شام

(۲۰۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبَاهِي مَلَائِكَتَهُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِأَهْلِ عَرَفَةَ فَيَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا." [حسن] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۲۲۴)

(۲۰۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:

عرفات کی شام کو حق تعالیٰ فرشتوں کے سامنے حجاج پر فخر کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندوں کو دیکھو! جو پراگندہ حال غبار آلود آئے ہوئے ہیں۔

(مسند احمد ۲/۲۲۴)

عشرۂ ذی الحجہ کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے برابر اور رات کی عبادت شبِ قدر کے برابر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذی الحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے زیادہ اللہ کو اور کسی دن کی عبادت محبوب نہیں۔ اس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

عشرۂ ذی الحجہ کا عمل صالح جہاد سے افضل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے یہاں ان (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا جہاد بھی ان (ایام کے عمل) کے برابر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں)

جہاد بھی ان (دنوں میں کیے ہوئے عمل) کے برابر نہیں۔مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر جہاد کے لیے نکلے، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لائے (یعنی شہید ہو جائے اور جان و مال دونوں قربان کر دے)۔ (بخاری)

حدیث سے معلوم ہوا کہ ان ایام میں نیک اعمال کی قیمت حق جل مجدہ کے نزدیک جہاد جو اسلام میں تمام اعمال صالحہ میں سر اور چوٹی کا مقام رکھتا ہے، وہ بھی ان ایام کے اعمال صالحہ کے برابر نہیں۔الا یہ کہ مجاہد راہ حق میں جان و مال سے قربان ہو جائے۔

اس لیے ابتدائی دس دنوں میں خوب ہی اہتمام کے ساتھ عبادت واطاعت میں گزارنا چاہیے۔عام معمولات یومیہ میں اضافہ کر دینا چاہیے مثلاً ذکر، تلاوت، نوافل کی کثرت، دعا واستغفار وغیرہ۔

عشرۂ ذی الحجہ میں ذکر اللہ کی کثرت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والا کوئی دن نہیں اور نہ ان دنوں کے عمل سے اور کسی دن کا عمل زیادہ محبوب ہے لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح (سُبُحَانَ اللّٰهِ) تہلیل (لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ) اور تکبیر (اَللّٰهُ أَكْبَر) وتحمید (أَلْحَمْدُلِلّٰهِ) کثرت سے کہا کرو۔ (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کر لیا کرے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کر لے) آپ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا: اس کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

سبحان اللّٰہ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے۔ **الحمد للّٰہ** کا ثواب اُحد سے زیادہ

ہے، لا إله إلا اللّٰه کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے، اللّٰہ اکبر کا ثواب احد سے زیادہ ہے۔
(یہ حدیث مجمع الزوائد میں ہے)

عشرۂ ذی الحجہ کا ذکر اور اس کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوگیا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں۔ تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، وَاللّٰہُ اَکْبَر کا وِرد کثرت سے رکھنا چاہیے اور ان کلمات کا ثواب بھی احد پہاڑ سے زائد ہے جیسا کہ مجمع الزوائد کی روایت سے معلوم ہوا۔ ایک دوسری حدیث جس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہُ سو مرتبہ پڑھا کرو، اس کا ثواب ایسا ہے جیسے تم نے سو عربی غلام آزاد کیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے تم نے سو گھوڑے مع سامان و لگام اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے دے دیئے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے جیسے تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کیے اور قبول ہوگئے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان و زمین کو بھر دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ (مسند احمد)

پانچ مبارک راتیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (ذکر و عبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ وہ پانچ راتیں یہ ہیں: آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، بقرعید کی رات، عیدالفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات۔ (الاصبہانی، احکام ومسائل ۱۴۶)

یوم عرفہ کے روزہ سے اگلے پچھلے ایک سال کے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ پاک سے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرمادیں گے (مسلم)

نویں تاریخ ذی الحجہ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں۔ اس ایک دن کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا اس ایک دن کا روزہ رکھ کر اس کی فضیلت ضرور ہی حاصل کرنی چاہیے۔

یوم عرفہ کو حق جل مجدہ کا قرب خاص

جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں ذی الحجہ کو حق جل مجدہ کا عرفات میں موجود حجاج کرام کے ساتھ خاص قرب، خاص نظر عنایت، خاص نزول رحمت، خاص کر عام مغفرت کا پروانہ، اور افاضۂ تجلیات ربانی ہوتا ہے اور ان تھکے ہارے حالت احرام میں حجاج کو اللہ پاک کی نظر رحمت آغوش رحمت میں لیے ہوئے ہوتی ہے اور ان پر رب ذوالجلال فخر کرتا ہے، کہ ان کو دیکھو کہ پراگندہ حال غبار آلود بالوں کے ساتھ اپنے معبود و مسجود کی بارگاہ میں حاضری دیئے ہوئے ہیں ان کی حاضری مقبول اور یہ سب کے سب مغفور و مرحوم ہیں۔ جس رحمت کے وہ طالب ہیں میں نے ان کو اسی رحمت کے سایہ میں جگہ دیدی، عرفہ کے دن سے زیادہ کسی بھی دن جہنم سے آزادی نہیں ملتی۔ گویا کہ سال بھر میں ایک عرفہ کا دن سب دنوں سے زیادہ مغفرت کا دن ہے۔ جہنم سے آزادی کا دن ہے۔ رحمت کو حاصل کرنے کا دن ہے، میدان عرفات تجلیات ورحمات اور برکات وخیرات کا مرکز ہے۔ اللہ ہمیں اس سے وافر حصہ عطا فرمائے، اور بار بار موقع نصیب فرمائے۔

آمین یا أرحم الراحمین!

حق تعالیٰ قیامت کے دن مظلوم کا حق ظالم کی جانب سے ادا کر کے دونوں کو معاف کر دیں گے

(۲۰۹) لِأَبِي يَعْلِي عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَطَوَّلَ عَلَى أَهْلِ عَرَفَاتٍ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُ: يَا مَلَائِكَتِي انْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي شُعْثًا غُبْرًا أَقْبَلُوْا يَضْرِبُوْنَ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَجَبْتُ دُعَاءَ هُمْ وَ شَفَعْتُ رَغْبَتَهُمْ وَ وَهَبْتُ مُسِيْئَهُمْ لِمُحْسِنِهِمْ وَ أَعْطَيْتُ لِمُحْسِنِيْهِمْ جَمِيْعَ مَا سَأَلُوْنِي غَيْرَ التَّبْعَاتِ الَّتِي بَيْنَهُمْ فَإِذَا أَفَاضَ الْقَوْمُ إِلَى جَمْعٍ وَ وَقَفُوْا وَ عَادُوْا فِي الرَّغْبَةِ وَ الطَّلَبِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى فَيَقُوْلُ : يَا مَلَائِكَتِي! عِبَادِي وَقَفُوْا فَعَادُوْا فِي الرَّغْبَةِ وَ الطَّلَبِ فَأُشْهِدُكُم أَنِّي قَدْ أَجَبْتُ دُعَاءَ هُمْ وَ شَفَعْتُ رَغْبَتَهُمْ وَ وَهَبْتُ مُسِيْئَهُمْ لِمُحْسِنِهِمْ وَ أَعْطَيْتُ مُحْسِنِيْهِمْ جَمِيْعَ مَا سَأَلُوْنِي وَ كَفَلْتُ عَنْهُمُ التَّبْعَاتِ الَّتِيْ بَيْنَهُمْ". [ضعيف] (كما في الترغيب ج ۲ ص ۳۲۸)

(۲۰۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:

حق جل مجدہ نے اہل عرفات پر عمیق نگاہ ڈالی اور فرشتوں پر اپنے بندوں کا فخر ظاہر فرمایا، اور ارشاد فرمایا: اے فرشتو! میرے ان پراگندہ حال، اور غبار آلود بال والے، بندوں کو دیکھو جو دنیا کے مختلف گلی کوچوں سے میری طرف آئے ہیں، میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان کی خواہش وتمنا پوری کردی اور گنہگاروں کو نیک وصالحین کے ذمہ لگا دیا ہے۔ (یعنی گنہگاروں و بدکار لوگوں کو نیک و صالحین، اللہ والوں کے طفیل میں بخش دیا ہے) اور عرفات کے مجمع میں جتنے صالحین ہیں، میں نے ان میں سے ہر ایک کی تمام دعائیں قبول کرلی ہیں اور ان کی ہر ایک مراد کو پوری کروں گا۔ مگر وہ

حقوق جوان کے آپس میں ایک دوسرے پر ہیں وہ معاف نہیں ہوئے، یہاں تک کہ جب تمام لوگ عرفات سے چل پڑے اور مزدلفہ میں جمع ہوگئے، ارشاد ہوتا ہے: اے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو! پھر دوبارہ میری طرف متوجہ ہوگئے اور پھر آہ وبکا گریہ وزاری کرتے ہوئے دست سوال پھیلائے ہوئے ہیں۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی تمام دعائیں قبول کرلیں اور ہر خواہش وتمنا پوری کردی اور گنہگاروں کو نیک لوگوں کے صدقہ میں بخش دیا اور نیک لوگوں کی تمام دعائیں قبول کرلیں اور ان کے ہر سوال کو پورا کروں گا، اور آپس کے جو حقوق ہیں صاحب حق کو میں خزانۂ غیب سے دیدوں گا اور فریق ثانی کو اپنی رحمت سے معاف کرکے جنت میں داخل کروں گا۔

(یعنی ہر ظالم کو معاف کردوں گا اور مظلوم کا حق ظالم کی طرف سے خزانۂ غیب سے ادا کروں گا)۔ (الترغیب والترہیب ۲/ ۳۲۸)

اُمتِ مرحومہ کا خصوصی اِکرام

امتِ محمدیہ ﷺ کے ساتھ یہ خصوصی اکرام واعزاز ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک امتِ مرحومہ کو رسوائی سے بچالیں گے۔ دوسری حدیث میں واقعہ کی تفصیل یوں آئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرفات میں شام تک دعائیں مانگیں، اللہ پاک نے تمام امت کی مغفرت کا وعدہ فرمالیا، مگر ظالم کی مغفرت کا سوال رد کردیا، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین مزدلفہ میں تشریف لائے اور سوال کا ہاتھ پھر پھیلایا کہ یا اللہ! آپ مظلوم کو اپنے خزانۂ غیب سے حق دے دیجیے اور امت کے ظالم کو اپنی رحمت سے معاف کردیجیے۔ بالآخر اللہ پاک نے حضور ﷺ کے دستِ سوال کی لاج رکھی اور ظالم کو رحمت سے معافی اور مظلوم کے حق کی خزانۂ غیب سے ادائیگی کا اعلان کردیا گیا۔ یہ بات شیطان ملعون کو معلوم ہوئی تو لعین سر پر خاک ڈالتے ہوئے ویل وثبور کرنے لگا اور بال نوچنے لگا۔ حضور ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو مسکرانے لگے۔ شیخین رضی اللہ عنہما کے معلوم کرنے پر آپ نے پھر تفصیل بتلائی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الْمُحْسِنِيْنَ، آمین!

عرفات میں بھی متکبر کی مغفرت نہیں ہوتی

(۲۱۰) عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِی بَزَّةَ ذَکَرَهُ قَالَ: لَا أَدْرِی أَرْفَعُهُ أَمْ لَا. قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِی مَلَائِکَتَهُ بِأَهْلِ عَرَفَةَ يَقُوْلُ:

"اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِی أَتَوْنِی شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِيْنَ فَلَا يُرَى أَكْثَرُ عَتِيْقًا مِنْ يَوْمَئِذٍ وَ لَا يُغْفَرُ فِيْهِ لِمُخْتَالٍ." [ضعيف] (أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ج ۵/ ۸۸۱۳)

(۲۱۰) ترجمہ: قاسم بن ابو بزہ سے روایت ہے (اور وہ صحابی نہیں ہیں) میں نہیں جانتا ہوں کہ میں اسے مرفوعاً روایت کروں یا غیر مرفوع۔

حق جل مجدہ ملائکہ کے سامنے اہل عرفات پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: دیکھو میرے بندوں کو، جو میرے پاس پراگندہ حال میں آئے ہیں، غبار آلود سورج کی گرمی میں۔ آج سے زیادہ کبھی جہنم سے آزادی دیکھنے میں نہیں آئی اور متکبر کی آج مغفرت نہیں ہوتی۔ (مصنّف عبدالرزاق ۵/۸۸۱۳)

اعمال وافعالِ حج پر ثواب ہی ثواب ہوگا

(۲۱۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی مَسْجِدِ مِنٰی فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَ رَجُلٌ مِنْ ثَقِيْفٍ فَسَلَّمَا ثُمَّ قَالَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جِئْنَا نَسْأَلُکَ فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمَا أَخْبَرْتُكُمَا بِمَا جِئْتُمَانِی تَسْأَلَانِی عَنْهُ فَعَلْتُ وَ إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أُمْسِکَ وَ تَسْأَلَانِی فَعَلْتُ فَقَالَا: أَخْبِرْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ الثَّقَفِيُّ لِلْأَنْصَارِيِّ: سَلْ. فَقَالَ: أَخْبِرْنِی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ جِئْتَنِی تَسْأَلُنِی عَنْ مَخْرَجِکَ مِنْ بَيْتِکَ تَؤُمُّ الْبَيْتَ الْحَرَامَ وَ مَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ رَكْعَتَيْکَ بَعْدَ الطَّوَافِ وَ مَا لَکَ فِيْهِمَا، وَ عَنْ طَوَافِکَ بِالصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ مَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ وُقُوفِکَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَمَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ رَمْيِکَ الْجِمَارَ وَ مَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ نَحْرِکَ وَ مَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ حَلْقِکَ رَأْسَکَ وَ مَا لَکَ فِيْهِ، وَ عَنْ طَوَافِکَ بِالْبَيْتِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَ مَا لَکَ فِيْهِ مَعَ الْإِفَاضَةِ. فَقَالَ: وَ الَّذِی بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَعَنْ هٰذَا جِئْتُ أَسْأَلُکَ. قَالَ:

"فَإِنَّکَ إِذَا خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِکَ تَؤُمُّ الْبَيْتَ الْحَرَامَ لَا تَضَعُ نَاقَتَکَ خُفًّا وَ لَا تَرْفَعُهُ إِلَّا كَتَبَ

اللّٰهُ لَکَ بِهٖ حَسَنَةً وَ مَحا عَنْکَ خَطِیْئَةً ، وَأَمَّا رَکْعَتَاکَ بَعْدَ الطَّوَافِ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ مِنْ بَنِی إِسْمَاعِیْلَ ، وَ أَمَّا طَوَافُکَ بِالصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ بَعْدَ ذٰلِکَ کَعِتْقِ سَبْعِیْنَ رَقَبَةً، وَ أَمَّا وُقُوْفُکَ عَشِیَّةَ عَرَفَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَهْبِطُ إِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیُبَاهِی بِکُمُ الْمَلَائِکَةَ یَقُوْلُ:

”عِبَادِی جَاؤُوْنِی شُعْثًا مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَرْجُوْنَ جَنَّتِی، فَلَوْ کَانَتْ ذُنُوْبُکُمْ کَعَدَدِ الرَّمْلِ أَوْ کَقَطْرِ الْمَطَرِ، أَوْ کَزَبَدِ الْبَحْرِ لَغَفَرَهَا - أَوْ لَغَفَرْتُهَا - أَفِیْضُوْا عِبَادِی مَغْفُوْرًا لَکُمْ وَ لِمَنْ شَفَعْتُم لَهُ، وَ أَمَّا رَمْیُکَ الْجِمَارَ فَلَکَ بِکُلِّ حُصَاةٍ رَمَیْتَهَا کَبِیْرَةٌ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ، وَ أَمَّا نَحرُکَ فَمَذْخُورٌ لَکَ عِنْدَ رَبِّکَ، وَ أَمَّا حِلَاقُکَ رَأْسَکَ فَلَکَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَلَقْتَهَا حَسَنَةٌ، و یُمْحَی عَنْکَ بِهَا خَطِیْئَةٌ ،وَ أَمَّا طَوَافُکَ بِالْبَیْتِ بَعْدَ ذَلِکَ فَإِنَّکَ تَطُوْفُ وَ لَا ذَنْبَ لَکَ یَأْتِی مَلَکٌ حَتَّی یَضَعَ یَدَیْهِ بَیْنَ کَتِفَیْکَ فَیَقُوْلُ: اِعْمَلْ فِیْمَا یُسْتَقْبَلُ فَقَدْ غُفِرَ لَکَ مَا مَضَی.“

[حسن] (أخرجه البزار ج ۲/۱۰۸۲ کشف الأستار)

(۲۱۱) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ایک انصاری اور قبیلۂ ثقیف کے ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آئے۔ دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے کچھ معلوم کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہوتو میں تم کو بتلا دوں تم دونوں کیوں آئے ہو؟ کیا بات معلوم کرنی ہے؟ جس بارے میں پوچھنا چاہتے ہو، میں بتلا سکتا ہوں اور اگر چاہوتو میں کچھ نہیں بتلاؤں، تم ہی پوچھ لو جو چاہو۔ دونوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! بتلا دیجیے۔ اتنے میں ثقفی نے انصاری ساتھی سے کہا پوچھ ہی لو۔ اس نے کہا: آپ ﷺ ہی بتلا دیجیے یارسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ

بیت اللہ کا طواف کرنے گھر سے آئے ہو، اس پر تم کو کیا ثواب ملے گا؟

اور دو رکعت طواف کے بعد جو تم ادا کرتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟

اور صفا و مروہ کا جو سعی کرتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟
اور عرفہ کے دن شام تک جو قیام وقوف عرفہ کرتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟
اور رمی جمار شیطان کو جو کنکری مارتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟
اور قربانی ونحر دسویں کو کرتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟
اور سر کا جو حلق اور بال منڈواتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟
اور پھر طواف افاضہ جو بعد میں کرتے ہو اس پر کیا ثواب ملے گا؟

سائل جو آیا تھا اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا: ہاں! انھیں سب باتوں کو معلوم کرنے آیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر سے بیت اللہ کی نیت کر کے نکلتے ہو تو تمہاری اونٹنی کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک بدی مٹائی جاتی ہے۔ اور طواف کے بعد دو رکعت جو پڑھتے ہو اس پر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب، اور صفا و مروہ کی سعی جو طواف کے بعد ہوتی ہے گویا کہ ستر گردن آزاد کرنے کا ثواب، اور عرفات میں شام تک کا وقوف، تو حق جل مجدہ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے تمہارا ذکر وفخر بیان ہوتا ہے۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندے دور دراز سے تھکے ہارے پراگندہ حال آئے ہیں۔ میری جنت کی امید میں، اگر تم لوگوں کے گناہ ریت کے ذرّات کے برابر ہوں اور بارش کے قطرات و بوند کے برابر ہوں، یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، سب معاف ہوگئے یا میں سب معاف کر دوں گا، میرے بندو جاؤ تمہاری مغفرت ہوگئی اور اس کی بھی مغفرت ہوگئی جس کی تم مغفرت کی دعا کرتے ہو اور رمی جمار شیطان کو کنکری مارنا، تو ہر کنکری پر جو تم نے رمی کی ہے کبیرہ گناہ معاف، اور قربانی ونحر کا ثواب محفوظ ہوگیا رب تبارک وتعالیٰ کے پاس اور حلق و بال منڈوانا، تو ہر بال پر ایک نیکی کا ملنا اور ایک گناہ کا مٹنا اور طواف افاضہ تو سن لو: تو اس حال میں طواف کرتا ہے کہ تیرے ذمہ کوئی گناہ نہیں، اور ایک فرشتہ آتا ہے اور تیرے دونوں

مونڈھے کے درمیان اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے: دیکھ آئندہ کے لیے عمل کر ماضی کا سب گناہ تیرا معاف ہوگیا۔ (مسند البزار ۱/۲/۱۰۸۲، کشف الأستار)

بَابُ : (إِنَّ عَبْدًا وَسَّعْتُ عَلَيْهِ الرِّزْقَ فَلَمْ يَفِدْ إِلَيَّ ......)

باب: وسعت وخوشحالی کے باوجود پانچ سال تک بیت اللہ کی زیارت کے لیے نہ جانا بڑی محرومی ہے

(۲۱۲) قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: عَنْ اَبِی سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ حَدِيْثًا يَرْفَعُهُ قَالَ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: "إِنَّ عَبْداً أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ، وَ أَوْسَعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيْشَةِ، فَأَتَى عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَمْ يَفِدْ إِلَيَّ لَمَحْرُوْمٌ."

وأن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

" قال اللّٰه عزوجل: "إِنَّ عَبْداً أَصْحَحْتُ جِسْمَهُ، وَ أَوْسَعْتُ عَلَيْهِ فِي الرزق لايفد الىَّ فِي كُل خَمْسَةِ أَعْوَامٍ مرّةً لَمَحْرُوْمٌ."

[صحيح] (أخرجه البيهقى فى سننه ج ٥ ص٢٦٢)

بیت اللہ، مسجد حرام اور کعبۃ اللہ کا حق کیا ہے؟

(۲۱۲) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میرا ایک بندہ ایسا ہے جس کو جسم کے اعتبار سے میں نے تندرست وصحت مند بنایا اور کھانے پینے میں خوب ہی وسعت عطا کی اور اس پر پانچ سال ایسے گزر گئے کہ وہ میرے گھر کعبۃ اللہ کی زیارت کو نہیں آیا، یقیناً وہ بہت بڑا محروم اور کم نصیب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسری روایت اسی طرح ہے۔

(سنن بیہقی ۵/۲۶۲)

اہلِ ثروت کو ہر پانچ سال کے اندر ایک بار عمرہ یا نفل حج کرنا چاہیے

اس حدیث میں ان لوگوں کو غیرت ایمانی اور جوش دلایا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے وسعت رزق اور صحت جسم عطا فرمایا کہ نہ تو جسمانی عارضہ ہے نہ ہی مالی و مادّی رکاوٹ ہے، پھر بھی اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کی زیارت کو نہیں جاتے۔ مراد نفلی حج ہے یا عمرہ ہے کیونکہ فرض تو پوری زندگی میں ایک بار ہے۔ کعبۃ اللہ مرکز ہے نورِ ایمان کا، ہر صاحبِ ایمان کو رات و دن میں پانچ وقت اسی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ حضور حق کی حاضری کا قبلہ تو کعبہ ہے تم اس کی حاضری کو فراموش نہ کرو، بے شک دن میں تم پانچ نمازوں میں کعبہ کا رخ اختیار کرتے ہو تو پانچ سال میں ایک بار حاضری بھی دے لو اور سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حج وعمرہ سے تنگی وتنگدستی مٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ مزید وسعت دے گا، اور جس ذات کے وسعت دینے سے تم اس قابل بنے ہو اسی کے گھر کی زیارت میں تم کنجوس بنے ہوئے ہو۔ یہ سچ میں بڑی محرومی و بدنصیبی کی بات ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ کے گھر بیت اللہ سے وسعت کے باوجود بے تعلق رہے، ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ وسعت ہو تو مرکزِ ایمان سے جڑا رہے۔ نماز میں اسی طرف رخ ہے۔ مرکر قبر میں بھی اسی طرف رخ رہے گا، اسی رخ کو بحال و برقرار رکھنے کو پانچ سال میں ایک بار سفر کرلیا کرو اور حق جل مجدہ کے فضل کو نوافل، وتطوع کے راستہ حاصل کرلو۔

اللھم اجعلنا من عبادک الصالحین۔ آمین!

بَابُ : (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ ......)

باب: عرفہ کی دعاء مزدلفہ میں قبول ہوئی

(۲۱۳) عَنْ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ بْنِ مِرْدَاسٍ السُّلَمِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَغْفِرَةِ فَأُجِيبَ:

"إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلَا الْمَظَالِمَ فَإِنِّي آخُذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ. قَالَ: أَيْ رَبِّ! إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ وَ غَفَرْتَ لِلظَّالِمِ."

فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهُ . فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ أَعَادَ الدُّعَا فَأُجِيبَ إِلَى مَا سَأَلَ. قَالَ : فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوْ قَالَ: تَبَسَّمَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي إِنَّ هٰذِهِ لَسَاعَةٌ مَا كُنْتُ تَضْحَكُ فِيْهَا فَمَا الَّذِي أَضْحَكَكَ ؟ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ. قَالَ:

''إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيْسَ لَمَّا عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِي وَ غَفَرَ لِأُمَّتِي أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوْهُ عَلَى رَأْسِهِ وَ يَدْعُوْ بِالْوَيْلِ وَ الثُّبُوْرِ فَأَضْحَكَنِي مَا رَأَيْتُ مِنْ جَزَعِهِ.''[ضعيف] (أخرجه ابن ماجه ج ۲/ ۱۳ ۳۰۱)

ابلیس لعین کا سر پر خاک ڈالنا

(۲۱۳) ترجمہ: عباس بن مرداس سلمیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن شام تک اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعا مانگی، حق جل مجدہ نے قبول فرمالیا کہ میں نے آپ کی امت کی مغفرت کردی ظالم کے علاوہ کہ میں ظالم سے مظلوم کا حق وصول کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رب العالمین تو قادر ہے کہ مظلوم کو اپنے خزانۂ وسعت رحمت سے ظالم کی جانب سے مظلوم کا حق دے کر جنت میں داخل کردے اور ظالم کو اپنے خزانۂ عفو و رحمتِ واسعہ سے معاف کرکے مغفرت کردے۔ (ربّ العالمین اس طرح تیرا میزانِ عدل بھی قائم رہا کہ مظلوم کا حق مل گیا اور میری امت کے ظالم کی بھی مغفرت ہوجائے گی اور تیرے خزانہ میں کیا کمی ہے) یہ دعا رسول اللہ ﷺ عرفہ کی شام تک کرتے رہے؛ مگر قبول من جانب اللہ نہیں ہوئی۔ جب آپ ﷺ عرفات سے مزدلفہ تشریف لائے پھر انہی الفاظ سے دعا میں مشغول ہوگئے، رب العالمین ارحم الراحمین نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی دعا قبول کرلی۔ قبولیت دعا پر رسول اللہ ﷺ کو ہنسی آگئی یا مسکرائے تبسم فرمایا۔ شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کیفیت دیکھی عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ تو کوئی ہنسنے کا وقت نہیں ہے، پہلے آپ کبھی نہیں ہنسے، آخر کیا بات پیش آگئی کہ آپ کو ہنسی آگئی؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہی رکھے۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک کا دشمن ابلیس جب یہ بات جان گیا کہ حق جل مجدہ نے میری دعا قبول کرلی ہے اور میری مکمل امت کی مغفرت ہوگئی ہے تو مٹی لے کر سر پر ڈال رہا ہے (افسوس وحسرت میں) اور ویل وثبور(یعنی اپنے اوپر موت وبدبختی کا ماتم کررہا ہے) میں نے جو ابلیس لعین کی اس حسرت وندامت کی حرکت دیکھی تو ہنسی آگئی۔

(سنن ابن ماجہ،۲/۳۰۱۳)

عرفات میں آقا ﷺ کا تبسم اور مردود کا ماتم

عرفہ کا دن امت رحمت ﷺ کے لیے تصور وخیال سے بالاتر رحمت الٰہی سے مغفرت وبخشش کا دن ہے۔میدان عرفات والے کی تو مغفرت عام وتام ہوتی ہی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے قیامت تک کے لیے اپنی امت کی مغفرت ورحمت کا بارگاہِ رب العزت میں دامن پھیلا دیا۔آپ ﷺ کو جواب ملا کے ظالم کے سواء تمامی امت کی مغفرت کا تحفہ قبول کرلیں، کیونکہ حق جل مجدہ کا نام الحکم ،العدل بھی ہے۔اس لیے بروز قیامت ظالم سے مظلوم کا حق وصولنا ضروری ہے، تاکہ میزان عدل قائم ہوسکے، اور مظلوم کا حق ظالم سے لیا جاسکے۔یہ بات اپنی جگہ بجاء وبرحق ہے مگر رحمت عالم ﷺ نے اپنی مناجات کا رخ بدل دیا اور بارگاہِ عالیہ میں عرض کیا :رب العزت آپ اپنے خزانہء فضل ورحمتِ واسعہ سے مظلوم کا حق ظالم کی جانب سے ادا فرمادیں، اور میری امت کے ظالم کو اپنے خزانہءعفو وکرم سے احسان کرکے معاف کردیں، تاکہ میزان عدل بھی قائم رہ جائے اور مظلوم کا حق تیرے خزانہءفضل ورحمت سے مل جائے، اور ظالم کی بھی تیرے فضل وعفو سے معافی ومغفرت ہو جائے کہ تو غفور ورحیم ہے، اور میری امت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔رحمت عالم ﷺ کی یہ دعاء عرفات کی شام تک قبول نہ ہوئی اور آپ ﷺ عرفات سے مزدلفہ تشریف لے آئے۔جب مزدلفہ کی صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اسی دعاء کو دھرایا اور پرامید ہوکر مجیب وسمیع الدعاء کی بارگاہِ احدیت وصمدیت میں گڑگڑانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کی آہ وزاری بارگاہِ باری میں رنگ لائی اور سمیع الدعاء نے اجابتِ دعاء

کی خوش خبری سنائی کہ آپ کے تمامی امت کی مغفرت عام وتام ہوگی کہ ظالم کی محض خزانہء عفو سے معافی ہوگی، اور مظلوم کا حق ظالم کی جانب سے محض فضل باری سے عطاء ہوگا، اور نبیِ رحمت ﷺ کی تمام امت کی مغفرت ہوگی۔ جب ابلیس لعین کو اس مغفرت عام کا علم ہو گیا تو سر پر خاک ڈالنے لگا، اور ویل وثبور، بدبختی اور اپنی ناکامی کا ماتم کرتے ہوئے سر پر خاک ڈالنے لگا (یہ پہلا ماتمی مردود ہے)۔ جب آقا ﷺ نے ابلیس کی یہ خسیس حرکت دیکھی تو تبسّم اور بشاشت کے آثار روئے انور پر نمایاں ہو گئے۔ شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) نے تعجب سے آقا ﷺ سے تبسّم کا سبب معلوم کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوری تفصیل بتلائی، اور تبسّم کا سبب بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ ابد الآباد ہمارے رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ سلام کا تحفہ پیش فرمائے اور ماتمی مردود، ابدالآباد تک ویل وثبور کا ماتم کرتا رہے۔

اللهم صلى وسلم و بارک علی سیدنا محمد و اله و صحبه بعدد مافی جمیع القرآن و الحدیث حرفا حرفا و بکل حرف الفا الفا. اللهم آمین.

بَابُ : (لَمَّا فَرَغَ إِبْرَاهِيمُ مِنْ بَنَاءِ الْبَيْتِ ... فَقَالَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ....)

باب: ابراہیمؑ کا بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت پر لوگوں میں حج کا اعلان

(٢١٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

"لَمَّا فَرَغَ إِبْرَاهِيمُ مِنْ بَنَاءِ الْبَيْتِ قَالَ: رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ . فَقَالَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ. قَالَ: رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِي؟ قَالَ: أَذِّنْ وَ عَلَيَّ الْبَلَاغُ. قَالَ: رَبِّ كَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ: قُلْ يَا ايُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ حَجُّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَسَمِعَهُ مَنْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ. أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يُلَبُّوْنَ؟"

قَالَ الْحَاكِمُ : هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ.

(أخرجه الحاكم فی المستدرک، ج ٢/٣٨٨)

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حج بیت اللہ کی دعوت

(۲۱۴) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوگئے، حضورِ حق میں عرض کیا: ربّ العالمین! تعمیر سے فارغ ہوگیا۔ ارشادِ حق ہوا: لوگوں میں حج بیت اللہ کا اعلان کردو۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: یارب! میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ (یعنی میری آواز تمام انسانوں تک نہیں پہنچے گی) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: آپ اعلان کیجئے آواز میں پہنچاؤں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اعلان میں کیا کہوں؟ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: کہو! اے لوگو! تم پر حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے، بیت عتیق کا حج۔ اس آواز کو زمین وآسمان کے درمیان جو بھی ہے سب نے سنا۔ اسی کا اثر ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ دنیا کے کناروں سے لوگ محبت کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے آتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ صحیح سند کی حدیث ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

(مستدرک حاکم، ۲/ ۳۸۸)

حضرت ابراہیمؑ کی آواز ہر جگہ پہنچ گئی

بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب اعلان حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کیا: میری آواز کیسے پہنچے گی، حق جل مجدہ نے فرمایا: تمہارا کام اعلان کرنا اور پکارنا ہے اور پہنچانا میرا کام ہے۔ میرے ذمہ ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ کر چہرے کو دائیں بائیں اور مشرق کی طرف گھماتے ہوئے کہا: لوگو! تمہارے رب نے ایک مکان بنایا ہے اور تم پر اس کا حج کرنا فرض کردیا ہے، اپنے رب کی دعوت کو قبول کرو (قیامت تک جو حج کرنے والے ہیں) سب نے باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیٹوں کے اندر سے **لبیک اللھم لبیک** کہا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سب سے پہلے لبیک کہنے والے اہل یمن تھے اس

لیے یمنی لوگ سب سے زیادہ حج کرتے ہیں۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کوہِ ابوقبیس پر چڑھ کر ندا دی تھی۔ (گلدستہ تفاسیر، ج۴/۵۳۵)

الغرض جن کے لیے حج مقدر تھا اس کی روح نے لبیک کہا، وہ ہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پاپیادہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دور سے سوار ہوکر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی ہیں اور دبلی ہوجاتی ہیں۔ یہ گویا اس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی **فاجعل افئدة الناس تهوى اليهم** (فوائد عثمانی)

بَابُ : (مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْ رَجُلٍ يُهِلُّ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ ...)

باب: تہلیل لا الہ الا اللّٰہ پر جواب

(۲۱۵) عَنْ مِرْدَاسِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِؒ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ فَحَدَّثَنَا قَالَ:

"مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْ رَجُلٍ يُهِلُّ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ : أَبْشِرْ. فَقَالَ عَمُّ مِرْدَاسٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ وَ اللّٰهِ لَا يُبَشِّرُ اللّٰهُ إِلَّا بِالْجَنَّةِ. فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: أَنَا مِرْدَاسُ بْنُ شَدَّادٍ الْجَنَدِيّ. قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي كَانَ خِيَارُنَا يَتَتَابَعُوْنَ عَلَى ذٰلِكَ." [حسن] (كما في المطالب العاليه، ج ۱/ ۱۰۸۹)

جب بھی کوئی تہلیل پڑھتا ہے تو اسے جواب ملتا ہے

(۲۱۵) ترجمہ: مرداس بن عبدالرحمٰنؒ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن عمروؓ کے پاس داخل ہوا تو انھوں نے ہم سے بیان کیا تو کہا: جب بھی کوئی آدمی تہلیل (یعنی **لا الہ الا اللّٰہ**) کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کو بشارت دیدو۔ (یعنی جنت کی) یہ سن کر مرداس کے چچا نے کہا: اے ابومحمدؓ! اللہ کی قسم تہلیل کے جواب میں جنت کی بشارت ہی دی جاتی ہے۔ ان سے کہا: آپ کون ہیں اے چچا کے بیٹے؟ انھوں نے کہا: میں مرداس بن شداد

جنڈی ہوں، انھوں نے کہا: اے بھتیجے ہمارے اخیار یعنی اچھے لوگ بار بار لا الہ الا اللّٰہ کی تکرار کرتے تھے۔ (المطالب العالیہ ۱/۱۰۸۹)

بَابُ : (يَا رَبِّ مَا جَزَاءُ مَنْ هَلَّلَ مُخْلِصًا؟ ...)

باب: جو اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللّٰہ پڑھے اس کی جزاء کیا ہے

(۲۱۶) لِأَبِي الشَّيْخِ فِي الثَّوَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: وَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم:

"يَا رَبِّ! مَا جَزَاءُ مَنْ هَلَّلَ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ يَكُونَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الذُّنُوبِ." [ضعيف] (كما في الإحياء للغزالي ج ۱ ص ۲۹۹)

جس شخص نے اخلاص کے ساتھ لا إلٰه إلَّا اللّٰه کہا ایسا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا

(۲۱۶) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
یا رب جو شخص اخلاص کے ساتھ دل سے لا الہ الا اللّٰہ کہے اس کا بدلہ و جزا کیا ہے؟
ارشاد باری ہوا: اس کی جزا یہ ہے کہ وہ گناہ سے اس طرح دھل جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (احیاء العلوم غزالی ۱/۲۹۹)

بَابُ : (قَالَ دَاوُدُ: مَا حَقُّ عِبَادِكَ عَلَيْكَ إِذَا هُمْ زَارُوكَ ......)

باب: حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ربّ العزّت جو آپ کی زیارت کو جائے، تو اس کی جزاء کیا ہے؟

(۲۱۷) لِلطِّبْرَانِيِّ وَ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ : قَالَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

" إِلٰهِي! مَا حَقُّ عِبَادِكَ عَلَيْكَ إِذَا هُمْ زَارُوكَ، فَإِنَّ لِكُلِّ زَائِرٍ عَلَى الْمَزُورِ حَقًّا؟ قَالَ: يَا دَاوُدُ فَإِنَّ لَهُمْ عَلَيَّ أَنْ أُعَافِيَهُمْ فِي دُنْيَاهُم وَ أَغْفِرَ لَهُمْ إِذَا لَقِيتُهُمْ". [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۵/ ۱۸۶۲۱، والإتحافات ۲۳۹)

زائرینِ بیت اللہ کو دنیا میں عافیت اور آخرت میں مغفرت

(۲۱۷) ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: الٰہی! جب آپ کے بندے آپ کی زیارت کو جائیں تو اس کا بدلہ آپ کے نزدیک کیا ہے؟ (یعنی آپ اس کو کیا انعام دیں گے؟) اس لیے کہ ہر زائر (زیارت کرنے والے) کا جس کی زیارت کو جائے اس پر حق ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! ان کا مجھ پر حق ہے کہ دنیا میں زائرین کو عافیت دوں اور جب مجھ سے ملیں تو ان کی مغفرت کروں۔

(کنزالعمال ۵/۱۱۸۶۲)

بیت اللہ کی زیارت

حق جل مجدہ کی زیارت کی جگہ مساجد ہیں، جن میں بندہ اپنے رب سے بلا کسی واسطہ وحجاب کے ملتا ہے اور اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف بھی اس کی کتاب قرآنِ مجید کی نماز میں تلاوت کر کے حاصل کرتا ہے، یا پھر حدیث پاک میں بیت اللہ کی زیارت مراد ہے جیسا کہ محدثین نے واضح کیا ہے، بہر دوصورت حق تعالیٰ اپنے زائرین کو دنیا میں عافیت کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں اور آخرت میں مغفرت جیسی عظیم نعمت سے نوازیں گے اس لیے زائر کو بھی احترام میزبان کی پوری پاس داری کرنی چاہیے، کہ کس عظیم الشان شہنشاہ کی زیارت کو جارہے ہیں، جو مالک الملک ہیں۔ لہٰذا وہ تمام آداب شاہی کی پاسداری کرے، جو حضرت حق جل مجدہ کے شایان شان ہو اور ان تمام حرکات وسکنات سے بچے جو نامناسب ہوں۔

بَابُ : (إِذَا حَجَّ رَجُلٌ بِمَالٍ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ ...)

باب: ناجائز مال سے حج کرنا

(۲۱۸) لِابْنِ عَدِيٍّ وَ الدَّيْلَمِي فِي الْفِرْدَوْسِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه:

”إِذَا حَجَّ رَجُلٌ بِمَالٍ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، قَالَ

اللّٰهُ: لَا لَبَّیْکَ وَ لَا سَعْدَیْکَ هٰذَا مَرْدُوْدٌ عَلَیْکَ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج٥/ ١١٨٩١، والإتحافات ٢٨٧)

اللہ پاک ہے پاک کو قبول کرتا ہے

(۲۱۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: جب کوئی شخص حج بیت اللہ حرام مال سے کرتا ہے، اور جب **لبیک اللّٰھم لبیک** کہتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: **لا لبیک و لا سعدیک**، یعنی تیری حاضری ہمیں قبول نہیں اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے وہ سب کا سب مردود ہے۔ (کنزالعمال/۵/۱۱۸۹۱)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بے عیب ہے اور قبول بھی اسی عبادت جانی و مالی کو کرتے ہیں، جو میزان الٰہی میں حرام سے، ریا سے اور ہر قسم کے جذبۂ غلط سے پاک ہو۔

کس کا حج منہ پر ماردیا جاتا ہے؟

(٢١٩) لِلدَّیْلَمِی عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

"مَنْ حَجَّ مِنْ مَالٍ حَلَالٍ أَوْ مِنْ تِجَارَةٍ أَوْ مِنْ مِیْرَاثٍ لَمْ یَخْرُجْ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰی تُغْفَرَ ذُنُوْبُهُ، وَ إِذَا حَجَّ مِنْ مَالٍ حَرَامٍ فَلَبّٰی. قَالَ الرَّبُّ: لَا لَبَّیْکَ وَ لَا سَعْدَیْکَ، ثُمَّ یُلَفُّ وَ یُضْرَبُ بِهٖ وَجْهُهُ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج٥/ ١١٩٠١، والإتحافات ٧٤٥)

(۲۱۹) ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے: جو مال حلال سے حج کرنے جاتا ہے، حلال تجارت سے یا حلال میراث سے تو عرفات سے نکلنے سے پہلے پہلے اس کے گناہ کی مغفرت کردی جاتی ہے، اور جب حرام مال سے حج کرتا ہے تو تلبیہ کہتے وقت حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **لا لبیک و لا سعدیک** پھر اس کی حج کی کوششیں لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (کنزالعمال/۵/۱۱۹۰۱)

بَابُ : (قُلْ لِرَبِیْعَةَ لَا یَنْفِرُوْا فِی النَّفَرِ الْأَوَّلِ ...)

باب: منیٰ سے کوچ کرنے میں پہلی جماعت کے ہمراہ نہ جائے

(۲۲۰) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ تْ رَبِیْعَةُ النَّبِیَّ ﷺ یَسْتَأْذِنُوْنَهُ أَنْ یَنْفِرُوْا فِی النَّفَرِ الْأَوَّلِ، فَأَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ، وَ یَقُوْلُ لَکَ:

"قُلْ لِرَبِیْعَةَ لَا تَنْفِرُ فِی النَّفَرِ الْأَوَّلِ فَلَأَقْلِنَّکَ مِنْ حَبِیْبٍ."

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الصغیر ج١ ص٢٢٦)

منیٰ سے کوچ کرنے میں جلدی نہ کرے، تاخیر مستحب ہے

(۲۲۰) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیعہ (کے لوگ) رسول اللہ ﷺ کے پاس منیٰ سے کوچ کرنے کی اجازت لینے آئے، کہ جو لوگ پہلے یعنی سویرے جارہے ہیں انہی کے ساتھ یہ بھی چلے جائیں۔

جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: یا محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ سے کہا ہے کہ ربیعہ سے کہہ دیں کہ

جو منیٰ سے پہلی ٹولی کوچ کررہی ہے اس کے ساتھ کوچ نہ کریں، کہ آپس میں محبت کم ہوجائے گی۔

(یعنی اگر ان کے ساتھ کوچ کریں گے تو اس کی سزا یہ ملے گی کہ آپس کی محبت کم ہوجائے گی، لہٰذا ان لوگوں کے ساتھ نہ جائیں، کوچ میں تاخیر کریں)

(المعجم الصغیر طبرانی ١/٢٢٦، مجمع الزوائد ٣/٢٦٥)

(۲۲۱) لِأَبِی عَلِیٍّ الْأَهْوَازِی عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا:

"إِذَا کَانَ عَشِیَّةَ عَرَفَةَ هَبَطَ اللّٰهُ إِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَطَّلِعُ إِلَی أَهْلِ الْمَوْقِفِ فَیَقُوْلُ: مَرْحَباً بِزُوَّارِی وَ الْوَافِدِیْنَ إِلَی بَیْتِی، وَ عِزَّتِی لَأَنْزِلَنَّ إِلَیْکُمْ وَ لَأُسَاوِیَنَّ مَجْلِسَکُمْ بِنَفْسِی فَیَنْزِلُ إِلَی عَرَفَةَ فَیُعِمُّهُمْ بِمَغْفِرَتِهِ وَ یُعْطِیْهِمْ مَا

يَسْأَلُوْنَ إِلَّا الْمَظَالِمَ فَيَقُوْلُ: يَا مَلَائِكَتِي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ وَ يَكُوْنُ أَمَامَهُمْ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ وَ لَا يَعْرُجُ إِلَى السَّمَاءِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ ، فَإِذَا أَسْفَرَ الصُّبْحُ وَ وَقَفُوْا عَنْهُ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ غَفَرَ لَهُمْ حَتّٰى الْمَظَالِمَ، ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَى السَّمَاءِ وَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ إِلَى مِنىً. (كما في الفوائد المجموعة ص ٢/٤٤٧، الاتحافات، ٣١٦)

مرحبا میرے زائرین و وافدین، میں آج تم لوگوں کے ساتھ بیٹھوں گا

(۲۲۱) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: جب عرفہ کے دن کی شام ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور موقف عرفات کے لوگوں کو جھانک کر دیکھتے ہیں اور حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: مرحبا، خوش آمدید میرے زائرین اور میرے گھر بیت اللہ کے وافدین۔ مجھ کو عزّت کی قسم میں تم لوگوں کے ساتھ آج پڑاؤ ڈالوں گا اور میں بنفس نفیس تم لوگوں کے ساتھ بیٹھوں گا تو حق جل مجدہ عرفہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور عام مغفرت سب کی کرتے ہیں اور اہلِ عرفات جو بھی سوال کرتے ہیں سب حق تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، مگر ظالم کے ظلم کی معافی و مغفرت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سب کی مغفرت کردی، یہ صدا مسلسل لگائی جاتی ہے، یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوجاتا ہے اور اب اگلی منزل لوگوں کی مزدلفہ ہوتی ہے اور یہ رات آسمان پر اٹھائی نہیں جاتی (یعنی عرفہ کے دن کے بعد جو رات مزدلفہ میں ہوتی ہے وہ عرفہ کی ہی رات شمار ہوتی ہے، عام اصول اور نظام سے الگ ہوکر، اسی لیے اگر یہ رات بھی کوئی شخص عرفات میں گزار کر آ گیا اس کا حج ہوجائے گا۔ مزدلفہ کی رات عرفہ کی رات ہی کہلاتی ہے شریعت میں۔ واللہ اعلم)

جب صبح ہوتی ہے اور حجاج مشعر الحرام کے پاس گزارتے ہیں تو اس وقت بھی سب لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے سوائے ظالم کے ظلم کے۔ پھر حق تعالیٰ آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور لوگ منیٰ واپس چلے جاتے ہیں۔ (الفوائد المجموعة ٤٤٧/ ١٢)

مزدلفہ کی مسجد، مشعر الحرام

(۲۲۲) وَ لِلْأَهْوَازِی أَیْضًا عَنْ أَسْمَاءَ رضی اللّٰہ عنها:

"رَأَیْتُ رَبِّی یَوْمَ عَرَفَةَ عَلَی جَمَلٍ أَحْمَرَ، عَلَیْهِ إِزَارَانِ وَ هُوَ یَقُوْلُ: قَدْ سَمَحْتُ قَدْ غَفَرْتُ إِلَّا الْمَظَالِمَ، فَإِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ الْمُزْدَلِفَةِ لَمْ یَصْعَدْ إِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی إِذَا وَقَفُوْا عِنْدَ الْمَشْعَرِ قَالَ: غَفَرْتُ حَتَّی الْمَظَالِمَ ثُمَّ یَصْعَدُ إِلَی السَّمَاءِ وَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ إِلَی مِنًی."

(کما فی تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الموضوعة ج ۱ ص ۱۳۹/۱۷)

(۲۲۲) ترجمہ: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے اور وہ موضوع حدیث ہے، میں نے عرفہ کے دن ربّ العالمین کو عرفات میں دیکھا سرخ پہاڑ پر دو ازار میں اور حق جل مجدہ فرما رہا تھا: میں نے درگزر کیا، میں نے مغفرت کردی مگر مظالم، جب مزدلفہ کی رات ہوتی ہے تو آسمان پر نہیں جاتا یہاں تک کہ لوگ مشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے مغفرت کردی مگر مظالم، پھر حق تعالیٰ آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور لوگ منیٰ کو چلے جاتے ہیں۔ (تنزیہ الشریعہ ج۱ص۱۳۹/۱۷)

عرفات کے دن کا خاص وظیفہ

(۲۲۳) وَ لِلْبَیْهَقِی عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَقِفُ عَشِیَّةَ عَرَفَةَ بِالْمَوْقِفِ فَیَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ یُحْیِی وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ ثُمَّ یَقْرَأُ:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (الاخلاص/۱)

وَمِائَةَ مَرَّةٍ، ثُمَّ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی إِبْرَاهِیْمَ وَ آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ مِائَةَ مَرَّةٍ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَی: یَا مَلَائِکَتِی مَا جَزَاءُ عَبْدِیْ هٰذَا؟ سَبَّحَنِی وَ هَلَّلَنِی

وَ كَبَّرَنِی وَ عَظَّمَنِی وَ عَرَّفَنِی وَ أَثْنَی عَلَيَّ وَ صَلَّی عَلَی نَبِيِّیْ. اِشْهَدُوْا مَلَائِكَتِی أَنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَ شَفَّعْتُهُ فِی نَفْسِهٖ وَ لَوْ سَأَلَنِی عَبْدِی هٰذَا لَشَفَّعْتُهُ فِی أَهْلِ الْمَوْقِفِ." [ضعیف] (كما فی الترغيب والترهيب ج ۲ ص۳۳۷)

(۲۲۳) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مسلمان عرفہ کے دن عرفات میں قیام کرتا ہے اور قبلہ رُخ متوجہ ہوکر چوتھا کلمہ

لا إلٰه إلا اللّٰه وحدَهٗ لا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِی وَ يُمِيْتُ و هو علی كل شيیءٍ قديرٌ ایک سو بار

پھر سورۂ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد ایک سو بار پھر

اللّٰهم صلِّ علی محمد وعلی آل محمد كما صليَّتَ علی إبراهيم و آل إبراهيم إنَّكَ حمِيدٌ مَجِيد

ایک سو بار پڑھتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تسبیح کی، میری تہلیل کی، میری تکبیر کی، میری تعظیم کی، اور میری شناخت کی اور میری ثناء وتعریف کی اور میرے نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ میرے فرشتو! تم سب کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان کی مغفرت کردی اور تمہارے اپنے حق میں سفارش قبول کی اور اگر میرا بندہ تمام موقف والے کی سفارش وشفاعت کرے میں سب کے حق میں قبول کرلوں گا۔

(الترغیب والترہیب، ۲/۳۳۷)

بَابُ: فِی الْحَجِّ وَ فَضْلِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ:

باب: بیت اللہ کی فضیلت

(۲۲۴) رَوَی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ: قَالَ:

"وَضَعَ اللّٰهُ الْبَيْتَ مَعَ آدَمَ. أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ إِلَی الْأَرْضِ وَ كَانَ مَهْبَطُهُ بِأَرْضِ الْهِنْدِ، وَ كَانَ رَأْسُهُ فِی السَّمَاءِ وَ رِجْلَاهُ فِی الْأَرْضِ فَكَانَتِ الْمَلَائِكَةُ تَهَابَهُ فَنَقَصَ إِلَی سِتِّيْنَ ذِرَاعًا فَحَزِنَ آدَمُ إِذْ فَقَدَ أَصْوَاتَ الْمَلَائِكَةِ وَ

تَسْبِيْحَهُمْ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى، فَقَالَ اللّٰهُ: يَا آدَمُ! إِنِّي قَدْ أَهْبَطْتُ لَكَ بَيْتًا فَطُفْ بِهِ كَمَا يُطَافُ حَوْلَ عَرْشِي وَ صَلِّ عِنْدَهُ كَمَا يُصَلّٰى عِنْدَ عَرْشِي فَخَرَجَ إِلَيْهِ آدَمُ فَمَدَّ لَهُ فِي خَطْوِهِ فَكَانَ بَيْنَ كُلِّ خُطْوَةٍ مَفَازَةٌ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ الْمَفَاوِزُ بَعْدَ ذٰلِكَ ، وَ أَتَى آدَمُ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ وَ مَنْ بَعْدَهُ الْأَنْبِيَاءُ ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَ أَخْبَرَنِي أَبَانٌ أَنَّ الْبَيْتَ أُهْبِطَ يَاقُوْتُهُ وَاحِدَةٌ أَوْ دُرَّةٌ وَاحِدَةٌ. قَالَ مَعْمَرٌ: وَ بَلَغَنِي أَنَّ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ طَافَتْ بِالْبَيْتِ سَبْعًا حَتّٰى إِذَا أَغْرَقَ اللّٰهُ قَوْمَ نُوْحٍ رَفَعَهُ وَ بَقِيَ أَسَاسُهُ فَبَوَّأَهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَبَنَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ.

﴿وَ إِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيْمَ﴾ (الحج/٢٦)"

(أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ، ج٥/٩٠٩٦)

بیت اللہ اور آدمؑ دونوں زمین پر ایک ساتھ اُتارے گئے

(۲۲۴) ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے بیت اللہ کو آدمؑ کے ساتھ زمین پر اتارا۔ آدمؑ سرزمین ہند پر اتارے گئے۔ آدم کا سر آسمان پر تھا اور دونوں پاؤں زمین پر آدمؑ کو دیکھ کر فرشتے ہیبت کھا گئے، تو آدمؑ کا قد و قامت کم کر کے ساٹھ ہاتھ کر دیا گیا۔ آدمؑ جب فرشتے کی آواز تسبیح سننے سے محروم ہو گئے (کہ زمین پر آ گئے اور فرشتے کی تسبیح آسمان پر سنتے تھے) تو ان کو اس کا بہت ہی غم ہوا تو رب العزت کی بارگاہ میں اپنے غم کی بات عرض کی۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے آدمؑ! میں نے تمہارے لیے ایک گھر کعبۃ اللہ نازل کیا ہے تو جا اور اس کا اسی طرح طواف کر جس طرح میرے عرش کا طواف کیا کرتا تھا اور وہاں نماز بھی پڑھ اسی طرح جس طرح میرے عرش کے پاس نماز پڑھتا تھا۔ حکم الٰہی ملتے ہی آدمؑ چل پڑے اور لمبا قدم اٹھانا شروع کر دیا کہ دونوں قدم کے درمیان میدان وصحرا گزر جاتا جو آج بھی صحراء و بے آب و گیاہ اور چٹیل میدان ہی ہیں۔ اس طرح آدمؑ بیت اللہ تک آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ کے بعد آنے والے

انبیاء نے۔ معمر راوی کہتے ہیں کہ: مجھ کو ابان نے بتلایا کہ بیت اللہ ایک ہی یاقوت یا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اتارا گیا تھا۔ معمر کہتے ہیں: مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی نے بھی سات پھیرے بیت اللہ کا طواف کیا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا تو اسی وقت یہ یاقوت یا موتی کا بنا ہوا بیت اٹھالیا گیا اور اس کی جگہ کے اساس و آثار باقی رہ گئے، اسی آثار و اساس پر ابرہیم نے بیت اللہ کو از سر نو تعمیر کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے۔

﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ ﴾ (الحج: ۲۶)

(اور جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی)

(مصنف عبدالرزاق ۹۰۹۶/۵)

تعمیر بیت اللہ کا حکم

کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے بزرگ تھی پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو اس معظم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ (فوائد عثمانی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے اس زمین پر آباد نہ تھے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ ان کو ملک شام سے ہجرت کرا کر یہاں لایا گیا تھا اور مکان البیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا جیسا کہ معتبر روایات میں ہے کہ اس کی پہلی بنا تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر لانے سے پہلے یا اس کے ساتھ ہوئی تھی اور آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت بیت اللہ کی تعمیر اٹھالی گئی تھی۔ بنیادیں اور اس کی معین جگہ موجود تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہیں لا کر ٹھہرایا گیا اور ان کو حکم دیا گیا۔ (معارف القرآن)

کعبۃ اللہ پہلے سے تھا

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں کعبہ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا پھر جب اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ کا حکم دیا تو حضرت ابراہیمؑ حیران ہوئے اور آپ کو پتہ بھی نہ چلا کہ کعبہ کا مقام کہاں ہے، اور کہاں بناؤں بحکم ربانی ایک تند آندھی آئی جس کی وجہ سے کعبہ کے خطوط اساسی پر پڑی ہوئی ریت اور مٹی ہٹ گئی اور آپ کو کعبہ کی بنیادیں معلوم ہوگئیں۔ (کذا قال بغوی۔گلدستہ تفاسیر ۵۳۳/۴)

کعبہ کی بنیاد کا نشان

بیہقی نے دلائل میں اور ابن ابی حاتمؒ نے سدی کا بیان نقل کیا ہے: اللہ نے ایک ہوا بھیجی تھی جس کو املح خجوج کہتے ہیں اور اس ریح خجوج کے دو بازو (اڑنے والے) اور ایک سر تھا اور سانپ جیسی شکل تھی اس ہوا نے کعبہ کے گرداگرد زمین کو الٹ دیا اور کعبہ کی اساس اول برآمد ہوگئی۔

بغوی نے کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے مسافت کعبہ کے بقدر ایک ہوا بھیجی، جو کعبہ کے مقام پر آکر کھڑی ہوگئی اس کے اندر ایک سر تھا جو کہہ رہا تھا ابراہیم میری مقدار کے برابر عمارت بناؤ۔ حضرت ابراہیم نے اسی مقدار کے بموجب تعمیر کی۔

(تفسیر مظہری، گلدستہ ۵۳۳/۴)

﴿ وَ اِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (ثمین)

آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کو پانچ پہاڑوں سے بنایا تھا

(۲۲۵) عَنْ عَطَاءٍؒ: "قَالَ:

قَالَ آدَمُ: أَيْ رَبِّ! مَا لِي لَا أَسْمَعُ أَصْوَاتَ الْمَلَائِكَةِ؟ قَالَ: خَطِيْئَتُكَ وَ لٰكِنْ اِهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ فَابْنِ لِي بَيْتًا ثُمَّ احْفُفْ كَمَا رَأَيْتَ الْمَلَائِكَةَ تَحُفُّ بِبَيْتِيَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ فَيَزْعُمُ أَنَّهُ بَنَاهُ مِنْ خَمْسَةِ أَجْبُلٍ (حِرَاء) وَ مِنْ لِبْنَانَ وَ

الْجُوْدِيِّ وَ مِنْ طُوْرِ زيتا و طُوْرِ سَيْنَاءَ وَ كَانَ رَبَضُهُ مِنْ حِراءَ فَكَانَ هَذَا بَنَاءُ آدَمَ ثُمَّ بَنَاهُ إِبْرَاهِيْمُ ﷺ.“

[ضعيف جداً] (أخرجه عبدالرزاق فی المصنف، ج ٥/ ٩٠٩٢)

(۲۲۵) ترجمہ: حضرت عطاءؒ سے روایت ہے: آدمؑ نے بارگاہ ربّ العزت میں عرض کیا: میرے رب! کیا بات ہوگئی کہ اب میں فرشتوں کی تسبیح نہیں سنتا ہوں؟ جواب آیا کہ تمہارے اپنے گناہ کے سبب، آدم زمین میں جا اور میرے لیے ایک گھر تعمیر کر اور پھر اس سے چمٹ جا جس طرح تم نے دیکھا ہے کہ فرشتے میرے گھر سے چمٹے ہوئے ہیں آسمان میں، (یعنی آدمؑ ایک بیت اللہ تعمیر کر اور اس گھر کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کردے جس طرح فرشتے آسمان میں گھیرے ہوئے ہیں اور ہمہ وقت اس کا چکر لگا رہے ہیں تو بھی ایسا کر) آدمؑ نے گمان کیا کہ بیت اللہ کی تعمیر پانچ پہاڑوں سے ہوئی ہے۔ جبل حراء، جبل لبنان، جبل جودی اور جبل طور زیتا اور طور سینا اور کعبۃ اللہ کی بنیاد جبل حراء سے ہوئی تھی اور یہ آدمؑ کی بنائی ہوئی تھی، پھر ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ تعمیر کی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۵/۹۰۹۲)

بیت اللہ ہر عہد میں آباد رہا اور قیامت تک رہے گا

(٢٢٦) وَ رَوَى الطِّبْرَانِيُّ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷺ: قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”لَمَّا أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ بَكَى عَلَى الْجَنَّةِ مِائَةَ خَرِيفٍ، ثُمَّ نَظَرَ إِلَى سَعَةِ الْأَرْضِ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ! أَ مَّا لِأَرْضِكَ عَامِرٌ يَسْكُنُهَا غَيْرِيْ؟ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ بَلٰى، فَإِنَّهَا سَتُرْفَعُ بُيُوْتٌ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمِي وَ سَأُبَوِّئُكَ مِنْهَا بَيْتًا أَخْتَصُّهُ بِكَرَامَتِيْ وَ أُحِلُّهُ عَظَمَتِي وَ أُسَمِّيْهِ بَيْتِي وَ أُنْطِقُهُ بِعَظَمَتِي وَ لَسْتُ أَسْكُنُهُ وَ لَيْسَ يَنْبَغِي لِيْ أَنْ أَسْكُنَ الْبُيُوْتَ وَ لَا يَسِعُنِي وَ لٰكِنْ عَلَى عَرْشِي وَ كُرْسِيْ عَظَمَتِي وَ لَيْسَ يَنْبَغِي لِشَيْءٍ مِّمَا خَلَقْتُ أَنْ يَخْرُجَ مِنْ قَبْضَتِي وَ لَا مِنْ قُدْرَتِي وَ تَعْمُرُهُ يَا آدَمُ مَا كُنْتَ حَيًّا ثُمَّ تَعْمُرُهُ الْقُرُوْنُ مِنْ بَعْدِكَ أُمَّةً بَعْدَ

أُمَّةٍ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ حَتّٰى يَنْتَهِي إِلَى وَلَدٍ مِنْ أَوْلَادِكَ، يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَجْعَلُهُ مِنْ عُمَّارِهِ وَ سُكَّانِهِ." [ضعیف جداً] (کما فی مجمع الزوائد، ج ۳ص۲۸۷)

(۲۲۶) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اتارا تو ایک سو سال جنت کے چھوٹنے پر روتے رہے۔ (اِدھر اُدھر زمین کی آبادی کو نہ دیکھا اور جنت کے غم میں روتے رہے) پھر زمین کی وسعت پر نگاہ ڈالی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اس سرزمین پر کیا میرے علاوہ بھی کوئی اس کی آبادی وآب کاری کے لیے آئے گا جو یہاں ٹھہرے گا اور آباد کرے گا (یعنی اتنی لمبی چوڑی کائنات عالم کی سرزمین مغرب سے مشرق، شمال سے جنوب اربہا ارب مربع میل پر کیا میرے علاوہ بھی کوئی دوسرا آئے گا جو اس زمین کو آباد کرے گا اور اس میں سکونت اختیار کرے گا؟)

حق جل مجدہ نے آدمؑ پر وحی نازل کی، کیوں نہیں؟ اس طرح کہ حق جل مجدہ کے لیے بلند کیے جائیں گے کچھ گھر جس میں میرا نام بار بار لیا جائے گا (یعنی حق جل مجدہ اس زمین میں مساجد وعبادت گاہ بنوائے گا، جس میں حق جل مجدہ کا نام لیا جائے گا، وہ اس روئے زمین کو آباد کریں گے) اور میں تم کو اس کی جگہ بتلا دوں گا اور ان میں سے ایک گھر کو میں خاص کر دوں گا، اپنی کرامت سے اور اپنی عظمت سے ڈھانپ دوں گا اور اس کا نام میرا گھر ہوگا، اور اس کا ذکر نامزد ہوگا میری عظمت سے اور میں اس گھر میں سکونت نہیں اختیار کروں گا اور نہ میری شان کے مناسب ہے کہ میں کسی گھر میں سکونت اختیار کروں، نہ ہی کسی گھر میں گنجائش ہے جہاں میں رہوں، ہاں! میرا عرش میری کرسی میری عظمت کا متحمل ہے، اور میری مخلوقات میں کسی چیز کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ گرفت اور میرے قبضہ قدرت سے خارج ہو جائے (یعنی ہر مخلوق پر میری گرفت، اور قبضۂ قدرت کا حاکمانہ قبضہ ہے۔) اور اے آدمؑ جب تک تو زندہ رہے گا، اس گھر کو آباد رکھے گا، پھر تیرے بعد عہد بہ عہد ہر زمانہ میں وہ آباد رہے گا، ایک امت کے بعد دوسری امت۔ ایک قرن کے بعد

دوسرا قرن، یہاں تک کہ یہ سلسلہ تیری اولاد میں سے ایک لڑکا جس کا نام ابراہیمؑ ہوگا، میں اس کو اس مسجد حرام کے آباد کرنے والے اور اس کی سکونت اختیار کرنے والے میں بنادوں گا۔ (مجمع الزوائد،۳/۲۸۷)

آدم علیہ السلام نے حج بیت اللہ جاتے ہوئے جہاں جہاں قیام کیا آبادی وشہر وہاں آباد ہو گئے

(۲۲۷) وَ لِأَبِی الْقَاسِمِ الْأَصْبَهَانِی عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ قَالَ:

"أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ يَا آدَمَ حَجِّ هَذَا الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يَحْدُثَ بِکَ حَدَثُ الْمَوْتِ. قَالَ: وَ مَا يَحْدُثُ عَلَيَّ يَا رَبِّ؟ قَالَ: مَا لَا تَدْرِی وَ هُوَ الْمَوْتُ. قَالَ: وَ مَا الْمَوْتُ؟ قَالَ: سَوْفَ تَذُوْقُ. قَالَ: وَ مَنْ أَسْتَخْلِفُ فِی أَهْلِی؟ قَالَ: عُرِضَ ذٰلِکَ عَلَى السَّمَاوَاتِ فَأَبَتْ، وَ عُرِضَ عَلَى الْأَرْضِ فَأَبَتْ، وَ عُرِضَ عَلَى الْجِبَالِ فَأَبَتْ. وَ قَبِلَهُ ابْنُهُ قَاتِلُ أَخِيْهِ، فَخَرَجَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَرْضِ الْهِنْدَ حَاجًّا، فَمَا نَزَلَ مَنْزِلًا أَكَلَ فِيْهِ وَ شَرِبَ إِلَّا صَارَ عِمْرَانًا بَعْدُ وَ قُرىً حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَقْبَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا آدَمُ بُرَّ حَجُّکَ. أَمَا إِنَّا قَدْ حَجَجْنَا هَذَا الْبَيْتَ قَبْلَکَ بِأَلْفَیْ عَامٍ. قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ يَاقُوْتَةٌ حَمْرَاءُ جَوْفَاءُ، لَهَا بَابَانِ، مَنْ يَطُوْفُ يَرَى مَنْ فِی جَوْفِ الْبَيْتِ، وَ مَنْ فِی جَوْفِ الْبَيْتِ يَرَى مَنْ يَطُوْفُ، فَقَضَى آدَمُ نُسُكَهُ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا آدَمُ! قَضَيْتَ نُسُكَکَ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا رَبِّ! قَالَ: فَسَلْ حَاجَتَکَ تُعْطَ. قَالَ: جُلُّ حَاجَتِی أَنْ تَغْفِرَ لِی ذَنْبِی وَ ذَنْبَ وَلَدِی. قَالَ: أَمَّا ذَنْبُکَ يَا آدَمُ فَقَدْ غَفَرْنَا حِيْنَ وَقَعْتَ بِذَنْبِکَ وَ أَمَّا ذَنْبُ وَلَدِکَ فَمَنْ عَرَفَنِی وَ آمَنَ بِي وَ صَدَّقَ رُسُلِی وَ كِتَابِی غَفَرْنَا لَهُ ذَنْبَهُ." [ضعيف جداً] (كما فی الترغيب والترهيب للمنذری ج ۲ ص ۲۷۱)

(۲۲۷) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام پر وحی بھیجی: کہ اے آدمؑ! تم بیت اللہ کا حج موت کا حادثہ آنے سے پہلے کرلو۔ آدمؑ نے رب تبارک وتعالیٰ سے سوال کیا: وہ حادثہ مجھ پر کیا آئے گا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: تم کو معلوم نہیں وہ حادثہ موت ہے۔ آدمؑ نے پھر سوال کیا: موت کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب تو اس کا ذائقہ چکھے گا (اور مشاہدہ کرے گا) آدمؑ نے سوال کیا: پھر میرے اہل وعیال کا نگراں کون ہوگا؟ یہ ذمہ داری آسمان پر پیش کی گئی تو انکار کردیا، زمین پر پیش کی گئی اس نے انکار کردیا، پہاڑوں پر پیش کی گئی انکار کردیا، اور آدمؑ کے بیٹے اپنے بھائی کے قاتل نے قبول کرلیا۔ آدم علیہ السلام سرزمین ہند سے حج کی نیت سے نکلے تو راستہ میں جہاں کہیں پڑاؤ ڈالا وہاں کھایا پیا، وہاں آبادی ہوگئی اور شہر کا شہر بس گیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچے تو فرشتوں نے استقبال کیا اور آدمؑ کو کہا: السلام علیک یا آدم! حج مبرور مبارک۔ ہاں ہم لوگوں نے تو تم سے دو ہزار سال پہلے ہی اس گھر کا حج کر لیا تھا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت بیت اللہ سرخ یاقوت کا مجوف تھا (یعنی یاقوت کے اندر خالی تھا یا اندر کا حصہ تراشا ہوا تھا تاکہ اندر بیت اللہ میں جایا جاسکے) اس میں دو دروازے بھی تھے، جو طواف کرتا وہ دیکھ لیتا تھا کہ بیت اللہ کے اندر کون ہے، اور جو بیت اللہ کے اندر ہوتا وہ دیکھ لیتا کہ طواف کون کررہا ہے۔ جب آدمؑ نے حج کے ارکان پورے کرلیے تو حق جل مجدہ نے آدمؑ کو وحی کی: اے آدمؑ! آپ نے ارکان پورے کرلیے؟ آدمؑ نے جواب دیا: ہاں یارب! حق جل مجدہ نے فرمایا: آدمؑ سوال کرو، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ آدمؑ نے عرض کیا: رب العزت میری سب سے بڑی اہم حاجت وضرورت یہ ہے کہ میری مغفرت کردی جائے اور میری اولاد کی بھی، حق جل مجدہ نے فرمایا: اے آدمؑ! جہاں تک تیرے گناہ کا سوال ہے تو جس وقت تجھ سے گناہ ہوا تھا اسی لمحہ میں نے معاف کردیا تھا اور تیرے بیٹے کا گناہ تو سن لو! جو مجھ کو پہچانے گا (کہ

میں رب ہوں) اور مجھ پر ایمان لائے گا اور میرے رسولوں کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور میری کتابوں کو مانے گا تو ہم اس کے گناہ کو بھی معاف کر دیں گے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ۲/۱۷۲)

کعبۃ اللہ کی شکایت، بارگاہ ربّ العزّت اور نورِ قیامت

(۲۲۸) وَ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ- يُقَالُ لَهُ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ - قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ كَعْبٍ — يَعْنِي كَعْبَ بْنِ مَاتِعِ الْمَعْرُوْفِ بِكَعْبِ الْأَحْبَارِ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَيُخْبِرُ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْفَضْلِ . فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ! إِنَّكَ تُكْثِرُ ذِكْرَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ لَا تُكْثِرُ ذِكْرَ هَذَا الْبَيْتِ . فَقَالَ لَهُ كَعْبٌ رضی اللہ عنہ:

”وَ الَّذِي نَفْسُ كَعْبٍ بِيَدِهٖ، مَا خَلَقَ اللّٰهُ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ هَذَا الْبَيْتِ: إِنَّ لَهُ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ، وَ إِنَّهُمَا لَيَنْطِقَانِ ، وَ إِنَّ لَهُ لَقَلْبًا يَعْقِلُ بِهٖ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُوْحَفْصٍ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ لَا تَزَالُ تُحَدِّثُنَا تَابِلَةً أَنَّ الْحِجَارَةَ تَتَكَلَّمُ !! فَقَالَ كَعْبٌ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنَّ الْكَعْبَةَ اشْتَكَتْ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ: يَا رَبِّ! قَلَّ زُوَّارِي وَ قَلَّ عُوَّادِي. فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَى إِلَيْهَا: إِنِّي مُنْزِلٌ عَلَيْكِ تَوْرَاةً حَدِيْثَةً وَ عِبَادًا مُتَهَجِّدِيْنَ سُوْنَكِ حُدُوْدًا سُجُوْدًا يَحِنُّوْنَ إِلَيْكِ حَنِيْنَ الْحَمَامَةِ إِلَى بَيْضَتِهَا، وَ يَدِفُّوْنَ إِلَيْكِ دُفُوْفَ النُّسُوْرِ، مَنْ طَافَ بِكِ سَبْعًا كَانَ لَهُ عَدْلُ رَقَبَةٍ مُحَرَّرَةٍ، وَ مَا مِنْ حَالِقٍ يَحْلِقُ عِنْدَ هَذَا الْبَيْتِ إِلَّا كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.“

[ضعيف جداً] (أخرجه عبدالرزاق في مصنفه، ج ٥/٨٨٢٨)

(۲۲۸) ترجمہ: کعب احبارؒ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں کعب احبارؒ کی جان ہے، حق جل مجدہ نے پوری روئے زمین پر بیت اللہ سے افضل کوئی جگہ پیدا ہی نہیں کی ہے، بیت اللہ کو بولنے کے لیے زبان اور دو ہونٹ بھی دیئے ہیں اور دونوں بولتے ہیں اور بیت اللہ کو قلب بھی عطا ہوا ہے جس سے ہوش و شعور بھی بھرپور ہے۔

ابوحفص نامی ایک شخص نے کعب احبارؒ سے کہا کہ: اے ابواسحاقؒ (ان کی کنیت ہے) تم تو ایسی دل کوخوش کرنے والی، شوق کو بڑھانے والی باتیں کررہے ہو کہ آدمی بس سنتا ہی چلا جائے کہ کعبۃ اللہ کا پتھر بھی باتیں کرے گا۔

کعبؒ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کعبۃ اللہ نے ربّ العزّت سے شکایت میں کہا: یارب میری زیارت کرنے والے کم ہیں، بار بار میری طرف آنے والے کم ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں تیری طرف نئے نئے عاشقوں کی جماعت کونازل کروں گا (جوعشق میں تیری زیارت کو جائیں گے، ان کا دل تیری زیارت کے لیے بے قرار ہوگا) اور پوری جد وجہد کے ساتھ عبادت گزار ہوں گے۔ تیرے حدود کوملحوظ رکھیں گے۔ سجدہ میں بلبلائیں گے، جس طرح کبوتری انڈے پر بیٹھ کر اپنی حاجت پوری کرنے کے وقت مدد کے لیے اپنے نرکو بلاتی ہے۔ (اے کعبہ! عاشقوں کی جماعت سجدہ میں رب تبارک وتعالیٰ کو اپنی حاجت وضرورت کے لیے پکارے گی، گرگرائے گی اوررب کو بلائے گی لہٰذا تو شاکی نہ بن) اے کعبۃ اللہ! تیرے اردگرد میرے بندے اس طرح دوڑیں گے جیسے کہ گدھ اڑنے سے پہلے تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے پھر اڑتا ہے، میرے بندے بھی تیرے اردگرد دوڑیں گے۔ اے کعبہ! سن لے جو تیرا سات چکر طواف کرے گا اس کو ایک گردن کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جو کوئی سر کا حلق کرائے گا اس گھر کے قریب (یعنی طواف وسعی کے بعد) تو اس کے ہر بال کے عوض ایک نور ملے گا قیامت کے دن۔ (مصنف عبدالرزاق ۵/۸۸۲۸)

حضرت آدمؑ اور ابلیس کا حق جل مجدہ سے سوال

(۲۲۹) وَ لِلدَّيْلَمِي عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ:

"لَـمَّـا أَسْـكَـنَ الـلّٰـهُ آدَمَ الْبَيْـتَ قَـالَ: إِنَّـكَ أَعْطَيْتَ كُلَّ عامِلٍ أَجْرَهُ فَـأَعْـطِـنِي أَجْرِي، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَكَ إِذَا طُفْتَ بِهِ. قَالَ: يَا رَبِّ زِدْنِي. قَـالَ: قَـدْ غَـفَـرْتُ لِمَنْ طَافَ بِهِ مِنْ وَلَدِكَ. قَالَ: يَا رَبِّ زِدْنِي.

قَالَ قَدْ غَفَرْتُ لِمَنِ اسْتَغْفَرُوْا لَهُ. قَالَ : فَقَامَ إِبْلِيْسُ عَلَى الْمَأْزِمِيْنَ فَقَالَ: يَا رَبِّ! جَعَلْتَنِي فِي دَارِ الْفَنَاءِ، وَ جَعَلْتَ مَصِيْرِي إِلَى النَّارِ، وَ جَعَلْتَ مَعِي عَدُوِّيْ آدَمَ، وَ قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَأَعْطِنِي كَمَا أَعْطَيْتَهُ قَالَ : قَدْ جَعَلْتُكَ تَرَاهُ وَ لَا يَرَاكَ. قَالَ: يَا رَبِّ زِدْنِي. قَالَ: قَدْ جَعَلْتُ قَلْبَهُ مَسْكَنًا لَكَ. قَالَ: يَا رَبِّ زِدْنِي. قَالَ : قَدْ جَعَلْتُكَ تَجْرِي مِنْهُ مَجْرَى الدَّمِ. قَالَ: فَقَامَ آدَمُ فَقَالَ : يَا رَبِّ قَدْ أَعْطَيْتَ إِبْلِيْسَ فَأَعْطِنِي. قَالَ : قَدْ جَعَلْتُكَ تَهُمُّ بِالسَّيِّئَةِ وَ لَا تَعْمَلُهَا فَلَا أَكْتُبُهُ عَلَيْكَ وَ أَكْتُبُ لَكَ مَكَانَهَا حَسَنَةً قَالَ: يَا رَبِّ! زِدْنِي. قَالَ: وَاحِدَةً لِي وَ وَاحِدَةً بَيْنِي وَ بَيْنَكَ وَ أُخْرىٰ لَكَ فَضْلٌ مِنِّي عَلَيْكَ، فَأَمَّا الَّتِي لِيْ تَعْبُدُنِي وَ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، وَ أَمَّا الَّتِي بَيْنِي وَ بَيْنَكَ فَمِنْكَ الدُّعَاءُ وَ مِنِّي الْإِجَابَةُ، وَ أَمَّا الَّتِي لَكَ فَإِنَّكَ تَعْمَلُ الْحَسَنَةَ فَأَكْتُبُهَا بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا، وَ أَمَّا الَّتِي فَضْلٌ مِنِّي عَلَيْكَ فَتَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرُ لَكَ وَ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ." [ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج٥/ ١٢٠١١)

(۲۲۹) ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے: جب حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو بیت اللہ میں ٹھہرایا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ! آپ نے ہر عامل کو اس کا اجر وثواب عطا کیا سو مجھ کو بھی عطا کر، اللہ پاک نے وحی بھیجی، میں نے تمہاری مغفرت کردی جبکہ تم نے طواف کیا، انھوں نے عرض کیا: اور زیادہ عطا کر! ارشاد ہوا: آپ کی اولاد وذرّیت میں سے جو بھی طواف کرے گا اس کی بھی مغفرت کردی۔ انھوں نے عرض کیا: اور بھی زیادہ عطا کر! ارشاد ہوا: اور اس کی بھی مغفرت کردی جس کی طواف کرنے والے مغفرت مانگیں گے، پھر ابلیس لعین نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ نے مجھ کو دارالفناء دنیا میں رکھا اور میرا ابدی ٹھکانا جہنم بنایا، اور میرے ساتھ میرے دشمن آدمؑ کو کردیا، ربّ العالمین آپ نے جس طرح ان کو عطا کیا مجھ کو بھی عطا کیجیے! حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اچھا جا تو آدمؑ کو دیکھے گا، مگر وہ تجھ کو نہیں دیکھے گا۔ لعین نے عرض کیا: اور بھی

عطا کر؟ ارشاد ہوا: آدمؑ اوران کی ذریت کا دل تیرا مسکن وٹھکانا ہوا، لعین نے عرض کیا: اور بھی عطا کر۔ ارشاد ہوا: تو آدمؑ اوران کی اولاد کے خون کی رگوں میں دوڑے گا (یعنی خون کی رگوں میں دوڑ کر جس طرح چاہنا گمراہ کرنا، وساوس پیدا کرنا اور خیالاتِ فاسدہ ڈالنا وغیرہ)۔

پھر آدم علیہ السلام کھڑے ہوئے عرض کیا: ربّ العزت آپ نے ابلیس لعین کو عطا کیا تو مجھ کو بھی عطا کر؟ ارشاد ہوا: اے آدمؑ! جب تو نیکی کا ارادہ کرے گا اور صرف سوچے گا اور کرے گا نہیں تو محض ارادہ پر میں ایک نیکی دوں گا، انھوں نے عرض کیا: اور زیادہ دیجیے! ارشاد ہوا: جب گناہ وبرائی کا ارادہ کرے گا تو جب تک ارتکاب نہیں کرے گا میں تیرے ذمہ کوئی گناہ نہیں لکھوں گا، اوراحسان کا معاملہ کرتے ہوئے ایک نیکی ہی لکھ دوں گا (کہ گناہ کا ارادہ کرکے تو نے میرے خوف سے گناہ نہیں کیا اس پر ایک نیکی دوں گا)۔

انھوں نے عرض کیا: رب العالمین اور زیادہ دیجیے، ارشاد ہوا: ایک میری ذات کے لیے اور ایک میرے تیرے درمیان، اور ایک محض تیرے لیے، اور ایک بطور فضل کے اور بھی میری طرف سے تیرے لیے۔

محض میری ذات کے لیے تیرا عبادت کرنا جس میں تو کسی اور کو میرا شریک نہ کر۔

اور میرے اور تیرے درمیان وہ تیرا مجھ سے دعا کرنا اور میرا کام ہے قبول کرنا (یعنی تو مانگ اور میں دوں گا) اور جو محض تیرے لیے ہی ہے وہ تیری حسنات ونیکیاں ہیں جو تو کرتا ہے تو میں دس گنا لکھتا ہوں۔ اور ایک محض میرا فضل وانعام جو تجھ پر ہے، وہ یہ کہ تو گناہ وسیئات کے بعد مغفرت مانگتا رہ میں مغفرت کرتا رہوں گا اور کبھی بھی گناہ کرنے کے بعد مایوس نہ ہونا کہ میں غفور رحیم ہوں۔ (کنز العمال ۵/۱۲۰۱۱)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ آمین!

(۲۳۰) وَ لِلْأَزْرَقِی وَ الطِّبْرَانِی فِی الْأَوْسَطِ وَ الْبَيْهَقِي فِي الدَّعْوَاتِ وَ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ بَرِيدَةَ رضی اللہ عنہ.

"لَمَّا أَهْبَطَ اللّٰهُ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّي وَ عَلَانِيَتِي فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَ تَعْلَمُ حَاجَتِي فَأَعْطِنِي سُؤْلِي، وَ تَعْلَمُ مَا عِنْدِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، اَسْأَلُكَ إِيمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِي وَ يَقِينًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُصِيبُنِي إِلَّا مَا كُتِبَ لِي وَ رَضِّنِي بِقَضَائِكَ. فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ يَا آدَمُ إِنَّكَ قَدْ دَعَوْتَنِي بِدُعَاءٍ اسْتُجِيبَ لَكَ فِيهِ وَ غُفِرَتْ ذُنُوبُكَ وَ فُرِّجَتْ هُمُومُكَ وَ غُمُومُكَ وَ لَنْ يَدْعُوَ بِهِ أَحَدٌ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مِنْ بَعْدِكَ إِلَّا فَعَلْتُ ذَلِكَ بِهِ وَ نَزَعْتُ فَقْرَهُ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ وَ اتَّجَرْتُ لَهُ مِنْ وَرَاءِ كُلِّ تَاجِرٍ وَ أَتَتْهُ الدُّنْيَا وَ هِيَ كَارِهَةٌ وَ إِنْ لَمْ يُرِدْهَا."

(كما في كنزالعمال ج٥/ ١٢٠٣٤)

(۲۳۰) ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے: جب اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، تو انھوں نے ''بیت اللہ'' کا سات طواف کیا، اور ''مقام'' کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کی، پھر دعا ومناجات کرتے ہوئے عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّي وَ عَلَانِيَتِي فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَ تَعْلَمُ حَاجَتِي فَأَعْطِنِي سُؤْلِي، وَ تَعْلَمُ مَا عِنْدِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، اَسْأَلُكَ إِيمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِي وَ يَقِينًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُصِيبُنِي إِلَّا مَا كُتِبَ لِي وَ رَضِّنِي بِقَضَائِكَ.

(ترجمہ) اے اللہ! آپ میرے ظاہر و باطن کی چیزوں کو جانتے ہیں، میرا عذر قبول کر لیجئے! آپ میری حاجتوں کو جانتے ہیں؛ لہٰذا میرے سوالوں کو پورا فرما دیجیے! آپ کو میرے سیئات کا علم ہے؛ لہٰذا میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے! میں تجھ سے ایسے ایمان

کی درخواست کرتا ہوں، جو میرے دل سے جا لگے، اور سچے یقین کا یہاں تک کہ میرے اندر اس بات کا عقیدہ راسخ ہوجائے کہ: تیری لکھی ہوئی مصیبتیں ہی آتی ہیں، سو ارحم الراحمین! مجھ کو اپنے قضا وقدر پر راضی رہنے کی توفیق بخش دے! آمین!

اللہ پاک نے اس مناجات کے بعد وحی بھیجی: اے آدمؑ! تو نے جو دعا مانگی ہے اسے میں نے قبول کرلی، تیرے گناہ معاف کردیئے، تیرے غم اور تیری رنجیدگی کو رفع کردیا، جب کبھی تیری اولاد میں سے کوئی ان الفاظ کے ذریعہ دعا مانگے گا، تو میں اس کی بھی ہر تکلیف و اذیت کو یقیناً دور کردوں گا، اس کے سامنے سے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کو بالکل ہی ختم کردوں گا، اور دنیا کے ہر تاجر کی تجارت کے منافع سے اس کو رزق پہنچاؤں گا اور اس کے قدموں میں دنیا کو ذلیل کرکے ڈالوں گا اور اسے دوں گا، گرچہ وہ نہ چاہے۔

(کنز العمال ۵/۱۲۰۳۴)

مقامِ ابراہیم کے ایک پتھر پر لکھی ہوئی غیبی تحریر

(۲۳۱) وَ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ ﷺ عَنْ نَصْرِ بْنِ بَابٍ: قَالَ: رَأَتْ قُرَيْشٌ حَجَرًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ، فِيهِ كِتَابٌ، فَجَعَلُوا يُخْرِجُونَهُ إِلَى مَنْ أَتَاهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلَا يَعْلَمُونَ مَا فِيهِ حَتّٰى أَتَاهُمْ حِبْرٌ مِنَ الْيَمَنِ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ فَإِذَا فِيهِ:

"أَنَا اللّٰهُ ذُوْ مَكَّةَ صَنَعْتُهَا حِيْنَ صَنَعْتُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ بَارَكْتُ لِأَهْلِهَا فِي اللَّحْمِ وَ اللَّبَنِ، وَ فِي الصَّفْحِ الْآخَرِ: أَنَا اللّٰهُ ذُوْ مَكَّةَ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَ شَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَ مَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ، وَ فِي الصَّفْحِ الْآخِرِ: أَنَا اللّٰهُ ذُوْ مَكَّةَ خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَ الشَّرَّ، فَطُوْبٰى لِمَنْ كَانَ الْخَيْرُ عَلَى يَدَيْهِ وَ وَيْلٌ لِمَنْ كَانَ الشَّرُّ عَلَى يَدَيْهِ."

[ضعيف جداً] (كما فى المطالب العالية ج ١/١١٣٠)

(۲۳۱) ترجمہ: نصر بن باب نے کہا: قریش نے زمانۂ جاہلیت میں مقام ابراہیم پر ایک پتھر دیکھا، جس میں کچھ لکھا تھا، تو اس پتھر کو نکال کر اہل کتاب کے پاس

لائے؛ مگر وہ نہ پڑھ سکے، پھر ایک بڑا عالم اہل کتاب کو جس کو حبر کہتے ہیں یمن سے آیا اس نے پڑھا۔ اس میں تین سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ میں اللہ صاحبِ مکہ ہوں۔ میں نے مکہ کو اسی دن پیدا کیا جس دن شمس وقمر کو پیدا کیا اور یہاں کے رہنے والوں کے لیے گوشت اور دودھ میں برکت رکھی ہے۔

دوسری سطر؛ میں اللہ صاحبِ مکہ ہوں۔ میں نے رحم وقرابت کو پیدا کیا اور میں نے رحم کو رحمٰن اپنے نام سے نکالا جو قرابت ورحم سے ملے گا میں اس کو اپنی رحمت سے ملالوں گا اور جو رحم وقرابت کو توڑے گا یعنی بے تعلقی پیدا کرے گا اس کو رحمت سے جدا کردوں گا۔ تیسری سطر میں لکھا تھا؛ میں اللہ صاحبِ مکہ ہوں۔ میں نے خیر وشر کو پیدا کیا تو کامیابی وخوش نصیبی ہے، اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ پر خیر و بھلائی جاری ہو، اور ویل و بدبختی ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ سے شر اور برائی جاری ہوا۔

(المطالب العالیہ ۱/۱۱۳۰، الاتحاف ۶۷۶)

كِتَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا

بَابُ : (أَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِی بِهٖ عَبْدِی إِلَیَّ اَلنُّصْحُ لِی ......)

(۲۳۲) عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : أَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِی بِهٖ عَبْدِی إِلَیَّ النُّصْحُ لِی."

[ضعيف] (أخرجه أحمد ج ٥ ص ٢٥٤)

حق جل مجدہ کو تمام بندوں میں سب سے زیادہ کون پسند ہے؟

(۲۳۲) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

سب سے زیادہ پیارا طریقہ وہ ہے جو میرا بندہ میری فرماں برداری کے لیے اختیار کرتا ہے، میری خیرخواہی ہے۔ (مسند احمد ۵/۲۵۴)

فائدہ: نصیحت للہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے اور حق جل مجدہ کے مابین کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ رکھے۔ اس کا سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے، اس کے صفات جلال و جمال کا پوری تنزیہہ کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں پوری مستعدی کا اظہار نہ کرے۔

علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت للہ کا حاصل بالفاظ دیگر اپنے ہی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیرخواہی کرنی ہے۔ محمد بن نصر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نصح للہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل۔

(۱) فرض یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کے احکام کی بجا آوری میں بہ دل و جان سعی کی جائے اگر کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو اس کا

عزم رکھے کہ جب کبھی موقع ملے گا اس کی تلافی کرلے گا۔

(۲) نصیحت نافلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے نفس کی محبت پر اس درجہ غالب کردے کہ جب کسی چیز میں اپنے نفس اور شریعت کا مقابلہ آپڑے تو شریعت ہی کی جانب کو ترجیح دے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی تمام مرغوبات کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کرڈالے۔ (ترجمان السنہ: ۲/۷۷۱۔ جامع العلوم والحکم: ص ۵۶)

بَابُ : (إِنَّ اللّٰهَ لَيَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ...)

باب: اللہ تعالیٰ بندے سے قیامت کے دن سوال کرے گا

(۲۳۳) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:

"إِنَّ اللّٰهَ لَيَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَقُوْلُ: مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَ الْمُنْكَرَ أَنْ تُنْكِرَهُ؟ فَإِذَا لَقَّنَ اللّٰهُ عَبْدًا حُجَّتَهُ قَالَ: يَا رَبِّ رَجَوْتُكَ وَ فَرِقْتُ مِنَ النَّاسِ." [صحيح] (أخرجه ابن ماجه ج ۲/۷ ۴۰۱)

منکر و برائی کو دیکھ کر نہ روکنے والوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا

(۲۳۳) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن بندہ سے سوال کرے گا، یہاں تک کہ کہے گا:

جب تم نے منکر و برائی ہوتے ہوئے دیکھا تو کیوں نہیں منع کیا؟ (آخر کونسا عذر مانع اور رکاوٹ کا ذریعہ بنا تھا) جب اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل میں خود جواب القا کریں گے تو کہے گا: ربّ العزّت آپ کی رحمت کی امید قوی تھی کہ اس جرم کو (یعنی عدم نکیر منکر کو) بھی معاف کردیں گے اس لیے لوگوں سے الگ تھلگ رہا۔ (سنن ابن ماجہ ۲/۷ ۴۰۱، الاتحاف ۹/ ۳۷۹)

بَابُ : (دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعَرَفْتُ فِی وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَفَزَهُ شَیْءٌ)

باب: میں چہرہ انور ﷺ کو دیکھ کر میں پہچان گئی کہ ضرور کچھ بات پیش آ گئی ہے

(٢٣٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَفَزَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ خَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا فَدَنَوْتُ مِنَ الْحُجُرَاتِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ:

"يٰأَيُّهَا النَّاسُ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْعُوْنِي فَلَا أُجِيْبُكُمْ وَ تَسْأَلُوْنِي فَلَا أُعْطِيْكُمْ وَ تَسْتَنْصِرُوْنِي فَلَا أَنْصُرُكُمْ." [ضعيف] (أخرجه أحمد ج ٦ ص ١٥٩)

دعا کب قبول نہ ہوگی؟

(۲۳۴) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کے روئے انور کو دیکھ کر پہچان گئی کہ کوئی بات ضرور پیش آئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے وضو کیا اور گھر سے نکل گئے، کسی سے کوئی بات نہ کی، میں دیوار کے قریب ہوگئی تو سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے لوگو! حق جل مجدہ فرماتا ہے: لوگوں کو بھلائی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم مجھ سے دعائیں مانگو اور میں تمہاری دعا قبول نہ کروں اور مجھ سے سوال کرو، میں تمہارا سوال پورا نہ کروں اور دشمنوں پر مدد چاہو اور میں مدد نہ کروں۔ (سنن احمد-۱۵۹/۶)

انبیاءؑ کی زبانی سرکشوں پر لعنت

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (المائده، ٧٨)

ترجمہ: ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤدؑ کی زبان پر اور عیسیٰؑ بیٹے مریمؑ کے یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے۔ (شیخ الہندؒ)

یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے۔ لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ عصیان و تمرد میں حد سے گذر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرائم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا بلکہ شیر وشکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے ہوئے تھے۔ منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ تب اللہ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت مسیحؑ کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ جیسے گناہوں پر ان کی جسارت حد سے گذر چکی تھی۔ یہ لعنت جو ایسے جلیل القدر انبیاءؑ کے توسط سے کی گئی۔ غیر معمولی طور پر تباہ کن ثابت ہوئی۔ غالبًا اسی لعنت کے نتیجہ میں ان میں کے بہت سے افراد ظاہرًا و باطنًا بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیے گئے اور باطنی مسخ کا دائرہ تو اس قدر وسیع ہوا کہ ان کے بہت سے لوگ آج بھی ان مسلمانوں کو چھوڑ کر جو اللہ کی تمام کتب سماویہ تمام انبیاءؑ کی تصدیق و تعظیم کرتے ہیں مشرکین مکہ سے جو خالص بت پرست اور نبوات وغیرہ سے جاہل محض ہیں مسلمانوں کے خلاف دوستی گانٹھتے ہیں۔ اگر ان اہل کتاب کو اللہ پر، نبی پر اور وحی الٰہی پر واقعی اعتقاد ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اس قوم کی ضد میں جو ان تمام چیزوں کو مکمل طور پر مانتے ہیں بت پرستوں سے ساز باز کرتے۔ یہ بے حسی، بدمذاقی اور حق پرستوں سے بھاگ کر بت پرستوں سے دوستی کرنا، اسی لعنت اور پھٹکار کا اثر ہے جس نے انھیں اللہ کی رحمتِ عظیمہ سے کوسوں دور پھینک دیا ہے۔ پچھلی آیات میں ان کی گذشتہ کفریات اور جرائم کو بیان کر کے غلو فی الدین اور گمراہوں کی کورانہ تقلید سے منع فرمایا تھا تا کہ اب بھی اپنی ملعون حرکات سے تائب ہو کر حق وصداقت کے راستہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس رکوع میں ان کی موجودہ حالت پر متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ جو لعنت داؤدؑ اور مسیحؑ کی زبانی ہوئی تھی اس کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین سے نفرت و عداوت اور جاہل مشرکوں سے محبت یہ کھلی دلیل اس کی ہے کہ ان کے قلوب اللہ کی لعنت کے اثر سے بالکل ممسوخ ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی انہوں نے اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا تو

ایسی شدید لعنت کے مورد بنیں گے جو اللہ تعالیٰ سیّد الانبیاء خاتم الرسل ﷺ کی زبان سے ان پر بھیجے گا۔ (تفسیر عثمانی)

روک ٹوک نہ کرنے کا نتیجہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں سے اگر کوئی شخص گناہ کرتا تھا تو دوسرا شخص اس کو منع کرتا تھا۔ لیکن دوسرے روز صبح کو یہی منع کرنے والا اسی گنہگار کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل گناہ میں اس کو آلودہ، اس نے دیکھا ہی نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو سب کے دل ایک جیسے کر دیئے، اور کچھ لوگوں کو ان میں بندر اور سور بنا ڈالا۔ اور داودؑ اور عیسیٰؑ کی زبانی ان پر لعنت کی۔ اس کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود ممانعت سے تجاوز تھا۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: تم کو ضرور نیکی کی ہدایت اور برائی سے باز داشت اور بیوقوف کے ہاتھوں پر گرفت اور حق پر اجتماعی موافقت کرنی لازم ہے، ورنہ تمہارے دلوں کو اللہ ایک جیسا کر دے گا (یعنی سب کے دلوں پر مہر لگا دیگا اور جس طرح ان پر لعنت کی اسی طرح تم پر بھی لعنت کرے گا)۔

(تفسیر مظہری، گلدستہ، ج ۲، ص ۳۱۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے خود سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو اغلب ہے کہ اللہ کا عذاب ان سب پر آ جائے۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ، ج ۲، ص ۳۱۷)

بھلائی کا ترک کرنا بڑا برُا گناہ ہے

بیضاوی نے لکھا ہے کہ بھلائی کا ترک کرنا گناہ کرنے سے بڑا بُرا گناہ ہے، کیونکہ معصیت میں تو نفس کیلیے لذت ہوتی ہے، طبیعت کا جھکاؤ ہوتا ہے، لیکن بھلائی ترک کرنے میں نہ لذت ہوتی ہے نہ میلان طبع۔ اس لیے بھلائی کا ترک کرنا زیادہ مذمت کے قابل ہے۔

اسلیے ضروری ہے کہ خود بھی برائی سے رکے، دوسروں کو بھی روکے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں ضروری ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے، جس سے امن وامان، صلاح وفلاح اور شعائر اسلام کو حیات ملتی ہے۔ صالح معاشرہ کا وجود و بقاء اور شر وفساد کا خاتمہ ہوتا ہے، انسانیت کو چین وسکون کی زندگی ملتی ہے، سلامتی و شرافت کا بول بالا ہوتا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے انسان ہی نہیں چرند و پرند، اَنعام و بہائم کو بھی راحت و عافیت نصیب ہوتی ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ اس بات کی تحریری شہادت فراہم کرتی ہے۔ نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اونٹ کے مالک کو ہدایات، پرندے کے گھونسلے سے بچے کو نکالنے والے کو ارشادات اس قسم کے محاسن دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملیں گے۔ دراصل غلطی اور غلط فہمی یہ ہوئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مفہوم یہ تصور کرلیا گیا یا کرادیا گیا کہ جنگ وجدال، مار دھاڑ ہی اس کا معنی ہے، جبکہ سیدھا سادہ معنی اس کا یہ ہے کہ خیر وخواہی اور بھلائی کو پھیلانا۔ اگر یہ کہا جائے کہ خوشبو لگاؤ اور ماحول کو معطر رکھو۔ خوشبو پھیلاؤ، خود بھی خوش رہو اور سب کو خوش رکھو اور بدبو و غلاظت کو جسم سے دور رکھو اور دوسروں کی بھی طبیعت کو مکدر نہ کرو۔ تو کیا یہ معیوب ہے؟ دنیا کی تمام حکومتیں اپنے اپنے قوانین نافذ کرتی ہیں اور جو قانون شکنی کرے اس کو باغی شمار کرتی ہیں، اور جرائم سے روکتی ہیں۔ تو دوستو! رب ذوالجلال اس کائنات عالم کا خالق و مالک ہے اس کے بھی کچھ قانون ہیں، کچھ کرنے کے اور کچھ نہ کرنے کے، جو کرنے کے ہیں اس کو کرنے کے لیے لوگوں کو کہنا امر بالمعروف ہے اور جو نہ کرنے کے ہیں اس سے لوگوں کو منع کرنا نہی عن المنکر ہے اور اس کے مراتب الگ الگ ہیں، کبھی یہ فرض و واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، اندھا کنویں میں گر پڑے گا، اگر اس کا ہاتھ نہ تھاما گیا، تو آنکھ والے پر فرض ہے کہ اندھے کا ہاتھ قوت کے ساتھ تھام لے اور اندھے کو ہلاکت سے بچائے۔ کیا یہ جرم ہے؟ ہاں افسوس کہ آج کے دانشور اس کو جرم کہتے ہیں۔

اسلام- کائناتِ عالم کا الٰہی قانون ہے

اسلام تنہا اب اس کائنات کا الٰہی قانون ہے۔ خالق کا قانون مخلوق میں نافذ کر دیجیے، دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی۔ مخلوق پر مخلوق کا قانون، ظلم وستم، بے قراری وبے چینی اور تصادم پیدا کرے گا، امن وامان کا دعویٰ کرنے والے محض جھوٹے وکذّاب ہیں، وہ محض اپنے تعیش وعشرت کدہ کو آباد رکھنے کی خاطر قانونِ الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں، امر بالمعروف سے اخلاقیات کا نشو ونما ہوگا، انسانیت کو عزّت ملے گی، مفلوک ومغلوب لوگوں کو ظالم وجابر کے شکنجہ وپنجہ سے آزادی ملے گی، بے کس وبے بس ماؤں وبہنوں کی عفت وعصمت کو تحفظ ملے گی، آبروریزی سے نجات ملے گی، سرمایہ دارانہ نظامِ بربریت کا خاتمہ ہوگا۔ افسوس صد افسوس ! کہ نہی عن المنکر نہ ہونے سے آج ایک بچی کی عفت وعصمت کو تارتار کرنے والا بدکردار بھی اپنے جرم کی سزا نہ پانے کے لیے کورٹ میں وکیل کرکے کھلے مہار گھومتا ہے اور معصوم بچی کے ماں باپ عدل وانصاف کی چوکھٹ پر دستک بھی نہیں دے سکتے کہ ان کے پاس انصاف کو پانے کے لیے وکیل کی فیس نہیں ہے اور یہ شیطان کی اولاد ضمیر فروش انسانیت کوش ہوگئی کہ مجرم سے اپنی فیس لے کر فخر ومباہات سے گردن بلند کرتی ہے کہ میں نے فلاں زانی کو بچالیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آج قاتل، زانی، مجرم وظالم سبھی کو تحفظ عدالت دیتی ہے اور افسوس کہ مظلوم ومقتول کو دوھری سزا مل رہی ہے کہ عدالت تک آنے کے لیے ہزاروں روپے چاہئیں۔ ظالم نے ایک ظلم کیا اور عدالت بھی ایک ظلم کر رہی ہے۔ تو دونوں ہی اس مظلوم کے حق میں ظالم ہیں ہاں ظلم کی نوعیت وحیثیت الگ الگ ہے۔ اگر اسلام کا نظام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوتو قاتل وظالم وسفاک کو کوئی بھی پناہ نہ دے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراتب

جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قادر ہو، یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا

ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا، اس کے لیے امورِ واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے، اور امورِ مستحبہ میں مستحب اور جو آدمی بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا امورِ واجبہ میں بھی واجب نہ ہوگا۔ البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا۔ (حضرت تھانویؒ)

نہی عن المنکر کے درجات

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کو بری بات دکھائی دے وہ اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے، ہاتھ سے نہ کر سکے تو زبان ہی سے اس سے روک تھام کرے۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے ہی اس کو برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کا درجہ ہے۔ (گلدستۂ تفاسیر ۱/۵۵۴)

نہی عن المنکر نہ کرنے کا عذاب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مخصوص لوگوں کے برے اعمال سے اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ عام لوگ اپنے سامنے بدکاریاں دیکھ کر باوجود تردید کی قدرت کے انکار نہ کرتے ہوں، جب وہ ایسا کرتے ہیں تو عام خاص سب کو عذاب میں گرفتار کر دیتا ہے۔ (شرح السنہ البغوی، گلدستہ ۱/۵۵۵)

امر بالمعروف نہ کرنے کا عذاب

حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس کے دور ہونے کی دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی، گلدستہ ۱/۵۵۴)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے کا نقصان دینداروں کو بھی ہوگا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم آیت:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ پڑھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ اگر کوئی برے کام کرے گا تو تم کو اس کا نقصان نہیں پہنچے گا خواہ ہم اس کی روک تھام کریں یا نہیں کریں، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرما رہے تھے: کہ اگر لوگ بدکاریاں دیکھ کر ان کو بدلنے کی کوشش (ہاتھ یا زبان یا دل سے) نہیں کریں گے تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عمومی عذاب بھیج دے۔

(ابن ماجہ، ترمذی، گلدستہ ۱/۴۵۵)

دعوتِ خیر سب کی ذمہ داری ہے

دعوت الی الخیر سب کی ذمہ داری ہے۔ خواہ مسلمانوں کے درمیان عمومی اعمال صالحہ کی دعوت خیر ہو یا خصوص مسلمانوں کے عقائد اسلامی سے واقف کرنا۔ ضروری احکاماتِ دین سے باخبر کرنا یا دعوت الی الخیر خاص ہوگی یعنی امتِ مسلمہ میں علوم قرآن و سنت کے ماہرین پیدا کرنا۔

امام باقرؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن اور میری سنت پر چلنا ہی خیر ہے۔ قرآن پاک نے انھیں لوگوں کو فوز وفلاح والا بتلایا ہے جن میں دونوں صفات بدرجہ اتم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے، آمین!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اسی امر کو واضح کیا گیا ہے کہ جب امت خیر اپنے فرض منصبی کو چھوڑ دے گی تو اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں کریں گے، حاجت وسوال پورا نہیں کریں گے، دشمن پر نصرت و مدد نہیں دیں گے، یہ تین ایسی نعمتیں تھیں جن سے مسلمان اپنی شناخت اقامت دین وشعائر کو باقی رکھتا تھا کہ جب بھی کوئی بات پیش آتی اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار کو سنا، جو چاہت وطلب تھی سوال کیا، پورا کر دیا جاتا تھا، خزانہ غیب ان کے لیے کھلا رہتا تھا۔ اگر دشمن حق نے سر اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی، مدد کردی گئی، مگر جب اُمتِ خیر اپنے دعوتِ خیر کے منصب سے ہٹ گئی تو اب ان کی آواز سر سے اوپر نہ گئی، جو آواز سبع سموات عرش تک جاتی تھی اب فرش پر بھی ان کا ہم نوا اور سننے

والا نہ رہا، نہ کسی نے ان کی سنی اور نہ یہ کسی کو سنا سکے، بندہ جب تک امر و نہی کو یاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد و نصرت کرتے ہیں اور جب اپنے فریضہ کو فراموش کر دیتا ہے تو فراموش کر دیا جاتا ہے اور فراموش ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی نگاہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

بَابُ : (لَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ إِذَا رَأَى أَمْرًا لِلّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ مقال)

باب: منکر و برائی کو دیکھنے بعد خاموش نہ رہنا چاہیے

(٢٣٥) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ:

"لَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُم نَفْسَهُ إِذَا رَأَى أَمْرًا لِلّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ مَقَالٌ فَلَا يَقُوْلُ بِهٖ، فَيَلْقَى اللّٰهُ وَ قَدْ أَضَاعَ ذَلِكَ فَيَقُوْلُ : مَا مَنَعَكَ؟ فَيَقُوْلُ: خَشِيْتُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ : أَنَا كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَى." [ضعيف] (أخرجه أحمد ج٣ص٩١)

اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے

(۲۳۵) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خبردار تم میں سے کوئی اپنے آپ کو حقیر و ذلیل نہ کرے، اس طرح کہ جب کوئی برائی و منکر دیکھے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہو اور وہ حکم نہ سنا دے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ حکم الٰہی کو ضائع کرنے والا ہوگا۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: تو نے اس برائی و منکر کو کیوں نہیں روکا؟ وہ کہے گا: میں لوگوں کی اذیت و تکلیف جو مجھ کو دیں گے اس سے ڈر گیا۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: میں اس بات کا زیادہ مستحق تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔
(مسند احمد ۹۱/۳)

اہلِ ایمان کی ذمہ داری

اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے خوف یا دنیاوی طمع کی وجہ سے احکام الٰہی کو نہ چھپائیں، بلکہ واضح کر دیں۔ نیز کسی سے ڈر کر یا حب مال، یا جاہ میں پھنس کر اپنی ذمہ

داری کو فراموش نہ کریں۔ اور اللہ کا پیغام سنا دیں، اور خشیتِ الٰہی اور تقوی کی شان یہی ہے کہ بلا کسی خوف وتردد کے دین قیم اور مذہب اسلام کے نورانی فوز وفلاح کے احکام سے باخبر کر دیا جائے۔ اور اس محسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضگی سے ہمیشہ ڈرتے رہیں، جسکے ہاتھ میں ہماری ساری نجاہ وفلاح اور کل سود وزیاں ہے۔ فلاتخشوھم واخشونی، ان سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو۔ واللہ اعلم

انسان پر بڑی سعادت

انسان پر بڑی سعادت اور اس پر اللہ کا بڑا فضل یہ ہے کہ وہ فتنہ کے وقت خود جادہ حق پر ثابت قدم رہ کر دوسروں کو ہلاکت سے بچانے کی فکر کرے۔ اللہ جن بندوں کو چاہے اس سعادت کبریٰ اور فضل عظیم سے حصہ وافر عطا فرماتا ہے۔ اس کا فضل غیر محدود ہے اور وہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون سا بندہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حکیم ترمذیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر آدمی، آدمی سے ڈرے تو اس شخص پر اسی آدمی کو مسلط کیا جاتا ہے، جس سے وہ ڈرتا ہے۔ اور اگر آدمی اللہ کے سواء کسی سے نہ ڈرتا ہو تو، اللہ اپنے سواء کسی کو اس پر قابو نہیں دیتا۔ اور جو آدمی، آدمی سے امید رکھتا ہے، اس کو اسی سے وابستہ کر دیا جاتا ہے، اور اگر اللہ کے سواء کسی سے امید نہ کرے، تو اللہ اپنے سواء کسی اور کے سپرد اس کو نہیں کرتا۔ (مظہری، گلدستہ، ج۲، ص۲۸۳)

بَابُ : (يَبْعَثُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدًا لَا ذَنْبَ لَهُ ......)

باب: قیامت کے دن اللہ ایک ایسے بندے کو لائیں گے جس کے ذمہ گناہ نہ ہوگا

(۲۳۶) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

"يَبْعَثُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدًا لَا ذَنْبَ لَهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: بِأَيِّ الْأَمْرَيْنِ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَنْ أَجْزِيَكَ بِعَمَلِكَ أَوْ بِنِعْمَتِي عِنْدَكَ؟ قَالَ: رَبِّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَعْصِكَ قَالَ: خُذُوْا عَبْدِي بِنِعْمَةٍ مِنْ نِعَمِي فَمَا تَبْقَى لَهُ حَسَنَةٌ إِلَّا اسْتَغْرَقَتْهَا

تِلْکَ النِّعْمَۃُ. فَیَقُوْلُ: رَبِّ بِنِعْمَتِکَ وَ رَحْمَتِکَ. فَیَقُوْلُ: بِنِعْمَتِی وَ رَحْمَتِی، وَ یُؤْتَی بِعَبْدٍ مُحْسِنٍ فِی نَفْسِہٖ لَا یَرَی أَنَّ لَہُ ذَنْبًا فَیَقُوْلُ لَہُ : ھَلْ کُنْتَ تُوَالِی أَوْلِیَائِی ؟ قَالَ: کُنْتُ مَنْ لِلنَّاس سَلَمًا. قَالَ: فَھَلْ کُنْتَ تُعَادِی أَعْدَائِی ؟ قَالَ: یَا رَبِّ لَمْ یَکُنْ بَیْنِی وَ بَیْنَ أَحَدٍ شَیْئًا ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ : لَا یَنَالُ رَحْمَتِی مَنْ لَا یُوَالِی أَوْلِیَائِی وَ یُعَادِی أَعْدَائِی.“

[ضعیف جداً] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۲۲/۱۴۰ عن واثلة)

حق جل مجدہ کی رحمت کا تقاضا

(۲۳۶) ترجمہ: واثلہ بن اسقعؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

قیامت کے دن حق تعالیٰ ایک ایسے بندے کو لائیں گے جس کے ذمہ ایک بھی گناہ نہ ہوگا، ارشاد ہوگا: دو باتوں میں سے تم کو کون سی بات زیادہ پسندیدہ ہے۔ ایک تو یہ کہ تجھے تیرے عمل کا بدلہ دوں یا جو میری نعمتیں تیرے ذمہ ہیں (اس کا حساب لوں) وہ عرض کرے گا: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوگا: میرے بندہ سے صرف ایک نعمت کا حساب لے لو، پس اس کے پاس ایک بھی نیکی نہیں بچے گی الا یہ کہ وہ ایک ہی نعمت کے عوض ختم ہو جائیں گی، وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب تیری نعمت و رحمت دونوں ہی چاہیے، ارشاد ہوگا: ہاں میری نعمت و رحمت (دونوں ہی مغفرت کا سہارا ہو سکتی ہیں)۔

اور ایک بے حد نیک و صالح لایا جائے گا جس کے ذمہ کوئی بھی بدی و سیئہ نہیں ہوگی، اس سے کہا جائے گا: کیا تو میرے اولیاء سے مودت و محبت کرتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے رب میں لوگوں میں معتدل اور درمیانی راہ کا آدمی تھا، ارشاد ہوگا: کیا تو میرے دشمنوں سے دشمنی رکھتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: رب العالمین میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے درمیان اور

کسی بھی انسان کے درمیان کوئی عداوت ہو، حق جل مجدہ ارشادفرمائے گا: مجھ کو میری عزّت وجلال کی قسم میری رحمت اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی نہ کی جائے۔ (طبرانی کبیر۲۲/۱۴۰)

دارین کی نعمتیں کرمِ باری پر منحصر ہیں

بندہ خواہ جتنے اونچے مقام پر پہنچ جائے آخرت میں اس کو فضل رب سے ہی نجات مل سکتی ہے، وہاں انسان کو احسان وفضل الٰہی کا سایہ ہی مغفرت وبخشش کے کسی مقام پر پہنچا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں کئی چیزیں ہیں، بنیادی طور پر جن کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے، تا کہ رحمتِ واسعہ اور مغفرت کی قدر سامنے کھل کر آسکے۔ ایک ہے بندہ کی معصیت اور گناہ اور پھر اس کا احساس۔ ایسا شخص سراپا محتاج رحمتِ واسعہ ہوگا اور رحمتِ حق بھی اپنے آغوش رحمت میں لے کر مغفرتِ تام کا پروانہ عطا کرے گی۔ اس حدیث میں گفتگو ایسے شخص کی نہیں، یہاں تو بات اس بندۂ حق کی ہورہی ہے جس پر لفظ ذنب وگناہ کا دور تک کوئی نام و نشان بھی نہیں۔ گناہ سے پاک ہونا نجات کے لیے کافی نہیں نجات کے لیے فضلِ رب کا ہونا ضروری ہے۔

حق جل مجدہ ایسے شخص سے معلوم کریں گے کہ میں تم کو تمہارے اعمال کی جزاء و بدلہ دوں یا میری وہ نعمتیں جو تم پر ہیں اس کا بدلہ دوں، وہ بندۂ حق بارہ گاہ حق میں بول اٹھے گا، میرے مولیٰ آپ کو معلوم ہے، کبھی میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی، آپ کو ناراض نہیں کیا (اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ یہ معلوم کریں گے کہ تم میرے فضل سے جنت میں جانا چاہتے ہو یا اپنے عمل سے جس کا جواب وہ بندہ دے گا کہ میں نے کبھی گناہ و نافرمانی نہیں کی۔ ظاہر ہے میرا عمل نجات کے لیے کافی ہے۔ وہ یہ سمجھے گا کہ گناہ سے محفوظ ہونا ہی نجات کے لیے کافی ہے، حالانکہ گناہ سے پاک ہونا بیشک عذاب وعقاب سے نجات کا ذریعہ ہوسکتا ہے، مگر دخولِ جنت کے لیے تو فضل ہی چاہئے) اب بارگاہ ربّ

العزّت سے حکم ہوگا اس بندہ نے جو میری نعمتیں استعمال کی ہیں ذرا اس کا حساب و کتاب بھی لے لو، یہ محض اس لیے ہوگا کہ بندہ کی نگاہ فضل و کرم کے بجائے اعمال پر ہوگی اور حق جل مجدہ اس پر یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ گناہ سے بچ جانا بھی فضل و کرم ہی تھا۔ نیک اعمال کی توفیق ہونا بھی فضل و کرم تھا اور مغفرت و رحمت کا پروانہ ملنا بھی فضل و کرم پر ہی موقوف ہے۔ چنانچہ حق جل مجدہ کے حکم سے اس سے کسی ایک نعمت کا معاوضہ لیا جائے گا تو سب کی سب نیکیاں اس ایک نعمت کے بدلہ میں لے لی جائیں گی اور اس بندہ کے پاس کچھ بھی نہ بچے گا۔ جب اس پر عدم معصیت کا باعث نجات نہ ہوگا اور حسنات کا ایک ہی نعمت کے عوض وضع ہو جانا کھل جائے گا تو اب بول اٹھے گا: رب العزت تیری نعمت و رحمت ہی باعث نجات بن سکتی ہے اور بس۔ حق جل مجدہ بھی اس کو فرمائیں گے: ہاں! میری نعمتیں اور رحمتیں ہی تیرے لیے بخشش کا ذریعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک ہونا اور نیکیوں کا انبار ہونا دونوں ہی باعث نجات نہیں، محض فضل و کرم ہی باعث نجات ہے۔ اسی کو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِی وَ رَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِی۔ ہماری بھی یہی دعا ہونی چاہیے۔

دشمنِ حق سے دشمنی اور اللہ والوں سے دوستی

اس کے بعد ایک دوسرے شخص کو بلایا جائے گا جو خوب ہی اعمال صالحہ کو دامن میں سمیٹ کر لایا تھا اور اس کا گمان اپنے لیے یہ ہوگا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔ حق جل مجدہ اس سے معلوم کریں گے: کیا تو نے میرے اولیاء و اتقیاء سے محبت و مودت کا اظہار کیا تھا؟ جس کے جواب میں وہ عرض کرے گا: میں تو لوگوں کے درمیان امن و سلامتی کا پیکر تھا میرا کسی سے نہ کچھ لینا نہ دینا، معتدل راہ اختیار کیے ہوئے تھا۔ حق جل مجدہ اس سے پوچھیں گے: کیا تو نے میرے دشمنوں سے دشمنی کی تھی؟ وہ جواب دے گا کہ میرا کسی سے کوئی اختلاف نہ تھا کہ میں کسی سے نفرت و عداوت رکھوں۔ حق جل مجدہ اس سے فرمائے گا: میری رحمت اس شخص کو نہیں پہنچ سکتی جو میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں

سے دشمنی نہ کرے۔

بہت ہی مشہور حدیث ہے الحب للّٰہ و البغض للّٰہ ۔ دوستی ودشمنی کا معیار رضاء الٰہی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرے یا نفرت ۔ یہ عام اصول ہے اوراللہ والے تو مقربین بارگاہ ہیں ان سے محبت ومودت انسان کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔ ان کی محبت اعمال صالحہ کی دعوت دیتی ہے، ان سے میل جول اور تعلق اطاعت ربانی کے قریب کردیتی ہے۔ اور جو لوگ اللہ ورسول کی مخالفت کرکے دشمن حق بن جاتے ہیں ان سے محبت خود اس بات کی دلیل ہے کہ ضمیر صاف شفاف نہیں۔ جس طرح دشمن حق سے محبت نہ ہو اسی طرح یہ ضروری ہے کہ ان سے عداوت ونفرت بھی ہوتا کہ ان اعمال سیئہ سے بچے اور ان اخلاق خبیثہ سے دور رہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعوت دیتے ہیں۔ ممکن ہے حدیث میں محبت سے مراد اعمال صالحہ سے محبت واطاعت مراد ہو۔ اور عداوت و نفرت سے معصیت و گناہ سے دوری مراد ہو۔ کیونکہ اعمال ہی کے ذریعہ بندہ مقامِ قرب و رضا تک فضلِ الٰہی سے پہنچ پاتا ہے اور اعمال ہی کے ذریعہ بندہ غضب وعقاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے اور ابرار بن جاتا ہے یا فجار کی فہرست میں اپنا نام شمار کرالیتا ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ : (أَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَى إِلَى مَلِکٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ أَنِ اقْلَبْ مَدِيْنَةَ کَذَا ......)

باب: اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو وحی نازل کی کہ فلاں بستی کو پلٹ دو

(۲۳۷) ذَکَرَهُ الْغَزَالِيُّ فِي الْاِحْيَاءِ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

''أَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَى إِلَى مَلَکٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ أَنِ اقْلَبْ مَدِيْنَةَ کَذَا وَ کَذَا عَلَى أَهْلِهَا. فَقَالَ: يَا رَبِّ! إِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَکَ فُلَاناً لَمْ يَعْصِکَ طَرْفَةَ عَيْنٍ. قَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ.''

[ضعيف] (کما فی الاحیاء ج ۲ ص۳۰۶)

گناہ ومعاصی ہوتا دیکھ کر خاموش رہنا باعثِ عذاب ہے

(۲۳۷) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت میں سے ایک فرشتہ پر وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اس کے رہنے والوں پر پلٹ دو۔ فرشتوں نے عرض کیا: رب العزت اس شہر میں آپ کا ایک ایسا بندہ ہے جس نے پلک مارنے کے بقدر بھی معصیت وگناہ نہیں کیا۔ حق جل مجدہ نے حکم دیا کہ پہلے اس (شہر) کو اسی پر پلٹ دو، پھر وہاں کے باشندوں پر پلٹ دو اس لیے کہ (معصیت وگناہ ہوتا ہوا دیکھا، مگر) میری رضا کے لیے اس شخص کے چہرہ کا رنگ بھی کبھی (غیظ وغضب میں) نہیں بدلا۔ (احیاء العلوم ۲/۳۰۶)

خیر کی دعوت خیر پر جمادیتی ہے

یعنی گناہ ومعصیت کو دیکھ کر کبھی بھی غصہ میں چہرہ کا رنگ وروپ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہیں بدلا، لہٰذا پہلے اس کو پلٹو اور پھر پوری بستی کو بعد میں اس کے اوپر پلٹ دو تا کہ دنیا کو عبرت ہو کہ منکرات کو روکنا کتنا اہم اور ضروری ہے، نہ روک سکے تو دل میں نفرت اور چہرہ مہرہ پر معصیت کو ہوتا ہوا دیکھ کر ایمانی غیظ وغضب تو نمایاں ہو، افسوس وحسرت تو ہو، اظہارِ نفرت کا جذبہ تو ہو۔ خاموش رہنا، نکیر نہ کرنا باعثِ نقصان ہے۔ قرآن مجید میں بہت واضح اور صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ وہی لوگ کامیاب ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ، خیر وبھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔ خیر کی دعوت خیر پر جمادیتی ہے خیر کے مرکز سے ملا دیتی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم آمین!

بَابُ : (أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى نَبِيٍّ أَنْ قُلْ لِفُلَانٍ الْعَابِدِ أَمَّا زُهْدُكَ ......)

باب: اللہ نے ایک نبی پر وحی کی کہ فلاں عابد کو کہہ دو کہ تیرا زہد تیرے لیے نفع بخش ہے

(۲۳۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ قُلْ لِفُلَانٍ الْعَابِدِ : أَمَّا زُهْدُكَ

فِی الدُّنْیَا فَتَعَجَّلْتَ رَاحَةَ نَفْسِکَ، وَ أَمَّا انْقِطَاعُکَ إِلَیَّ فَتَعَزَّزْتَ بِی، فَمَاذَا عَمِلْتَ فِیْمَا لِی عَلَیْکَ؟ قَالَ: یَا رَبِّ وَ مَا لَکَ عَلَیَّ؟ قَالَ: هَلْ وَالَیْتَ لِي وَلِیًّا أَوْ عَادَیْتَ لِی عَدُوًّا." [ضعیف] (أخرجه أبونعیم فی الحلیة ج١٠ ص٣١٦)

دیندار سے محبت اور بددین سے عداوت اللہ کا حق ہے

(٢٣٨) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ پاک نے انبیاء میں سے ایک نبی پر وحی نازل فرمائی، کہ فلاں عابد کو کہہ دو کہ جس نے زھد فی الدنیا کی (یعنی دنیاوی جھمیلوں سے کنارہ کش ہوکر) زندگی گزاردی تو اس نے اپنی جان وجسم کو راحت پہنچانے میں جلدی کی، اور لوگوں سے تعلق توڑ کر میری ذات سے تعلق جوڑنے میں تو نے عزت وشرافت میری ذات کے ذریعہ لوگوں میں پائی، پھر تو نے میری ذات کے لیے کیا عمل کیا؟ جو میرا تم پر حق تھا (زہد کے ذریعہ تجھ کو دنیا سے راحت ملی اور بے تعلقی سے تجھ کو عزت ملی فائدہ تیرا ہوا میرا حق تو ادا نہیں ہوا) اس بندہ نے عرض کیا: پھر میں آپ کا حق کس طرح ادا کروں؟ ارشاد ہوگا: کیا تو نے میرے دشمنوں سے عداوت کی؟ کیا تو نے میرے دوستوں سے دوستی کی؟ (یہ میرا حق ہے)۔

(حلیۃ الاولیاء، ١٠/٣١٦)

شرح: انسان جب زہد یعنی دنیا سے دل اُٹھا لیتا ہے اور بقدرِ کفاف پر قناعت کر لیتا ہے تو دنیاوی تعب وتھکن سے آرام پا جاتا ہے اور عام طور پر عبادت گزار لوگوں کا دنیا احترام کرتی ہے، عزّت کا مقام دیتی ہے۔ اسی کو اس حدیث میں کہا گیا ہے، زہد کے ذریعہ یا عبادت الٰہی کے ذریعہ بندہ ہی کا فائدہ ہوا، اللہ پاک کا حق تو ادا نہیں ہوا، اور وہ حق یہ ہے کہ انسان حق کے باغیوں سے عداوت اور اطاعت گزار سے محبت رکھے۔ واللہ اعلم۔

اللہ عز وجل اور اہل اللہ کا حق

اہل اللہ اور دینداروں کا یہ بھی منجاب اللہ حق ہے کہ ان کی معیت اختیار کی جائے، ان کے طریق و منہج کی تائید و نصرت کی جائے، ان کے کاموں میں معین و ممد ہو، ان پر جو معترض ہو اس کا دفاع کیا جائے۔ اس طرح حق اور اہل حق کا ہر طرح ساتھ دیا جائے، اور اہل باطل و مفسد اور مجرمین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ باطل اور اہل باطل کا رد اور ان پر نکیر شدید کیا جائے۔ ان کے غلط کاموں کی بھرپور تردید کی جائے، اور کسی بھی طرح معاشرہ میں بدعملی کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، تاکہ ناحق، حق کے مقابلہ میں جم نہ سکے۔ اور بدعملی کا قدم اکھڑ جائے، حق اور باطل واضح ہو جائے۔ اور ایسے نازک موڑ پر ذرّہ برابر بھی مصلحت کے نام پر خاموشی اور پہلو تہی نہ کی جائے، جس سے غلط بدعنوانیوں کو فروغ ہو، اور بدی و برائی، شریر و برے لوگوں کے ساتھ ملک و معاشرہ میں چل پڑے۔ حاصل یہ کہ حق پر جمیئے اور حق کی نصرت کر کے اہل حق کی محبت کے ساتھ حق میں مدد کیجیے، پھر آپ سے حق تعالیٰ کا حق ادا ہوگا۔ نہ بری و بدی کی راہ پر چلیے نہ بدی و برائی کو چلنے دیجیے۔ نہ بد و برے لوگوں کا ساتھ دیجیے۔ بدی و برائی سے نفرت و عداوت کیجیے، اور لوگوں کی بدی و برائی سے نفرت کیجیے، اسطرح اللہ کا حق ادا کیجیے۔

كِتَابُ الْجِهَادِ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کے راستے میں جان ومال کی قربانی

بَابُ : (اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ ......)

(۲۳۹) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

''اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِی سَبِیْلِهِ لَا یُخْرِجُهُ إِلَّا إِیْمَانٌ بِي وَ تَصْدِیْقٌ بِرُسُلِی أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِیْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَیَّ أُمَّتِی مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِیَّةٍ وَ لَوَدِدْتُ أَنِّی أُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْیَا ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْیَا ثُمَّ أُقْتَلَ.'' [صحیح] (أخرجه البخاری ج ا ص ۱۵)

مجاہد فی سبیل اللہ کی فضیلت

(۲۳۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ اس شخص کا کفیل وذمہ دار ہے جو محض اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی وجہ سے اپنے گھر سے نکلے، اب یا تو یہ اجر وثواب یا مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹے گا یا پھر شہید ہوگا۔ اگر شہید ہوا تو اللہ پاک اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر میری امت پر مشکل وگراں نہ ہوتا تو میں کبھی کسی چھوٹی جماعت کو بھی چھوڑ کر نہ بیٹھتا اور میری خواہش وتمنا تو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔

(صحیح البخاری ۱/۱۵)

حق تعالیٰ ضامن وکفیل ہے

(۲٤۰) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

'' تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِیْلِهِ لَا یَخْرُجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِی سَبِیْلِی وَ

إِيمَانًا بِي وَ تَصْدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ نَائِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ، وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَ رِيحُهُ مِسْكٌ، وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَبَدًا،وَ لٰكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَ لَا يَجِدُونَ سَعَةً وَ يَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلَ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلَ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلَ. "

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٣ص ١٤٩٥)

(۲۴۰) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ ضامن وکفیل ہے اس شخص کا جو محض اللہ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے جاتا ہے اور حق تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے اور میرے رسول کے دین کی صداقت کے اعتراف کی وجہ سے۔ ایسے مجاہد فی سبیل اللہ کا حق تعالیٰ ضامن و کفیل ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں اس کو جنت میں داخل کروں یا اس کے گھر واپس کروں جہاں سے وہ جہاد کے لیے آیا تھا۔ ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، کوئی بھی زخم جو اللہ کے راستہ میں لگا ہو وہ قیامت کے دن اپنے اسی اصلی زخم کے ساتھ آئے گا کہ رنگ تو اس کا خون کا ہوگا اور خوشبو اس میں مشک کی ہوگی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر مسلسل جہاد کی وجہ سے مسلمانوں پر مشقت کا خطرہ نہ ہوتا تو جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں ان کا ساتھ نہ چھوڑتا؛ لیکن میرے پاس اس کی عدم سواری وغیرہ کی وجہ سے گنجائش نہیں اور میری امت بھی اس کی گنجائش نہیں رکھتی کہ ان پر مشقت ہوگی اور میرے ساتھ میری امت کا چلنا دشوار ہو جائے گا۔

اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، میرے دل کی آرزو وتمنا ہے کہ میں ہمیشہ ہمیش اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں، پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں۔ (صحیح مسلم ۱۴۹۵/۳)

جہاد کا مفہوم

جہاد؛ کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا۔ یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے، منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہورِ اُمت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہدِ نبوت میں ایسا واقع ہوا۔

قرآن پاک کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِينَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ میں اسی لیے جہاد کا لفظ عام رکھا گیا۔ یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ (فوائد عثمانی)

اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ نہیں

اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ نہیں، لفظ اسلام کا مادّہ سِلْم ہے جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو، جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں کر جنگ کریں گے۔

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے چپ چاپ، گھروں، املاک کو محبوب شہر مکہ میں چھوڑ دیا اور حبشہ یا مدینہ چلے گئے، لیکن اب ایسی صورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا، اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے، تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح کر دیے جاتے، جس سے سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا میں کوئی نہ رہ جاتا۔

اسی ضرورت کی وجہ سے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی

چودہ سال تک صبر کرنے اور ظلم وستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دے دیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم اور مشروعیت جہاد کی علت

﴿اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقَاتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا﴾ (الحج ۳۹/ ۴۰)

اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کردینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے لوگوں کا ایک کا دوسرے کے ساتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے، وہ جس کو چاہے غلبہ اور قوت دے سکتا ہے۔

(سورۃ الحج: ۳۹-۴۰)

جب تک آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے حکم تھا کہ کفار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ روکے رکھیں۔ چنانچہ انھوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، جب مدینہ دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کی قلیل سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے، اجازت ہوگئی؛ بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اُٹھائیں، اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی کئی آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (فوائد عثمانی)

امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ مکہ کے مشرک، صحابہؓ کو بہت زیادہ ایذائیں دیتے تھے

صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کسی کا سر پھٹا ہوتا، کوئی زخمی ہوتا کوئی پٹ کر آتا، سب لوگ حضور ﷺ سے شکایت کرتے کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے، حضور ﷺ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے: صبر رکھو، ابھی مجھے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اس کے بعد مذکورہ آیت ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ (گلدستہ ۴/۵۵۳)

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کی مظلومیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے دفاع کی اجازت دیدی ہے۔ اسلام مسلمانوں کو دفاعی اجازت دیتا ہے تاکہ امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ دشمنان اسلام نے جو مختلف اقسام کے اعتراضات مسلط کیے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ میں بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اب اس وقت ہمارے عہد میں جس تیزی کے ساتھ یورپ امریکہ فرانس میں اسلام پھیل رہا ہے، اس کے پیچھے کون سی تلوار ہے؟ مکہ مکرمہ میں مفلس وتنگدست مسلمان تھے، ان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جاتے، مگر وہ صبر کرتے کہ حکم الٰہی یہی تھا، ہجرت کے بعد اب دفاع کی اجازت مل گئی، تو ظالموں نے شور مچایا کہ کیا ہورہا ہے؟ ان کا جرم کیا تھا، بس یہ کہ ظلم سہہ رہے تھے؟ اور جب منجانب اللہ ظلم کے دفاع کی اجازت مل گئی تو پوری دنیا کے بدبختوں کی جماعت نے شور وغوغا شروع کردیا کہ اہل اسلام ارہابی اور مفسدین وتخریب کار ہیں، اور افسوس کہ آج تک ہم دفاعی جواب میں مشغول ہیں۔

مسلمان مہاجرین بے قصور تھے

مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا، نہ ان پر کسی کا دعویٰ تھا، بجز اس کے کہ وہ اکیلے ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے، گویا ان پر سب سے بڑا اور سنگین الزام اگر لگایا جاسکتا ہے تو یہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک اللہ کے کیوں ہورہے ہیں؟ (فوائد عثمانی)

اللہ کو رب کہنا کیا جرم ہے؟ اور جہاد کی مشروعیت وحکمت

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب کہنا کوئی جرم نہیں کہ جس کی پاداش میں ان کو جلا وطن کیا جاتا مگر کافروں کے خیال میں یہ بہت بڑا جرم تھا، ﴿وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾ البروج۔ آج بھی مسلمانوں کا جرم یہی ہے کہ وہ ربُّنا اللّٰہ کہتے ہیں۔

بہر حال اسلام کی جنگ جارحانہ نہیں مدافعانہ ہے کیونکہ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا گیا، املاک سے بے دخل کیا گیا۔ اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔ مولانا ابوالمحاسن سجاد رحمہ اللہ جہاد کی مشروعیت وحکمت کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کی مثال ایسی ہے کہ تمام انسانی ہستی کو بمنزلہ ایک انسان واحد کے خیال کیا جائے اور مختلف ٹولیاں اور ادیان اس کے مختلف اعضاء قرار دیے جائیں اور یہ صورت بھی پیش نظر رکھی جائے کہ جب کسی عضو میں ایسی سمیّت پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر اس کو کاٹ نہ دیا جائے تو بقیہ اعضاء بھی اس کی مضرت سے محفوظ نہیں رہ سکتے، تو اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کوئی انسانی گروہ انسانی ہستی کے لیے زہر خوردہ ہوجاتا ہے تو پھر اس سے قتال کا حکم اسلام دیتا ہے۔ (حیات سجاد/۳۲۴)

معلوم ہوا فاسد مادہ، مسموم عناصر، متعدی امراض اعضاء کو کاٹ دینا عین عقلمندی اور دانشمندی ہے۔ اسلام میں جس کو جہاد کہا گیا اس کا کام بھی مہلک ومفسد عناصر سے معاشرہ کو پاک کرنا ہے، یہ کبھی قلم سے، کبھی زبان سے، کبھی قوت وطاقت سے اور کبھی تلوار سے ہوتا ہے۔

شہداء کے خون سے قیامت کے دن مشک کی خوشبو آئے گی

حق کے بول بالا کے لیے جو شخص اپنی جان کی قربانی دے دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کو حیاتِ ابدی ملتی ہے۔ اس کو مردہ، مرا ہوا کہنے کی قرآن مجید میں ممانعت آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کی زندگی کا شعور ہم مرنے والوں کو

کیا ہوگا، ان کو دوسرا اعزاز واکرام یہ حاصل ہے کہ قیامت کے دن ان کا خون رنگ وروپ میں خون ہی ہوگا، مگر بدبو کی جگہ اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔خون کا خوشبو میں بدل جانا ایسا ہی ہے جیسے ان کی موت حیات میں بدل دی گئی۔اس حدیث میں قیامت کے دن کی اطلاع دی گئی ہے۔بعض اخبار وجریدہ والے نے لکھا، جنھوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ افغانستان میں جبکہ روسی ذلیل خوار ہوکر مٹ رہے تھے، اور اب ان کی جگہ ایک اور ظالم مسلط ہونا چاہتا ہے۔ وہاں کے اہل ایمان اس ظالم کا مقابلہ کررہے ہیں، ظالموں نے وہاں مجاہدین کے شہداء کے ساتھ اب یہ کیا کہ ایک خاص قسم کی دوا کیمیکل ڈالا تا کہ شہداء کی ہیئت بدل جائے اور بدبو پیدا ہوجائے اور جسم بگڑ جائے تا کہ منافقین اور تذبذب میں غرق مشکوک مسلمانوں کو بتلایا جائے کہ اب جہاد نہیں، دیکھو میّت بگڑ گئی۔تم جس کو شہید کہتے ہو اب شہادت نہیں رہی نہ ہی اب جہاد رہا۔ اللہ کی قدرت کہ بیس بیس روز بعد مجاہدین شہید کے جسم پر ایک ذرہ بھی تغیر نہیں آتا، اور بالآخر شہید حیاتِ ابدی پانے والا مسکراتا ہوا شہید مجاہدین کے ہاتھوں سپرد خاک ہوتا ہے۔جبکہ پورے جسم پر کیمیکل دوا لگی ہوتی ہے اور جسم صحیح سلامت ہوتا ہے۔ پھر بھی کفار وملحدین، منافقین ومفسدین توبہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ، وَ اَھْلِکِ الْکَفَرَۃَ وَ الْمُلْحِدِیْنَ وَ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی وَ الْمُنَافِقِیْنَ، وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ. آمین۔

حق جل مجدہ دنیا میں ہی مجاہدین کے جسم سے خوشبو ظاہر کررہا ہے، بعض اخبار و جریدہ نے لکھا کہ جب ہم اپنے شہداء کو دروں میں تلاشتے ہیں تو صرف جسم سے پھوٹنے والی خوشبو سے ان شہداء کے جسم تک پہنچتے ہیں۔جو کئی کئی میٹر دور سے ہم کو لگ جاتی ہے اور ہم خوشبو سے سمت کا رخ کرلیتے ہیں، گرمی کے دنوں میں بعض شہید کے جسم پر کمبل ڈال دیا تا کہ مکھی نہ لگے تو جب واپس آئے کئی دن بعد تو پورا جسم گرمی سے پسینہ میں شرابور پایا، پھر

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے وجود اور اس کے راستہ کی شہادت اوردین اسلام ومحمد ﷺ کی رسالت کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے۔ پھر ایمان کیوں نہ مضبوط ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی تمنا کیوں کی؟

آخر وہ کون سی حقیقت چھپی ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمنا ظاہر کیا کہ میں کسی بھی چھوٹی جماعت سے جدائیگی نہ رکھوں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑوں اور قتل کردیا جاؤں، پھر لڑوں اور قتل کردیا جاؤں اور لڑوں اور پھر قتل کردیا جاؤں، تین تین بار، راہ حق میں جان کو قربان کروں۔ امت کو ترغیب دی گئی ہے، ابھارا گیا ہے، بزدلی اور جینے کی ہوس سے روکا گیا ہے، جی کر کیا کروگے؟ جب دین ہی نہ رہے وہ زندگی کس کام کی کہ اللہ و رسول ﷺ کا مذاق اڑایا جارہا ہو، شریعت کے قانون کو پامال کیا جارہا ہو، قرآن وحدیث کے تقدس کو مٹایا جارہا ہو، آیات بینات کی توہین وتضحیک کی جارہی ہو۔ اللہ کے نام کو بلند کرنے پر پابندی عائد کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے جان دی ہے اسی کے نام پر جان دیدو۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان کو قربان کردو۔ اس سے قیمتی کون سی جان ہوگی جو راہ حق میں کام آجائے۔ شہداءِ اُحد وبدر کی قربانیوں نے ہم تک اسلام پہنچایا ہے، اور ہم اب اس کی حفاظت بھی نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ جہاد اسلام کے ان شعائر میں سے ہے جس سے تمام شعائر زندہ ہوں گے، اسلام کی سربلندی ہوگی، اسلامی حدود وقانون کا نفاذ ہوگا، عفت وعصمت کی حفاظت ہوگی، ناپاک عزائم خاک میں ملیں گے، مذہبی تقدس کو چار چاند لگیں گے، مخلوق، مخلوق کی عبادت اور نجاست وتوہم پرستی سے نجات پائے گی۔ ایک خالق سے مخلوق کا رشتہ استوار ہوگا، شعور ووجدان کو تزکیہ وطہارت میسر ہوگی، انسان، انسان کہلانے کا مستحق بن جائے گا ورنہ اولئک کالانعام بل ھم اضل اور اسفل وارذل رہے گا۔ تمام مذاہب وادیان کی عبادت گاہیں محفوظ ومامون رہیں گی، فحاشی وعیاشی کے مراکز بند ہوجائیں گے۔ الغرض معاشرہ کی نجاست وغلاظت کی جگہ طہارت ونفاست آجائے گی۔ اسلام میں انہی مقاصد کے لیے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے نہ کہ کسی اور مقصد

کے لیے، فساد کو مٹانا ہوگا، معاشرے کے بدبودار ناسور کا خاتمہ کرنا ہوگا، اسی مقصد کی تکمیل کے لیے عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا، جو تمام ظالم و جابر کا غیبی طاقت وقوت کی مدد سے خاتمہ کریں گے۔ طاغوتی تمام تانے بانے ختم ہوجائیں گے۔ پھر ایک بار امن وامان کا دنیا سانس لے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو صالح معاشرہ کے قیام کی دعوت دی، جس کے لیے جہاد کی بھی ضرورت پڑسکتی ہے۔ اللہ ہمیں قیام امن عامہ کی توفیق بخشے آمین۔

شہادت وجنت یا غنیمت وثواب

(۲٤۱) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"تَضَمَّنَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِی سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِی، وَ إِيْمَانٌ بِی، وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِی، فَهُوَ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِی خَرَجَ مِنْهُ نَالَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ."

[صحيح] (أخرجه النسائی ج ۸ص۱۱۹)

(۲۴۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ مجاہد فی سبیل اللہ کا ضامن وکفیل ہے اور اس کو اللہ کے راستے میں نکلنے پر کوئی دنیاوی غرض نہیں؛ بلکہ صرف (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) میرے راستہ میں اس کا نکلنا میری رضا وخوشنودی اور حق جل مجدہ کی ذات پر ایمان اور میرے رسول ﷺ کی تصدیق ابھارتی ہے، وہ اللہ کی ضمانت میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں یا اس کے گھر واپس کروں جہاں سے آیا ہے اجر وثواب کے ساتھ یا مال غنیمت کے ساتھ۔ (سنن النسائی ۱۱۹/۸)

حق جل مجدہ کی پکار وآواز سن لیا

(۲٤۲) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

"اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ يَخْرُجُ فِی سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْإِيْمَانُ بِي وَ الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِی أَنَّهُ ضَامِنٌ حَتّٰى أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ بِأَيِّهِمَا كَانَ إِمَّا بِقَتْلٍ وَ إِمَّا وَفَاةٍ أَوْ أَنْ يَرُدَّهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِی خَرَجَ مِنْهُ يَنَالُ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ."

[صحیح] (أخرجه النسائی ج ۸ ص۱۱۹)

(۲۴۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حق جل مجدہ کی پکار سن لی اس شخص نے جو اللہ کے راستہ میں نکل گیا اور وہ نہیں نکلتا ہے مگر مجھ پر ایمان ویقین کی وجہ سے اور میرے راستہ میں جہاد کی نیت سے ۔میں اس کا ضامن وکفیل ہوں، یہاں تک کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، دو میں سے ایک، یا شہید بنا کر یا وفات دے کر، یا واپس کروں گا اس کے گھر کی طرف جہاں سے آیا تھا، اجر وثواب کے ساتھ یا مال غنیمت کے ساتھ۔ (سنن النسائی ۱۱۹/۸)

جنت کے وارث

(۲۴۳) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِى يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ :
"اَلْـمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ هُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ إِنْ قَبَضْتُهُ أَوْرَثْتُهُ الْجَنَّةَ، وَ إِنْ رَجَعْتُهُ رَجَعْتُهُ بِأَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ." [صحيح] (أخرجه الترمذی ج ٤ / ١٦٢٠)

(۲۴۳) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حق جل مجدہ فرماتا ہے: مجاہد فی سبیل اللہ کی حفاظت میری ضمانت ہے، اگر میں نے اس کو اٹھالیا یعنی شہادت دیدی تو اس کو جنت کا وارث بناؤں گا اور اگر اس کو گھر واپس کروں گا تو اجر وثواب اور مال غنیمت کے ساتھ۔ (سنن الترمذی ۱۶۲۰/۴ الاتحاف/۱۹۴)

شہداء کی فضیلت

(٢٤٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَحْكِى عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قَالَ:
"أَيُّـمَا عَبْـدٍ مِـنْ عِبَـادِى خَـرَجَ مُـجَـاهِدًا فِي سَبِيْلِى اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِى، ضَـمِـنْتُ لَهُ أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ أَجْرٍ وَ غَنِيمَةٍ، وَ إِنْ قَبَضْتُهُ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ وَ أَرْحَمَهُ وَ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ." [صحيح](أخرجه أحمد ج ٨ / ٥٩٧٧)

(۲۴۴) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے بیان کررہے ہیں، حق جل مجدہ نے فرمایا: کوئی بھی ایسا بندہ، جو میری

رضا کی تلاش میں میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلے گا، میں اس کے لیے ضامن ہوں، اگر وہ واپس لوٹا تو ثواب وغنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا اور اگر وہ شہید ہوا تو میں اس کی مغفرت کروں گا اس پر رحم کروں گا اور اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (مسند احمد ۸/ ۵۹۷۷)

اشاعتِ اسلام کی راہ سے رکاوٹوں کو ہٹانا

جہاد فی سبیل اللہ اور اشاعت اسلام کی راہ سے رُکاوٹوں کو ہٹانا، شعائرِ ایمان کو اللہ کی زمین میں بلند کرنا ہے، حق جل مجدہ کی عظمت و کبریائی کا عالم میں زمزمہ بلند کرنا، حاکم اعلیٰ اور مالک الملک کی وفاداری کا عملی ثبوت دیتا ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سبب ہو تو پھر کیا کہنا! قرآن و حدیث میں ایسے خوش نصیبوں کو "بل احیاء" زندہ کہنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، شہداء کے مناقب قرآن و حدیث میں بے شمار ہیں۔ ان کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کی توصیف و تعریف میں آیت ربانی قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔

حق تعالیٰ کی رضا و جستجو

(٢٤٥) عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا يَحْكِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ:

" أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي خَرَجَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ضَمِنْتُ لَهُ أَنْ أُرْجِعَهُ إِنْ أَرْجَعْتُهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَ إِنْ قَبَضْتُهُ غَفَرْتُ لَهُ وَ رَحِمْتُهُ."

[صحيح لغيره] (أخرجه النسائي ج٦ ص١٨)

(۲۴۵) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

کوئی بھی ایسا بندہ، جو میری رضا کی تلاش میں میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلے گا، میں اس کے لیے ضامن ہوں، اگر وہ واپس لوٹا تو ثواب وغنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا اور اگر وہ شہید ہوا تو میں اس کی مغفرت کروں گا، اس پر رحم کروں گا اور اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (سنن نسائی ۶/ ۱۸)

اللہ پاک کے راستے میں نکلنے والے کا حق تعالیٰ ضامن وکفیل ہے جب تک کہ گھر نہ لوٹ آئے

(٢٤٦) لِلطِّبْرَانِیِّ عَنْ أَبِی مَالِکٍ الْأَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَی قَالَ: مَنِ انْتُدِبَ خَارِجًا فِی سَبِیْلِی، غَازِیًا ابْتِغَاءَ وَجْهِی، وَ تَصْدِیقَ وَعْدِی، وَ إِیْمَانًا بِرُسُلِی، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِمَّا یَتَوَفَّاهُ فِی الْجَیْشِ بِأَیِّ حَتْفٍ شَاءَ، فَیُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ وَ إِمَّا یُصْبِحُ مِنْ ضَمَانِ اللّٰهِ، وَ إِنْ طَالَتْ غَیْبَتُهُ حَتّٰی یَرُدَّهُ إِلَی أَهْلِهِ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَ غَنِیْمَةٍ."

[صحیح لغیرہ] (کما فی کنزالعمال ج ٤/ ١٠٦٤٣)

(۲۴۶) ترجمہ: حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میرے راستے میں میری رضا کی خاطر اور میرے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اور میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتے ہوئے نکلتا ہے، پس اس شخص کا اللہ جل شانہ ضامن و ذمہ دار ہے، اگر مجاہدین کے ساتھ وفات پا گیا تو خواہ کیسے اور کچھ بھی گناہ ہوں اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یا صحت یا تندرستی کے ساتھ زمین پر اللہ پاک کی امان وضمان میں چلتا پھرتا رہے گا اور اگر لمبی مدت کے بعد گھر لوٹتا ہے تو پھر بے شمار اجروثواب اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹتا ہے۔ (کنزالعمال ۴/۱۰۶۴۳)

مجاہد ہر حال میں کامیاب ہے؛ شہادت یا اجروثواب

زندگی وحیات، صحت وقوت، ایمان ویقین، سب کی سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ بندہ جب اس کو ذوقی و وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے اور پھر اس نعمت کا شکر ایمان وایقان کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کے وعدہ کی صداقت اور ایمانِ رسالت کی شہادت کے ساتھ۔ ربّ ذوالجلال کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنی قیمتی حیات کو حق کی بلندی کے لیے پیش کرتا ہے، عام زندگی کو چھوڑ کر مجاہد وغازی کی زندگی اختیار کر لیتا ہے تو حق جل مجدہ بھی

اس کی قدر فرماتے ہیں، اگر وہ راہِ حق میں شہادت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے تو جنت کنفرم ہے۔ مغفرت حتمی ویقینی ہے۔ جس جنت کے حصول کے لیے سالہا سال، عباد وزہاد آرزوئیں، دعائیں، مناجات کرتے ہیں وہ اس کو بیک لمحہ مل گئی، بس جان نکلی اور جنت، روح پرواز کی اور خلد بریں کی سکونت۔

اگر فاتح اسلام بن کر واپس آیا تو اجر وثواب کے ساتھ مال غنیمت اور اللہ تعالیٰ کی ضمان وامان۔ ذلت کی زندگی سے عزت کی شہادت نصیب والوں کا ہی مقدر بنتی ہے۔ مسلمانوں نے جب سے اس شعائر کو پامال کیا، خود پامال ہو رہے ہیں، عزت کی جگہ ذلت ان کا مقدر ونصیب بن گیا۔ **استغفر اللّٰہ العظیم**، مفاسد کے خاتمہ اور محاسن ومقاصد حسنہ کے حصول کے لیے جہاد کی مشروعیت ہوئی تھی جس کے بغیر نہ محاسن اسلام نہ مقاصد حسنہ کا حصول ممکن ہے۔ موت تو یقینی ہے خواہ میدان میں آئے یا بستر یا اسپتال کے اندر۔ شہادت ضروری نہیں کہ ہر مجاہد کو مل جائے، مگر ملے گی اسی کو جو مجاہد ہوگا، جہاد کے میدان میں سر، تن کی بازی، رضاء الٰہی کے لیے دیگا۔ فانی لذتوں کو قربان کر کے ابدی حیات ولذتوں کو حاصل کرنا عقلاء کا ہی شیوہ ہے۔ عہدِ رسول ﷺ میں اصحابِ رسول ﷺ کو اس بات کا یقین آ گیا تھا لہٰذا آسان ہو گیا، جان دے دینا، آج ہمیں دنیاوی لذتوں نے آدبایا ہے، مختلف قسم کے بودے اعذار نے دامن کو تھام رکھا ہے، اس لیے صورت حال بدلی ہوئی ہے۔ اور ہم ہر ذلت کو گوارہ کر رہے ہیں، نام اس کا مصلحت رکھا ہوا ہے۔

بَابُ : (إِنَّ عَبْدِیْ كُلَّ عَبْدِیَ الَّذِیْ یَذْكُرُنِی وَ هُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ ......)

باب: قتال کے وقت ذکر اللہ پر مداومت

(۲٤۷) عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَعْكَرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدِی كُلَّ عَبْدِیَ یَذْكُرُنِی وَ هُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ". یَعْنِی عِنْدَ الْقِتَالِ. [ضعیف] (أخرجه الترمذی ج۵ / ۳۵۸۰)

ذکر اللہ عند القتال

(۲۴۷) ترجمہ: حضرت عمارہ بن زعکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میرے بندوں میں سب سے مقرب بندہ وہ ہے جو عین حالت قتال میں بھی میرا ذکر کرتا رہتا ہے (یعنی ہاتھ سے قتال اور دل وزبان سے ذکر کرتا رہتا ہے)۔

(سنن ترمذی ۵/۳۵۸۰)

لڑائی وقتال کے وقت ذکر اللہ کی کثرت

لڑائی وقتال کے وقت ذکر اللہ کی کثرت سے حق جل مجدہ کی طرف مکمل انابت وتوجہ تام رکھے۔ خلوص دل سے حق تعالیٰ کی نصرت ومدد پر نگاہ رکھے اور دل مشغول بحق رہے۔ اللہ تعالیٰ سے فتح وکامرانی اور قوت وثبات قدمی کی دعا کرتا رہے۔ حق جل مجدہ نے اس حدیث قدسی میں جو فرمایا کہ میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا رہے۔ اس میں نماز، دعا، تکبیر (یعنی نعرۂ تکبیر) اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔

﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (فوائد عثمانی)

وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہو

عبد الرزّاق کی روایت ہے کہ: دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ، گو وہ چیخیں چلائیں، لیکن تم خاموش رہو۔ یعنی جزع فزع، شکوہ شکایت سے بچو۔

طبرانی میں ہے: تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے، تلاوت قرآن کے

وقت، جہاد کے وقت اور جنازے کے وقت اور جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا ہے۔یعنی دعا فریاد میں مشغول ہے۔نگاہ نصرت حق پر جمی ہوئی ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔

حضرت عطارؒ کا قول ہے کہ: چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے، پھر آپ نے ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (انفال:۴۵) تلاوت فرمائی۔تو جریجؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں، آپ نے فرمایا: ہاں۔

میدانِ جہاد میں ذکر اللہ کا اثر

میدان جنگ و جہاد میں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم اگرچہ بظاہر مجاہدین کے لیے ایک کام کا اضافہ نظر آتا ہے، جو عادۃً مشقت و محنت کو چاہتا ہے لیکن ذکر اللہ کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ وہ محنت نہیں لیتا؛ بلکہ ایک فرحت وقوت اور نصرت بخشتا ہے اور انسان کے کام میں مزید معین و مددگار بنتا ہے۔یوں بھی محنت و مشقت کا کام کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی کلمہ یا گیت گنگنایا کرتے ہیں۔قرآن کریم نے مسلمانوں کو اس کا نعم البدل دے دیا، جو ہزاروں فوائد اور حکمتوں پر مبنی ہے، اسی لیے آخر آیت میں فرمایا: **لعلکم تفلحون۔**

یعنی اگر تم نے ثبات اور ذکر اللہ کے دوگر یاد کرلیے اور ان کو میدانِ جنگ میں استعمال کیا تو فلاح وکامیابی تمہاری ہے، میدان جنگ کا ذکر ایک تو وہ ہے جو عام طور پر نعرۂ تکبیر کے انداز میں کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر نظر اور اعتماد توکل اور دل سے اس کی یاد لفظ ذکر اللہ ان سب کو شامل ہے۔ (گلدستہ تفاسیر ۲/۳۷۰)

عین میدان جنگ میں ذکر اللہ کی برکت سے رحمت ونصرت اترتی ہے، دشمنوں پر

رعب اور اپنوں پر سکینت کا نزول ہوتا ہے۔ اپنوں کو ثبات وقرار اور دشمنوں پر تفرقہ وفرار دامن گیر ہوتا ہے۔ غیبی قوت وطاقت ممد ومعاون بنتی ہے۔ کائنات عالم کا ہر نظام مجاہدین ذاکرین کے لیے فتح ونصرت، کامیابی وکامرانی کے لیے مسخر ہونے کو حکم ربانی کا منتظر رہتا ہے۔ اور مجاہد شہادت کی سعادت کے حصول کے لیے جان کی بازی لگاتا ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے ذکر اللہ سے راستہ طے کرتا ہے۔

بَابُ : (اِسْتِشْهَادُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ أَبِی جَابِرٍ ......)

باب: عبداللہ ابن عمر ابن حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت

(۲٤۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: لَقِيَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِی:

"يَا جَابِرُ، مَا لِي أَرَاکَ مُنْكَسِرًا؟

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتُشْهِدَ أَبِی، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَ تَرَکَ عِيَالًا وَ دَيْنًا قَالَ:

أَ فَلَا أُبَشِّرُکَ بِمَا لَقِیَ اللّٰهُ بِهٖ أَبَاکَ؟

قَالَ: قُلْتُ بَلٰی، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ:

مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَ أَحْيَا أَبَاکَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا فَقَالَ: يَا عَبْدِی تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ . قَالَ: يَا رَبِّ تُحْيِيْنِی فَأُقْتَلَ فِيْکَ ثَانِيَةً . قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَ جَلَّ : إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي

﴿ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ (یٰسٓ:۲۱)

قَالَ : وَ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ (آل عمران: ١٦٩)

[حسن] (أخرجه الترمذی ج ٥/ ٣٠١٠)

حضرت جابر کے والد سے حق جل مجدہ کا بلا حجاب گفتگو کرنا

(۲۴۸) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی، تو آپ ﷺ نے پوچھا:

اے جابرؓ! کیا بات ہے کہ میں تم کو غمگین دیکھ رہا ہوں؟ یعنی تم غمگین کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہوگئے اور پیچھے اپنے عیال بھی چھوڑ گئے اور لوگوں کا دین وقرض بھی۔ (جس کی فکر دامن گیر ہے اور میں اسی وجہ سے اداس حال ہوں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ خوشخبری نہ بتلادوں جو تیرے والد کے ساتھ حق جل مجدہ نے اکرام وانعام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ضرور یارسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تک حق جل مجدہ نے بغیر حجاب کے کسی سے گفتگو نہیں کی اور تیرے والد کو زندہ کیا اور رب تبارک وتعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر کسی حجاب کے تیرے والد سے گفتگو کی۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: اے میرا بندہ تمنا ظاہر کر، مجھ کو اپنی خواہش سے باخبر کر! میں تیری خواہش وتمنا اور آرزو پوری کروں گا، تیرے والد نے کہا: یارب آپ مجھ کو زندہ کردیجیے تاکہ دوبارہ قتل کیا جاؤں (اور قتل ہوکر تیرے پاس حاضری دوں) حق جل مجدہ نے فرمایا: میری طرف سے یہ بات پہلے کہی جاچکی ہے:

﴿ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (یٰسٓ: ۳۱)

اور یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

(سنن الترمذی ۵/۳۰۱۰)

شہادت کی موت اور جنت کی سیر

گھر میں بیٹھ رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی، ہاں! آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہیے، شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو مردوں کو نہیں ملتی، ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے، بڑے عالی درجات ومقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے، جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اُڑے

چلے جاتے ہیں، شہداء کی ارواح، جو اصل طیورِ خضر (سبز پرندوں) کی شکل میں داخل ہوکر جنت کی سیر کرتی ہیں، ان طیور خضر کی کیفیت کو اللہ ہی جانے، وہاں کی چیزیں ہمارے احاطۂ خیال میں کہاں آسکتی ہیں، اس وقت شہداء بے حد مسرور و مبتہج ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عنایت فرمائی، اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا اور اپنے فضل سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کردیا، جو وعدے شہیدوں کے لیے پیغمبر کی زبانی کیے گئے تھے، انھیں آنکھوں سے مشاہدہ کرکے بے انتہا خوش ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا؛ بلکہ خیال وگمان سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے، نہ صرف یہ کہ اپنی حالت پر شاداں وفرحاں ہوتے ہیں؛ بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا تصور کرکے بھی انھیں ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے، جن کو اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے امورِ خیر میں مشغول چھوڑ آتے ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا کم ازکم ایمان پر مرے تو اپنی اپنی حیثیت کے موافق ایسی ہی پُرلطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے، نہ ان کو اپنے آگے کا ڈر ہوگا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے اللہ کی رحمت میں داخل ہوجائیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

شہداء کی عجیب تمنا اور آیت کا نزول

رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمر بن حرامؓ کے فرزند جابرؓ کو غمگین دیکھا، پریشان حال پایا، پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں متفکر اداس حال ہو، آخر بات کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ابوؓ اُحد میں جام شہادت پاچکے، خلد بریں کی تمکین حاصل کرلی، نعیم ومقیم کے رتبۂ بلند پر فائز ہوگئے اور پیچھے عیال و دَین چھوڑ گئے، بھائی بہن کی ذمہ داری اور قرض و دَین کی ادائیگی کا غم اور ابو کی جدائیگی نے یہ حال کردیا ہے۔

آقا ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک کا خاص معاملہ جو تیرے ابو کے ساتھ ہوا نہ بتلا دوں۔ حق جل مجدہ نے جس کسی سے گفتگو کی یا ہم کلام ہوا تو وراء حجاب، پردے کے پیچھے سے کیا لیکن تیرے ابا سے ربّا نے آمنے سامنے بات چیت کی، وہ یہ کہ مانگ کیا چاہتا ہے؟

جو مانگے گا دوں گا، تیرے ابا نے تمنا ظاہر کی کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دیں کہ میں پھر دوسری بار لذت شہادت کو حاصل کروں، اور جان کو قربان کرنے کا لطف ومزہ پاؤں۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: یہ بات تو پہلے ہی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے جو اٹل ہے۔ کہ کوئی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔ تو انھوں نے تمنا ظاہر کی کہ ہمارے اس عیش و تنعّم کی خبر ہمارے بعد آنے والے بھائیوں کو پہنچا دی جائے تا کہ وہ بھی اس زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں۔ **ولا تحسبن الذین قتلوا**...... **الخ**۔

حاکم کی روایت جو ابھی آ رہی ہے اس میں ہے کہ انھوں نے عرض کیا: مولیٰ میں تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکا، لہٰذا مجھے ایک بار پھر دنیا میں بھیجئے تا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں دشمنان دین وایمان سے لڑوں اور حق عبادت بشکل شہادت پیش کروں، حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات پہلے ہی اٹل لکھی جا چکی ہے کہ دوبارہ دنیا میں واپسی نہیں ہوگی۔

شہداء کا مقام قربِ الٰہی

حق جل مجدہ نے شہداء کو قرب خاص عطا فرمایا، جس کو عِنۡدَ رَبِّهِمۡ سے تعبیر فرمایا: یہ قرب بلا کیف قرب اعزازی ہے۔ شہداء پر تجلیات ذاتیہ کی بارش کو کشف کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، کیونکہ شہداء نے اپنی اپنی ذات کو راہِ حق میں قربان کیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حیات جاودانی عطا فرمائی، اور تجلیات ذاتیہ سے نوازا جو حیات ابدیہ کی شکل میں عطا ہوئی۔

شہادت میں تکلیف کی مثال

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید، قتل کا دکھ بس اتنا (اتنی دیر) پاتا ہے جتنا (یعنی جتنی دیر) تم چیونٹی کے کاٹنے سے تکلیف پاتے ہو۔

(رواہ الدارمی الترمذی، گلدستہ ۱/۶۱۴)

شہداء کی شفاعت

ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابودرداءؓ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ سے فرمارہے تھے: شہداء اپنے ستر گھر والوں کی شفاعت کریں گے۔

حیاتِ شہداء

بغوی نے حضرت عبید بن عمیرؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ اُحد سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کا گزر حضرت مصعب بن عمیرؓ (شہید احد) کی طرف سے ہوا۔ مصعب بن عمیرؓ شہید ہو چکے تھے، آپ ﷺ ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور ان کے لیے دعاء کی پھر آیت تلاوت فرمائی، ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ.. ﴾ پھر فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ سب اللہ کے نزدیک شہید ہوں گے۔ متنبہ ہو جاؤ، تم ان کے پاس آیا کرو، ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہا کرو۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت تک جو کوئی ان کو سلام کرے گا، وہ ضرور اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے تجھے مکہ میں دیکھا تھا کہ تجھ سے زیادہ مکہ میں نہ کوئی خوش لباس تھا، نہ حسین بالوں والا (یعنی نہ تجھ سے زیادہ خوش جمال اور آج اللہ کی راہ میں تیری یہ حالت ہوگئی کہ تجھے مثلہ کیا گیا۔ (گلدستہ ۱/۶۱۲)

شہید کی آرزو وتمنّا

(۲۴۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِجَابِرٍ رضی اللہ عنہ:

"يَا جَابِرُ! أَلَا أُبَشِّرُكَ؟ قَالَ: بَلَى، بَشَّرَنِي بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ. قَالَ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَحْيَا أَبَاكَ فَأَقْعَدَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ: تَمَنَّ عَلَيَّ عَبْدِي مَا شِئْتَ أُعْطِيْكَهُ فَقَالَ: يَا رَبِّ! مَا عَبَدْتُكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ. أَتَمَنَّى أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَرَّةً أُخْرَى. فَقَالَ: سَبَقَ مِنِّي أَنَّكَ إِلَيْهَا لَا تَرْجِعُ."

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فى ا لمستدرك ٣/٢٠٣)

(۲۴۹) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جابرؓ سے فرمایا: اے جابرؓ! میں تم کو خوش خبری نہ سنادوں؟ جابرؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں! ضرور ہم کو خوشخبری سنا دیجیے۔ اللہ آپ کو بھی خیر کی خوشخبری سنائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے پتہ بھی ہے حق جل مجدہ نے تیرے والد عبداللہ کو زندہ کیا اور حق تعالیٰ نے آمنے سامنے بٹھایا اور حق تعالیٰ نے فرمایا: اپنی تمنا وخواہش سے مجھ کو آگاہ کر جو بھی تیری آرزو ہو، میں وہ تیری خواہش پوری کروں گا۔ انھوں نے عرض کیا: یارب! **ما عبدتک حق عبادتک** میں نے آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا جیسا کہ کرنا چاہیے تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ مجھ کو آپ دنیا میں واپس لوٹا دیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں دشمنوں سے قتال کریں دوبارہ۔

حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات میں نے پہلے ہی کہہ دی ہے کہ تو دوبارہ دنیا میں لوٹایا نہیں جائے گا۔ (مستدرک حاکم ۳/۲۰۳)

بَابُ : (تَمَنِّی الشُّهَدَاءُ أَنْ تُرَدَّ أَرْوَاحُهُمْ ......)

باب: شہداء کی تمنا

(۲۵۰) عَنْ مَسْرُوْقٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ (هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ) رضی اللہ عنہ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾
(آل عمران: ١٦٩)

قَالَ: أَمَّا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ:

" أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: اَيُّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا قَالُوْا: يَا رَبِّ! نُرِيْدُ أَنْ تُرَدَّ أَرْوَاحُنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِي

سَبِيْلِکَ مَرَّةً أُخْرَی فَلَمَّا رَأَی أنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِ كُوا.“
[صحيح] (أخرجه مسلم ج٣ص١٥٠٢)

ہماری روحیں ہمارے اجسام میں واپس کردی جائیں

(۲۵۰) ترجمہ: حضرت مسروقؒ کہتے ہیں ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹) کے متعلق سوال کیا، تو انھوں نے جواب میں کہا کہ: ہاں میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال کیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی ارواح سبز پرندے کے پیٹ میں ہوتی ہیں اور ان کی رہائش گاہ عرش سے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں ہوتی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتی پھرتی ہیں، پھر گھوم پھر کر اپنے مستقر قندیلوں میں آجاتی ہیں، تو حق جل مجدہ ان کو جھانک کر خبر گیری کے لیے دیکھتا ہے، ۔ تو ارشاد ہوتا ہے: تم لوگوں کو کچھ چاہیئے؟ وہ جنتی شہداء کی ارواح عرض کرتی ہیں: ہم کو کیا چاہیئے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گھومتے ہیں۔ حق جل مجدہ تین بار ان لوگوں سے سوال کرتا ہے جب ارواح نے محسوس کرلیا کہ جب تک سوال نہ کریں ان کو مفر نہیں۔ تو سوال کیا: یا رب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح ہمارے اجسام میں واپس کردی جائیں، یہاں تک کہ ہم دوبارہ آپ کے راستہ میں قتل ہوں جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کچھ حاجت نہیں، پھر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم ۳/۱۵۰۲)

حق تعالیٰ کی جانب سے رزق ملتا ہے

(۲۵۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه فِي قَوْلِهِ:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

قَالَ: أَمَّا إِنَّا سَأَلْنَا عَنْ ذَلِکَ فَقَالَ:

" أَرْوَاحُهُمْ كَطَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيِّهَا شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذِ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ اِطِّلاعَةً فَيَقُوْلُ: سَلُوْنِي مَا شِئْتُمْ. قَالُوْا: رَبَّنَا وَ مَاذَا نَسْأَلُكَ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيِّهَا شِئْنَا ؟ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَا يُتْرَكُوْنَ مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا قَالُوْا: نَسْأَلُكَ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا إِلَى الدُّنْيَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ إِلَّا ذٰلِكَ تُرِكُوْا." [حسن] (أخرجه ابن ماجة ج۲/ ۲۸۰۱)

(۲۵۱) ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے آیت: ﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹) کے بارے میں روایت ہے:

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہاں! میں نے بھی سوال کیا تھا اسی آیت کے سلسلہ میں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

شہداء کی ارواح گویا کہ جنت میں جہاں چاہیں سبز پرندہ میں گھومتی پھرتی ہیں، پھر وہ آرام وقرار کے لیے عرش سے لٹکے ہوئے اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں۔ وہ اسی حال میں تھیں کہ حق جل مجدہ نے خیریت معلوم کرنے کیلیے ان کو جھانک کر دیکھا، حق جل مجدہ نے فرمایا: مجھ سے مانگو جو جی چاہے۔ انھوں نے عرض کیا: رب العزت ہم آپ سے کیا مانگیں؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب ان ارواح نے دیکھا کہ جب تک مانگیں گے نہیں ہمیں نجات نہیں، تو سوال کیا: رب العزت ہمارا سوال یہ ہے کہ ہماری ارواح دنیا میں ہمارے اجسام میں واپس کردی جائیں، یہاں تک کہ ہم آپ کے راستہ میں قتل وشہید ہوجائیں۔ جب حق جل مجدہ نے دیکھا کہ: ان کا اس کے علاوہ کوئی سوال نہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ (سنن ابن ماجہ ۲/ ۲۸۰۱)

کیا تم لوگوں کو اور بھی کچھ چاہیے

(۲۵۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

فَقَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَنَا:

"أَنَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي طَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ وَ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّكَ اطِّلَاعَةً فَقَالَ: هَلْ تَسْتَزِيْدُوْنَ شَيْئًا فَأَزِيْدُكُمْ؟ قَالُوْا: رَبَّنَا وَ مَا نَسْتَزِيْدُ، وَ نَحْنُ فِي الْجَنَّةِ نَسْرَحُ حَيْثُ شِئْنَا؟ ثُمَّ اطَّلَعَ إِلَيْهِمُ الثَّانِيَةَ. فَقَالَ: هَلْ تَسْتَزِيْدُوْنَ شَيْئًا فَأَزِيْدُكُمْ؟ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَمْ يُتْرَكُوْا: قَالُوْا: تُعِيْدُ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَنُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرَى." [صحيح] (أخرجه الترمذي ج۵/ ۳۰۱۱)

(۲۵۲) ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے آیت:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ سے متعلق پوچھا گیا، تو انھوں نے فرمایا: ہاں! ہم نے بھی معلوم کیا تھا تو بتلایا کہ:

اُن شہداء کی ارواح سبز پرندے کے اندر ہیں، جنت میں جہاں چاہتی ہیں گھومتی پھرتی ہیں، پھر آرام کے وقت اپنے مسکن جو عرش رحمٰن سے لٹکی ہوئی قندیلیں ہیں وہاں آجاتی ہیں، ایک روز حق جل مجدہ نے خبر گیری کے لیے ان کو جھانک کر دیکھا، تو ارشاد حق ہوا: کیا تم لوگوں کو اور بھی کچھ چاہئے تو میں اضافہ کر دوں؟ انھوں نے عرض کیا: ہمیں اور کیا چاہئے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں آزادی سے سیر کرتے ہیں، پھر حق جل مجدہ نے دوسری بار کو جھانک کر دیکھا اور ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو اور بھی کچھ چاہئے تو میں اور بھی دوں گا؟ جب انھوں نے محسوس کیا کہ حق تعالی سے جب تک کچھ مانگیں گے نہیں سوال ہوتا رہے گا۔ عرض کیا: اچھا پھر ہماری ارواح دنیا میں ہمارے اجسام میں واپس کر دی جائیں

تا کہ ہم دوبارہ آپ کے راستہ میں قتل ہوں۔ (سنن الترمذی ۳۰۱۱/۵)

شہداء کی ارواح اوران کا پیغام

(۲۵۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"لَمَّا أُصِيْبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَ مَشْرَبِهِمْ وَ مَقِيْلِهِمْ، قَالُوْا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجَنَّةِ وَ لَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ :أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ :

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٦٩)

[صحيح] (أخرجه أبوداود ج٣/ ٢٥٢٠)

(۲۵۳) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تمہارے بھائیوں کو جنگ اُحد میں شہادت ملی تو حق تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر ڈال دیا جو جنت کی نہروں میں اترتی ہیں اور جنت کے پھلوں کو کھاتی ہیں اور پھر سونے کی قندیلوں میں جو عرشِ اعظم سے لٹکائی گئی ہیں اس میں آرام کرتی ہیں، جب ان روحوں کو اچھے قسم کے کھانے پینے رہائش کا ذائقہ معلوم ہوگیا تو آپس میں باتیں کرنے لگیں کہ ہماری ان خوشی ومسرت کا احوال ہمارے بھائیوں کو دنیا میں کون پہنچائے گا کہ ہم لوگ جنت میں ابدی زندگی کے ساتھ رزق پارہے ہیں تا کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بے خبر نہ رہیں اور جنگ وحرب سے تھک نہ جائیں، حق جل مجدہ نے اس گفتگو کو سن کر فرمایا: اے شہداء! میں تمہاری طرف سے اس پیغام کو پہنچا دیتا ہوں، پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی "ولا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" اخیر آیت تک۔ (ابوداؤد ۳/۲۵۲۰)

سبز پرندوں کو جنت میں آزادی، اوران کی تمنا آیاتِ ربانی

شہدائے اُحد نے بارگاہ ربّ العزت میں پہنچ کر یہ اعزاز واکرام حاصل کیا کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے اندرڈال دی گئیں اور پوری جنت میں بلا روک ٹوک سیر وسیاحت اورکھانے پینے کی اجازت دے دی گئی اوران کی آرام گاہ سونے کی قندیلیں عرش عظیم سے آویزاں کردی گئیں۔ من مانی خوراک کھائیں پیئیں، گھومیں پھریں، اور ربّ العزّت کے عرش کے نیچے اپنی آرام گاہ قندیلوں میں سکونت اختیار کریں،عرش پررب العرش العظیم اور اس سے ملی ہوئی ربّ العرش العظیم سے قریب بندۂ شہید ہو، یہ قرب واعزاز دیکھ کرشہید نے تمنا ظاہر کی کہ اے کاش ہمارے اس عیش وعشرت ،عزت وفرحت ، راحت وعافیت ، تنعّم وتقرّب کی خبرکوئی ہمارے بھائیوں کو پہنچادے،تاکہ وہ بھی اس زندگی کی طرف لپکیں، جھپٹیں اورجہاد سے جان نہ چرائیں، ان کی اس تمنا اورآرزوکو بارگاہ ربّ العزت سے شرف وقبولیت کا مقام ملااورحق جل مجدہ نے خودفرمایا کہ تمہاری خواہش وتمنا کو میں ہی پہنچادیتا ہوں اورباری عزوجل نے آیات نازل کیں۔اوران کومطلع کردیا گیا کہ ہم نے تمہاری تمناوخواہش کے موافق خبر پہنچادی جس پرشہداءاورخوش ہوئے۔

کتنی قابل صدمبارک باد ان شہیدوں کی روحیں ہیں جن کی تمنا آیات ربانی بن کر نازل ہوئیں اوررسول اللہ ﷺ کی امت کوحیات جاودانی کا پیغام ابدی ملا اوردین اسلام کی دفاعی قربانی پرشہادت کا تمغہ عطا ہوا۔

اے کاش کہ امت اس رازِ سنام کو جان کرشجاعت کے ساتھ شہادت کے مقام تک پہنچ جاتی پھرمسلمانوں کوعزت کے سوا کبھی ذلت کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا۔اسلام ربّ عزیز کا ہمیشہ عزّت والا ہے۔خواہ مسلمان کیوں نہ ذلت میں ہوں،مسئلہ مسلمانوں کا ہے اسلام کا نہیں، ہم اپنی عزت چاہتے ہیں تو عزیز وحمید کے دین کو اپنائیں عزت وقابل عزت رہیں گے، ورنہ جوہورہا ہے حالات اس سے بھی بدتر ہوں گے،عرب وعجم کا مسئلہ نہیں ملت وامت کا ہے۔ہم پر جوحالات مسلط ہیں۔اس کا تصورکبھی شاید قاسم نانوتویؒ کو نہ ہوا ہوگا۔

شیخ الہندؒ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آیا ہوگا، حسین احمد مدنیؒ نے سوچا بھی نہ ہوگا، ورنہ وہ کچھ اور ہی قدم اٹھاتے، ان حضرات نے ہماری ضمیر فروشی، دینی حمیت وغیرت کا اس قدر انحطاط، اور شرم ناک بد دینی کا تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ جس مقام پر ہم ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلیہِ رَاجِعُون۔ حَسْبُنَا اللّٰہَ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں کیوں؟

حق جل مجدہ نے شہیدوں کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل میں یا سبز پرندوں کے جوف میں اس لیے رکھا ہے کہ پرندوں کو گھومنے پھرنے پر پابندی نہیں ہوتی اور سبز پرندہ جیسے ہم لوگوں کے یہاں طوطا محبوب وپسندیدہ پرندہ ہے گھروں میں رکھا جاتا ہے، خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مالک کو اس سے ایک خاص انسیت ومودت ہوتی ہے، باری تعالیٰ کو بھی ان شہداء پر غایت درجہ کا لطف وکرم کا مظہر بنانا ہے اور قرب واتصال کا جلوہ دکھلانا مقصود ہے اس لیے سبز پرندوں میں رکھا تاکہ آزادی کی علامت نمایاں رہے اور حق جل مجدہ سے شہیدوں کی روحیں خاص قرب رکھتی ہیں اس لیے ان کو پرندوں کی شکل میں رکھا اور سیر وسیاحت اور پرواز بھی پرندے کو عطا ہوتی ہے؛ اس لیے شہداء جہاں چاہیں گے جائیں گے، مستقر ان کا عرش اعظم سے لگی ہوئی قندیلیں ہوں گی واللہ اعلم۔

شہداء کی ارواح عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں

(٢٥٤) وَ لِهَنَّادٍ عَنْ أَبِی سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِی حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرْعَى مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ثُمَّ تَكُوْنُ مَأْوَاهَا إِلَى قَنَادِيْلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فيقول الرّبّ عزوجل تعلمون كرامة اكرم من كرامة أَكْرَمْتُكُمْ بِهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، إِلَّا أَنَّا، وَدِدْنَا أَنَّكَ رَدَدْتَ أَرْوَاحَنَا إِلَى أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقَاتِلَ فِی سَبِيْلِكَ."

[صحيح لغيره] (كما فی كنزالعمال ج ٤/ ١١١٧١)

(٢٥٤) ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے: شہداء کی ارواحیں سبز

پرندوں کی شکلوں میں ہیں جو ریاض الجنۃ سے کھاتی پیتی ہیں اوران کی رہائش عرش اعظم میں لٹکی ہوئی قندیلیں اورگھونسلے ہیں، ارشاد ہوتا ہے: کیا تم جانتی ہو کہ یہ عزت وکرامت کا معاملہ جوتمہارے ساتھ ہوا ہے کس سبب اور وجہ سے ہے؟ وہ عرض کرتی ہیں: نہیں معلوم، مگر یہ کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری ارواحوں کو دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے تاکہ ہم دوبارہ آپ کے راستے میں جہاد وقتال کر کے شہید ہوجائیں۔ (کنز العمال ۴/۱۱۱۷۱)

عرش کے سایہ میں بیٹھنا

(۲۵۵) وَ لِلْعَقِيْلِي فِي الضُّعَفَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

''اَلشُّهَداءُ عِنْدَ اللّٰهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ يَاقُوْتٍ فِي ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ عَلَى كَثِيْبٍ مِنْ مِسْكٍ فَيَقُوْلُ لَهُمُ الرَّبُّ: أَ لَمْ أُوفِ وَ أَصْدُقْكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: بَلٰى وَ رَبِّنَا.'' [ضعيف] (كما في كنز العمال ج۴/۱۱۱۰۰)

(۲۵۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: شہداء حق جل مجدہ کے پاس عرش کے سایہ میں یاقوت کے منبر اور مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے جب کہ اس وقت اور کوئی سایہ نہ ہوگا، حق جل مجدہ ان لوگوں سے فرمائیں گے: کیا میں نے تم لوگوں کو پورا پورا بدلہ نہ دیا، اور تمہاری ابدی زندگی کی شہادت نہ دیدی تھی (یعنی کامل ومکمل اجر وثواب کے ساتھ حیات ابدی کی شہادت دنیا میں نہ دیدی تھی) شہداء عرض کریں گے: بے شک آپ نے بھرپور ثواب اور زندگی کی شہادت دیدی تھی۔ (کنز العمال ۴/۱۱۱۰۰)

بَابُ : (عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ......)

باب: رب العزت ایک شخص کے جہاد فی سبیل اللہ پر تعجب کرتا ہے؟

(۲۵٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

''عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَم — يَعْنِي أَصْحَابُهُ — فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فَرَجَعَ حَتَّى أُهْرِيقَ دَمُهُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: اُنْظُرُوْا إِلَى

عَبْدِی رَجَعَ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِی وَ شَفَقةً مِمَّا عِنْدِی حَتَّی أُهْرِیقَ دَمُهُ.“
[حسن] (أخرجه أبوداود ج٣/ ٢٥٣٦)

دشمنِ حق سے قتال کا انعام

(٢٥٦) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ربّ العالمین اس شخص پر تعجب کرتے ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کو نکلا تو اس کے ساتھی شکست کھا گئے، مگر وہ اپنے ذمہ اللہ کا فرض جان کر لوٹ گیا اور دشمن حق سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو جو خوشی خوشی میرے یہاں شہید کا جو درجہ ہے اس کی رغبت میں اور جنت میں جو اس کا مقام بلند ہے اس کی امید میں لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (سنن ابی داؤد ۳/ ۲۵۳۶)

ربّ العالمین کا دو شخصوں کے عمل پر تعجب

(٢٥٧) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

”عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ مِنْ رَجُلَیْنِ: رَجُلٌ ثَارَ عَنْ وِطَائِه وَ لِحَافِهِ مِنْ بَیْنَ أَهْلِهِ وَ حَیِّه إِلَی صَلاتِهِ فَیَقُوْلُ رَبُّنَا: أَیَا مَلَائِکَتِی اُنْظُرُوْ إِلَی عَبْدِی ثَارَ مِنْ فِرَاشِهِ وَ وِطَائِه وَ مِنْ بَیْنَ حَیِّهِ وَ أَهْلِهِ إِلَی صَلَاتِهِ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِی وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدِی، وَ رَجُلٌ غَزَا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَانْهَزَمُوْا فَعَلِمَ مَا عَلَیْهِ مِنَ الْفِرَارِ وَ مَا لَهُ فِی الرُّجُوعِ، فَرَجَعَ حَتّٰی أُهْرِیْقَ دَمُهُ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِی وَ شَفَقةً مِمَّا عِنْدِی، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمَلَائِکَتِهِ: اُنْظُرُوْا إِلَی عَبْدِی رَجَعَ رَغْبَةً فِیْمَا عِنْدِی وَ رَهْبَةً مِمَّا عِنْدِی حَتّٰی أُهْرِیْقَ دَمُهُ.“

[صحیح] (أخرجه أحمد فی مسنده ج٦/ ٣٩٤٩)

(٢٥٧) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ربّ العالمین دو شخصوں پر تعجب کرتے ہیں، ایک وہ شخص جو اپنے نرم وگرم بستر اور لحاف سے اپنی حسین وجمیل اور محبوب بیوی کے پاس سے اٹھ کر رات کی تنہائی میں نماز میں مشغول ہو، حق جل مجدہ اس کو دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں: اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو، جو نرم وگرم بستر سے حسین وجمیل محبوب بیوی کو چھوڑ کر نماز میں میرے پاس جو سکون و سرور ہے اس کی رغبت وامید میں اور جنت کی طلب ومحبت میں کھڑا ہے، دوسرا وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے، مجاہدین کو شکست ہوجانے کے باوجود اپنے ذمہ اللہ پاک کے حقوق وفرائض کو حتی الوسع پورا کرنے کے لیے لوٹ جائے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ شہید ہوجائے، اللہ پاک فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کو دیکھو جو میرے پاس جو نعمتیں ہیں اس کی رغبت وامید میں اور میری جنت کی طلب ومحبت میں لوٹ کر آیا اور لڑا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ (مسند احمد ۶/ ۳۹۴۹)

قابلِ رشک عمل، باعثِ نظرِ رحمت

حق جل مجدہ کی ذات بے مثال وبے نظیر ہے وہ اپنی تمام تر صفات میں بے نیاز، ذوالجلال والاکرام ہے۔ بندہ جب اس کی کبریائی وبے نیازی کو تسلیم کرکے اس کی عظمت و جلال کی بلندی وبرتری کی خاطر، دشمن حق سے حق کو تسلیم نہ کرنے کی بناء پر مقابلہ ومقاتلہ کرتا ہے تو اس کا نام مجاہد فی سبیل اللہ ہوتا ہے، مجاہد حق تعالیٰ کی عظمت وکبریائی، رفعت و بلندی کی بقاکے لیے فدائیت وفنائیت اختیار کرتا ہے، اس کا اپنا وجود معبود ومسجود کی مقصودیت ومطلوبیت کے پیش نظر معدوم محض ہوتا ہے۔ اب جس بندۂ حق کی نگاہ مقصود حقیقی، معبود و مسجودِ حقیقی پر ہوگی، وہ کب یہ گوارہ کرے گا کہ حق جل مجدہ کا نام اور اس کی کبریائی کی جگہ غیر اللہ کا نام وکبریائی بلند ہو؟ وہ احباب واخوان اور ہم مشرب ومسلک کی ہزیمت وشکست کو دیکھ کر شکستۂ خاطر نہیں ہوتا، اداسی کو قریب آنے نہیں دیتا، بزدلی وکم ہمتی سے کام نہیں لیتا۔ ربّ ذوالجلال کا نام لے کر میدان میں سنام وتلوار لے کر ہمت سے اُتر جاتا ہے، حق کے غلبہ کا جوش تھمتا نہیں، یہ وہ جذبۂ صادق وصالح ہے جس کا نشہ وخمار اترتا نہیں ہے، نگاہ حقّ و

قیوم کی احدیت وقیومیت پر جمی ہوتی ہے، اب دو ہی صورت ہے یا نام اسی کا باقی رہے گا یا پھر جام شہادت کی خاطر خون کو بہادے گا، قربان کردے گا۔حق جل مجدہ ایسے مجاہد پر عالم ملکوت میں فرشتوں کے درمیان رشک کرتے ہیں، نظر رحمت سے دیکھتے ہیں، جس نے جان کی قربانی باری تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی خاطر پیش کردی۔ یقیناً یہ جواں مرد ہے، ورنہ میدان میں ہزیمت کے باوجود جان سے کھیلنا بزدلی کا کام نہیں، آج کے دور میں ایسے جوان کو کہا جائے گا کہ جان ضائع کردی، حالانکہ یہ جان کو قیمتی بنانا ہے، اگر قیمتی نہ ہوتا تو ربّ العزّت کے یہاں اس پر رشک کیوں ہوتا؟ اور حق جل مجدہ فرشتوں کے درمیان اس کی تعریف فرماتے ہیں کہ اس مردحق کو دیکھو کہ شوقِ طلبِ جنت وشہادت اور خوف غضب باری وعقاب نار سے بچنے کے لیے جان دے دی اور اس کا مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی تھی۔ دوسرا وہ شخص بھی قابل رشک ہے جو رات کی تنہائی وفرصت اور خانۂ خلوت میں، شریک حیات، غم گسار زندگی، باعث سکون جان، راحت جسم، خواہش نفس، حسن وجمال کی پیکر، نرم ونازک جسم، دل ربا وخاطر نگاہ کو، نرم وگرم بستر پر چھوڑ چھاڑ کر اٹھتا ہے اور اپنے معبود ومسجود کی رضا کی خاطر سر بسجود ہوکر بارگاہِ بے نیاز میں نیازمندانہ عبودیت کی جبیں ٹیک دیتا ہے۔کبھی آہ وبکاہ سے فریاد کرتا ہے تو کبھی حمد وثناء کے ذریعہ رب تبارک وتعالیٰ کی تحمید وتمجید کا زمزمہ گنگناتا ہے۔کبھی اپنی بے مائیگی ودرماندگی کو دیکھ کر استغفار وافتقار کے ساتھ ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں بلبلاتا ہے، تو کبھی رحمت وجنت کا سوال کرتا ہے تو کبھی نارجہنم سے پناہ چاہتا ہے۔الغرض کسی کروٹ چین وقرار نہیں۔ رکوع وسجود، قیام وقعود، مناجات وقنوت میں مشغول رہتا ہے، ایسے بندۂ حق پر بھی اللہ رب العزت رشک کرتے ہیں۔ان پر رحمت اترتی ہے، سکینہ نازل ہوتی ہے، تجلیات وارد ہوتی ہیں۔حلاوت ولذت کا جام عطا ہوتا ہے، ربودگی وفیوض کی بارش ہوتی ہے۔قلب پر انابت وشرح صدر کا عکس وارد ہوتا ہے۔دھیرے دھیرے مشاہدۂ تجلیات کون ومکان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ان باتوں کا تعلق ذوق ووجدان سے ہے۔ بحث وتکرار سے نہیں۔ظرف اپنا اپنا، کیفیت اپنی اپنی، تعلق

مع اللہ کا رشتہ جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا عنایت بھی اسی کے بقدر، مگر سب کچھ کے بعد اپنی ہستی کی نیستی ملحوظ رہے۔ فنائیت کا مقام مستحضر رہے، وہ متکبر ہے دوسرے متکبر کو گوارہ نہیں کرتا۔ بابو یاد رکھو! جس قدر، ذلت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں جاؤ گے اسی کے بقدر عزت پاؤ گے، ہست کو نیست کردو، انا کو فنا کردو، علم برائے معرفت الٰہی ہو، عمیق علم کے ساتھ عمیق معرفت بھی ہو۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ، وَ نَوِّرْ قَلْبِی بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ۔

دو شخصوں کے عمل پر حق جل مجدہ کا ہنسنا

(۲۵۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

''رَجُلَانِ یَضْحَکُ اللّٰہُ إِلَیْھِمَا : رَجُلٌ تَحْتَہُ فَرَسٌ مِنْ أَمْثَلِ خَیْلِ أَصْحَابِہٖ فَلَقُوا الْعَدُوَّ فَانْھَزَمُوْا وَ ثَبَتَ إِلَی أَنْ قُتِلَ شَھِیْدًا، فَذٰلِکَ یَضْحَکُ اللّٰہُ مِنْہُ فَیَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَی عَبْدِی لَا یَرَاہُ أَحَدٌ غَیْرِی.''

[حسن لغیرہ] (أخرجہ عبدالرزاق فی المصنف ج ۱۱/ ۲۰۲۸۱)

(۲۵۸) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

دو شخص کو دیکھ کر حق جل مجدہ ہنس دیتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو اپنے ساتھیوں کے درمیان اچھے اصلی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو اور اس کی مڈبھیڑ دشمن اسلام سے ہوگئی، سب لوگ شکست کھا گئے اور یہ ثابت قدمی کے ساتھ لڑتا رہا، یہاں تک کہ جان جانِ جاناں کو دے کر شہید ہوگیا۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے اس بندے کو دیکھو، اس کی نگاہ میرے علاوہ کسی پر نہیں گئی یعنی تن تنہا دشمن سے لڑتا رہا کہ اس کا مقصود حیات تنہا میں تھا اور اس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا و دیکھتا۔ (مصنف عبدالرزاق ۱۱/ ۲۰۲۸)

شب میں بیدار ہوکر حضورِ حق میں حاضری کا انعام

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

''یَضْحَکُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَی رَجُلَیْنِ: رَجُلٌ لَقِیَ الْعَدُوَّ وَ ھُوَ عَلَی فَرَسٍ مِنْ أَمْثَلِ خَیْلِ أَصْحَابِہٖ فَانْھَزَمُوْا وَ ثَبَتَ، فَإِنْ قُتِلَ اسْتُشْھِدَ وَ إِنْ بَقِیَ

فَـذٰلِکَ الَّـذِی یَـضْـحَـکُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَیْهِ، وَ رَجُلٌ قَامَ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ لَا یُـعْلَمُ بِهٖ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ وَ مَجَّدَهُ وَ صَلَّی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ. وَ اسْتَـفْتَـحَ الْقُرْآنَ، فَذٰلِکَ الَّذِی یَضْحَکُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَیْهِ یَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَی عَبْدِی فَإِنَّمَا لَا یَرَاهُ غَیْرِی.“

[حسن لغیرہ] (أخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ص٢١٦/٧٦١)

(٢٥٩) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔حق جل مجدہ دو شخص کے عمل کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں۔ایک وہ شخص جو دشمن سے ٹکرا گیا جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان اچھے اصلی گھوڑے پر سوار تھا، ساتھی سب شکست کھا گئے اور یہ جما رہا اگر قتل کر دیا گیا تو شہید ہوا اور اگر زندہ رہا تو اللہ ایسے جواں مرد کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں۔

دوسرے وہ شخص جو رات کی تاریکی وتنہائی میں بستر سے اٹھتا ہے، جس کا علم کسی کو بھی نہیں ہوتا، پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وبزرگی بیان کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے، پھر قرآن مجید کھولتا ہے یعنی تلاوت قرآن شروع کر دیتا ہے۔ایک ایسے شخص کو دیکھ کر حق جل مجدہ ہنس دیتے ہیں۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں: دیکھو میرے اس بندہ کو جس کا مقصود حیات تنہا میں ہوں۔میرے سوا اس کو کوئی نہیں دیکھتا۔

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی، ص ٢١٦/٧٦١)

جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں

(٢٦٠) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

” رَجُلَانِ یَـضْـحَـکُ الـلّٰـهُ إِلَیْهِـمَـا: رَجُلٌ تَحْتَـهُ فَرَسٌ مِنْ أَمْثَلِ خَیْلِ أَصْحَابِهٖ، فَلَقِیَهُمُ الْعَدُوُّ فَانْهَزَمُوْا، وَ ثَبَتَ الْآخَرُ؛ إِنْ قُتِلَ قُتِلَ شَهِیْدًا، فَذٰلِکَ یَـضْـحَـکُ الـلّٰهُ إِلَیْهِ ، وَ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ لَا یَعْلَمُ بِهٖ أَحَدٌ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، وَ صَـلَّی عَلَی مُحَمَّدٍ ﷺ، وَ حَـمِدَ اللّٰهَ وَ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ فَیَـضْـحَـکُ اللّٰهُ إِلَیْهِ یَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَی عَبْدِیْ لَا یَرَاهُ أَحَدٌ غَیْرِی.“

[حسن لغیرہ] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر ج٩/٨٧٩٨)

(۲۶۰) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، انھوں نے ارشاد فرمایا:

دو آدمی کے عمل کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنس دیتا ہے، ایک وہ آدمی جو اپنے ساتھیوں کے درمیان اچھے اصلی گھوڑے پر سوار تھا، دشمن سے مقابلہ ہوگیا، ساتھی شکست کھا گئے اور دوسرا آدمی ثابت قدم رہا، اگر قتل کردیا گیا تو شہید ہوگیا۔ ایک یہ آدمی جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔ دوسرا وہ شخص جو رات کو بیدار ہوتا ہے، جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اچھی طرح وضو کرتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور نماز میں قرآن مجید کی تلاوت شروع کردیتا ہے، ایک اس شخص کو دیکھ کر حق جل شانہ ہنستا ہے۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے اس بندہ کو دیکھو جس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا و دیکھتا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۸۷۹۸)

حق جل مجدہ کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں

(۲۶۱) وَ لِلطِّبْرَانِی فِی الْکَبِیْرِ أَیْضًا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

"أَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَضْحَكُ إِلَى رَجُلَيْنِ: رَجُلٌ قَامَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ مِنْ فِرَاشِهِ وَ لِحَافِهِ وَ دِثَارِه، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلاةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: مَا حَمَلَ عَبْدِي هَذَا عَلَى مَا صَنَعَ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا، رِجَاءً مَا عِنْدَكَ وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدَكَ فَيَقُوْلُ: فَإِنِّي قَدْ أَعْطَيْتُهُ مَا رَجَا و أَمَّنْتُهُ مِمَّا يَخَافُ."

[حسن] (کما فی مجع الزوائد ج ۲/ص ۲۵۵)

(۲۶۱) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: خبردار ہوجاؤ! حق جل مجدہ دو شخصوں کے عمل کو دیکھ کر ہنستے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو ٹھنڈی و سرد رات میں اپنے بستر و لحاف سے اُٹھتا ہے اور وضو کرتا ہے پھر وضو کر کے نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے (وظیفہ عبودیت کی ادائیگی کے لیے) کھڑا ہوجاتا ہے۔ حق جل مجدہ فرشتوں کو فرماتے ہیں: دیکھو! میرے اس بندہ کو اس عمل پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں: ربنا! ہمارے

رب آپ کے پاس جو (غیب میں دل کا نور، آنکھ کا سرور، ظاہر و باطن کا فوز وفلاح) ہے اس کی امید میں، اور جو سزا وعقاب ہے اس کے خوف وڈر میں۔حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں نے اس کو وہ عطاء کیا جو امید رکھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اس سے امن وامان دیا۔
(مجمع الزوائد۔۲/۲۵۵)

وہ تین شخص جن سے حق تعالیٰ محبت کرتے ہیں

(۲٦۲) لِلطِّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيْرِمِنْ حَدِيْثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَ يَضْحَكُ إِلَيْهِمْ وَ يَسْتَبْشِرُ بِهِمْ: اَلَّذِي إِذَا انْكَشَفَتْ فِئَةٌ قَاتَلَ وَرَاءَ هَا بِنَفْسِهِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِمَّا أَنْ يُقْتَلَ، وَ إِمَّا أَنْ يَنْصُرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ يَكْفِيَهُ فَيَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عَبْدِي هَذَا كَيْفَ صَبَرَ لِي بِنَفْسِهِ؟ وَالَّذِي لَهُ اِمْرَأَةٌ حَسَنَةٌ، وَ فِرَاشٌ لَيِّنٌ حَسَنٌ، فَيَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَقُوْلُ: يَذَرُ شَهْوَتَهُ وَ يَذْكُرُنِي وَ لَوْ شَاءَ رَقَدَ. وَ الَّذِي إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ وَ كَانَ مَعَهُ رَكْبٌ فَسَهِرُوْا، ثُمَّ هَجَعُوْا فَقَامَ مِنَ السَّحَرِ فِي ضَرَّاءِ وَ سَرَّاءِ."

[حسن] (كما في الترغيب للمنذري ج ١ ص٥٥٦)

(۲٦۲) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور اس کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور ان کو خوشخبری دی جاتی ہے۔ایک وہ شخص جبکہ مجاہدین کی جماعت میدان میں شکست وہزیمت سے دوچار ہوجائے اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ جائے، مگر یہ مرد جواں مردی کے ساتھ مجاہدین کے پیچھے تن تنہا اپنی جان سے لڑ رہا ہو محض اللہ عزوجل کی خوشنودی ورضا کے لیے یا تو شہید کردیا جائے یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی کفالت کریں گے (نصرت ومدد میں)۔حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے اس بندہ کو دیکھو کس طرح صبر واستقامت کے ساتھ میری خوشنودی کے لیے اپنی جان کی بازی لگائے ہوا ہے۔دوسرا وہ شخص جس کی بیوی نہایت ہی حسین ہو، نرم ونازک اچھے خوبصورت بیڈ پر لیٹی ہو، (جہاں

تمام ہی دل ربا دل کش، دلفریب اسباب اور دل بستگی و دل و جان کی کشش مہیا ہو) پھر بھی رات میں سب کو چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ شہوت نوم، شہوت نفس، شہوت باہ سب کو دبا کر میری یاد و ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے، اگر چاہتا تو سو سکتا تھا، نیند پوری کر سکتا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر اللہ پسند کرتے ہیں، ہنستے ہیں اور بشارت دیتے ہیں۔ تیسرا وہ آدمی جو سفر میں ہو اور اس کے ساتھ کارواں قافلہ بھی ہو، سب ہی رات کو جگے ہوں، پھر پورے قافلہ و کارواں کے لوگ سو گئے اور یہ مرد صالح آخر رات کو اٹھا اور دکھ و تکلیف اور خوشی و مسرت کے ساتھ بارگاہ ربّ العزّت میں حاضر ہو کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ (الترغیب والترہیب ۱/۵۵۶)

راتوں کی عبادت کا انعام اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا پیغام

رات کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ چھپا کر بے ریا عبادت بجالانا، اور میٹھی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا رہنا، ان محبوب بندوں کا وطیرہ و شیوہ ہے، جن کو صالحین اور اولیاء اللہ کے زمرہ میں حق تعالیٰ داخل فرماتا ہے، یہ کوئی آسان عمل نہیں کہ حسین وجمیل وخوبرو، وخوبصورت بیوی نرم وگرم بسترے پر بازو میں لیٹی ہو اور یہ بانصیب مردِ حق، یادِ حق میں مشغول ہونے کو استراحت وعشرت کو چھوڑ چھاڑ کر اطاعت و عبادت میں منہمک ہو جائے۔ حق جل مجدہ ایسے بندہ کو دیکھ کر خوب خوش ہوتے ہیں، اور عالم ملکوت میں اس کو فرشتوں کے سانے پیش کرتے ہیں، کہ اس بندہ کو دیکھو جو میٹھی نیند سے بیوی کو چھوڑ کر میری جناب میں حاضر ہوا ہے، اور میری یاد میں مگن ہے۔ کہ اگر چاہتا تو سو جاتا مگر ایسا نہیں کیا، گویا کہ اس بندہ نے اپنی ضمیر اور دیدۂ باطن کی تسکین وتمکین، راحت وقرار کے لیے حق تعالیٰ کی محبت کو غالب کر کے حضور حق میں حاضر ہوا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس کی اس قربانی کی قدر کر کے اس کو اپنی محبوبیت وپسندیدگی کا تمغہ عالم ملکوت میں عطا کرتے ہیں۔

خاص کر بندہ جب اٹھ کر اہتمام کے ساتھ وضوء کرتا ہے، اور خاتم النّبیین ﷺ پر درود کا تحفہ بھیجتا ہے، حق جل مجدہ کی حمد وثنا کے بعد، موج ومستی کے ساتھ قرآن پاک کی

آیات بینات کی تلاوت کرتا ہے پھر اللہ پاک اور خوب خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندہ کو جس کو اس تاریک رات میں کوئی دیکھنے والا نہیں، محض میری خوشی کی خاطر منیب ہے اور دل کی گہرائی سے، دل و زبان کی یگانگت کے ساتھ، تنہائی کا فائدہ اٹھا کر اپنے رب سے لو لگائے ہوا ہے۔ لوگ خلوت کو غنیمت جان کر بیوی کے قریب ہوتے ہیں اور یہ مردِ حق ہے کہ ربِّ قریب و مجیب سے اقرب ہو کر ﴿وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ﴾ کا لطف و سرور لے رہا ہے۔

حق جل مجدہ فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں: تم گواہ رہو، جس چیز کی یہ امید لگائے ہوا ہے عطا کر دی گئی اور جس عذاب و عقاب سے خائف ہے، اس سے امن و امان دے دیا گیا۔ اس طرح یہ مردِ حق ہر شب کو پروانۂ فوز و فلاح، امن و امان حاصل کرتا ہے، اور تعلق مع اللہ کو مضبوط و مستحکم کرتا رہتا ہے اور بالآخر اس کو نسبت مع اللہ کا مزہ آنے لگتا ہے، یہ نسبت ہی تو ہے جو اس کو نرم و گرم بستر پر سونے نہیں دیتی اور بارگاہ بے نیاز میں سربسجود کرا دیتی ہے۔ جس کو ایک بار اس کا چسکا لگ جاتا ہے اس سے چھوٹتا نہیں جن کو لگا نہیں اس نے چکھا نہیں۔

بَابُ : (يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ ......)

باب: ایک جنتی کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا

(٢٦٣) عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

"يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَقُوْلُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ! كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ؟ فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ خَيْرَ مَنْزِلٍ. فَيَقُوْلُ: سَلْ وَ تَمَنَّ. فَيَقُوْلُ: مَا أَسْأَلُ وَ أَتَمَنَّى إِلَّا أَنْ تَرُدَّنِى إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلَ فِي سَبِيْلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، وَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيَقُوْلُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ! كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ ؟ فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ! شَرَّ مَنْزِلٍ. فَيَقُوْلُ لَهُ: أَتَفْتَدِى مِنْهُ بِطِلَاعِ الْأَرْضِ ذَهَبًا؟ فَيَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ! نَعَمْ فَيَقُوْلُ: كَذَبْتَ. قَدْ سَأَلْتُكَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَ أَيْسَرَ فَلَمْ تَفْعَلْ فَيَرِدُ إِلَى النَّارِ." [صحيح] (مسند أحمد، ج٣ ص٢٠٧)

اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کی دنیا میں آنے کی خواہش، مگر کیوں؟

(۲۶۳) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک جنتی شخص کو لایا جائے گا اور حق جل مجدہ اس کو فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! بتلا تیرا ٹھکانہ جنت میں کیسا ہے؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العزت بہت ہی خوب، بہتر سے بہتر۔ حق جل مجدہ اس سے فرمائے گا: تو مجھ سے کچھ مانگ اور سوال کر، وہ بندہ عرض کرے گا: میرا ایک ہی سوال ہے کہ مجھ کو دنیا میں واپس کردے تاکہ تیرے راستہ میں دس مرتبہ یعنی بار بار قتل کیا جاؤں، کیوں کہ شہادت میں (جو تیرے) فضل کا مشاہدہ ہے۔ (وہ کہیں اور نہیں)

اور ایک جہنمی شخص کو لایا جائے گا (العیاذ باللہ) حق جل مجدہ اس سے فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! تیرا جہنم میں کیسا ٹھکانہ ہے؟ وہ کہے گا: ربّ العزت! بد سے بدتر۔ حق جل مجدہ اس سے فرمائے گا: کیا تو اس سے نجات کے لیے بطور فدیہ کے پوری زمین کے برابر سونا دے سکتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں یارب! ارشاد حق ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے تو اس سے بھی کم اور آسان چیز مانگی تھی مگر تو نے نہیں دیا۔ (یعنی کلمہ توحید کا اقرار) اس کو جہنم میں ہی داخل کردیا جائے گا، جہنم ہی میں واپسی اس کا مقدر ہوجائے گا۔

(مسند احمد ۳/۲۰۷)

بَابٌ فِي بَيَانِ فَضْلِ الَّذِيْنَ يَتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَفَضْلِ الشُّهَدَاءِ:

باب: طاعون میں وفات پانے والے کی فضیلت

(٢٦٤) عَنْ عِرْبَاضَ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"يَخْتَصِمُ الشُّهَدَاءُ وَ الْمُتَوَفَّوْنَ عَلَى فُرُشِهِمْ إِلَى رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِي الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ: إِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا. وَ يَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ عَلَى فُرُشِهِمْ: إِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلَى فُرُشِهِم كَمَا مِتْنَا عَلَى فُرُشِنَا فَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَ جَلَّ: اُنْظُرُوْا إِلَى جِرَاحِهِم، فَإِنْ أَشْبَهَتْ جِرَاحُهُم جِرَاحَ

الْمَقْتُوْلِيْنَ فَإِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَ مَعَهُمْ فَإِذَا جِرَاحُهُم قَدْ أَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ.“
[حسن] (أخرجه أحمد ج٤ ص١٢٨)

طاعون میں وفات پانے والا شہید اُٹھایا جائے گا

(۲۶۴) ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شہداء اور اپنے بستروں پر وفات پانے والے جن کا طاعون سے انتقال ہوا ہے ان کے بارے میں جھگڑیں گے، شہداء کہیں گے: یہ ہمارے ساتھ رہیں گے کہ جس طرح ہم قتل ہوئے ہمارے یہ بھائی بھی قتل کیے گئے تھے، اور اپنے بستروں پر وفات پانے والے کہیں گے کہ: یہ ہمارے بھائی، جس طرح ہم اپنے بستروں پر مرے تھے، یہ بھی مرے تھے، تو حق جل مجدہ ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا کہ: ان کے جسم کے زخموں کو دیکھو، اگر شہداء کے زخموں کے مشابہ ہیں تو شہداء ہیں، شہداء کے ساتھ رہیں گے تو طاعون والے کے جسم کو دیکھا جائے تو ان کا زخم شہداء کے زخم کے مشابہ ہوگا؛ لہٰذا ان کو شہداء کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ (مسند احمد۴/ ۱۲۸)

زخم سے مشک کی خوشبو پر فیصلہ ہو جائے گا

(۲٦٥) عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السَلَمِي رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

”يَأْتِي الشُّهَدَاءُ وَ الْمُتَوَفَّوْنَ بِالطَّاعُوْنِ، فَيَقُوْلُ أَصْحَابُ الطَّاعُوْنِ: نَحْنُ شُهَدَاءُ فَيُقَالُ: اُنْظُرُوْا؛ فَإِنْ كَانَتْ جِرَاحُهُم كَجِرَاحِ الشُّهَدَاءِ تَسِيْلُ دَمًا رِيحَ الْمِسْكِ، فَهُمْ شُهَدَاءُ فَيَجِدُوْنَهُمْ كَذَلِكَ.“
[حسن] (أخرجه أحمد ج٤ ص١٨٥)

(۲۶۵) ترجمہ: عتبہ بن عبدالسلمیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
قیامت کے دن شہداء اور طاعون میں وفات پانے والے دونوں کو لایا جائے گا۔ طاعون میں وفات پانے والے کہیں گے: ہم بھی شہداء ہیں، تو منجانب اللہ ان کو کہا جائے

گا: دیکھو اگر تمہارا زخم شہداء کے زخم کے جیسا ہو، خون بہہ رہا ہو، مشک کی خوشبو آ رہی ہو، تو تم بھی شہید ہو، جب وہ لوگ دیکھیں گے تو ایسا ہی پائیں گے جیسا شہداء کا ہوگا۔
(مسند احمد ۴/۱۸۵)

بَابُ : (فِي فَضْلِ دُعَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ وَ تَحْرِيْمِ أَذَاهُمْ ......)

باب: مجاہدین کی دعاء اور اذیت سے احتراز

(٢٦٦) لِأَبِي الْفَتْحِ الْأَزْدِي فِي الصَّحَابَةِ رضي الله عنه وَ أَبِي مُوْسٰى فِي الذَّيْلِ عَنْ جمانة الْبَاهِلِي:

"لَمَّا أَذِنَ اللّٰهُ تَعَالَى لِمُوْسٰى بِالدُّعَاءِ عَلَى فِرْعَونَ أَمَّنَتِ الْمَلَائِكَةُ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ وَ دُعَاءُ مَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ."

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

"اِتَّقُوْا أَذَى الْمُجَاهِدِيْنَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَغْضَبُ لَهُمْ كَمَا يَغْضَبُ لِلرُّسُلِ وَ يَسْتَجِيبُ لَهُمْ كَمَا يَسْتَجِيْبُ (دُعَاءَ) الرُّسُلِ."
(كما في كنزالعمال ج ٤ / ١٠٦٦٥)

مجاہد فی سبیل اللہ کی دعاء انبیاء و رسل کی طرح قبول ہوتی ہے

(۲۶۶) ترجمہ: جمانہ باہلیؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خلاف بددعا کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی، تو ان کی دعا پر فرشتوں نے 'آمین' کہی، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے اور (قیامت تک) ہر مجاہد کی دعا قبول کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی اذیت سے ڈرو! (یعنی مجاہدین کو تکلیف و اذیت دینے سے اپنے آپ کو بچاؤ!) کیونکہ حق تعالیٰ مجاہدین کو تکلیف پہنچانے پر ایسے ہی ناراض ہوتے ہیں، جیسے اپنے رسولوں کو اذیت و تکلیف پہنچانے پر، اور مجاہدین کی دعائیں ایسے ہی قبول ہوتی ہیں جیسے رسولوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (کنز العمال ۴/۱۰۸۸۶)

مجاہد کی اذیت وتکلیف سے حق تعالیٰ ایسا ہی غضبناک ہوتا ہے جیسے رسولوں کے اذیت دینے سے

جب مجاہد کی دعا ایسی قبول ہوتی ہے جیسے رسولوں کی، تو مجاہد کو تکلیف واذیت دینا ایسا ہے، جیسے رسولوں کو اذیت پہنچانا اور تکلیف دینا اور حق جل مجدہ اس عمل سے اسی طرح ناراض ہوتے ہیں جیسے رسولوں کو اذیت دینے سے ناراض ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں راہ سلامتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مجاہدین کے سلسلہ میں انسان اپنی زبان کو نہ کھولے، ان کے اوپر تنقید وتبصرہ نہ کرے، نہ ان کی تحقیر وتنقیص کرے، نہ ہی ان کی تردید وتنکیر کرے، کیونکہ مجاہد **عَلَمِ اسلام**، **عَلَمِ شریعت** ، **عَلَمِ قرآن** کا پاسبان ومحافظ ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم سبھی اہل ایمان وملت اسلام کے ماننے والے اعداءِ اسلام وایمان، دشمنانِ سفید فام اور مخالفِ قرآن سے دینِ حنیف کی خاطر حفاظتی دستہ بن کر محافظ ومجاہد ہوں، اور اگر ہم جان ومال کی قربانی نہیں دے سکتے تو کم ازکم زبان کی حفاظت کریں۔ اپنی زبان سے ان کو برا بھلا نہ کہیں، ان کی قربانیوں میں نقص وکمی نہ نکالیں، ان کی خدمات کو تنقیص وتحقیر کا جامہ نہ پہنائیں، عہد رسول ﷺ میں مسلمانوں کو تبوک کے موقع پر مالی قربانیوں کی ترغیب دی گئی، اہل ایمان میں ہر طرح کے حضرات صحابہ تھے، جب اہل ثروت نے خوب دل کھول کر مال پیش کیا تو منافقین نے ان کو طعنہ دیا کہ ریا ودکھلاوا کے لیے مال کی کثرت پیش کی ہے اور جن فقراء نے اپنی حیثیت سے صاع دو صاع دیا ان کو طعنہ دیا کہ اس کی کیا ضرورت تھی، کہ اتنا کم پیش کیا؟ اللہ تعالیٰ نے جس کو سورہ توبہ میں بیان کیا ہے۔ الغرض جن لوگوں کے دلوں میں قوت ایمانی وایقان کی کمی ہوتی ہے، کردار کے کھوکھلے ہوتے ہیں، لفاظ وچرب زبان ہوتے ہیں، اعمال وافعال خیر میں سست وکاہل ہوتے ہیں، ان کو ہر عہد وزمانہ میں مخلصین ومومنین کے اندر نقص ہی نظر آتا ہے۔ ان کی نگاہ خامیاں ہی تلاشتی رہ جاتی ہیں، اور یہ مقربین بارگاہ ربّ العزّت بن جاتے

ہیں، کرگس ہمیشہ مردار وجیفہ کی تلاش میں رہتا ہے اور شاہین کی نگاہ بلندیوں پر ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہمیں متنبہ کررہے ہیں کہ تم کرگس کے پیچھے نہ چلو، مجاہدین کو اذیت نہ دو، تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ تم پر اللہ کا غضب وقہر ایسا ہی نازل ہوگا جیسا رسولوں کو اذیت دینے والے پر نازل ہوتا تھا اور اللہ کے غضب کا کون مقابلہ کرسکے گا؟ اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْئَلُکَ رَضَاکَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ آمین۔

بَاب : (يَجِيْءُ الرَّجُلُ أَخْذًا بِيَدِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ ......)

باب: ایک شخص قیامت کے دن دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا

(٢٦٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

”يَجِيْءُ الرَّجُلُ آخِذًا بِيَدِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ هَذَا قَتَلَنِي. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ : لِمَ قَتَلْتَهُ ؟ فَيَقُوْلُ: قَتَلْتُهُ لِتَكُوْنَ الْعِزَّةُ لَكَ. فَيَقُوْلُ : فَإِنَّهَا لِي. وَ يَجِيْءُ بِالرَّجُلِ آخِذًا بِيَدِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ: إِنَّ هَذَا قَتَلَنِي ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ فَيَقُوْلُ: لِتَكُوْنَ الْعِزَّةُ لِفُلَانٍ . فَيَقُوْلُ : إِنَّهَا لَيْسَتْ لِفُلَانٍ فَيَبُوْءُ بِإِثْمِهِ.“ [صحيح] (أخرجه النسائی ج٧ ص ٨٤)

عزّت اللہ ربّ العزّت کو زیب دیتی ہے مخلوق کو نہیں

(٢٦٧) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی ایک دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور حضورِ حق میں عرض کرے گا کہ: اس نے مجھ کو قتل کیا تھا، اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین میں نے اس کو اس لیے قتل کیا تھا کہ عزت تیری ذات کے لیے خاص رہے، ارشاد ہوگا: بے شک عزت میرے لیے خاص ہے۔ ایک دوسرا شخص ایک شخص کا ہاتھ تھامے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا: ربّ العالمین اس نے مجھ کو قتل کیا تھا، ارشاد ہوگا: تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا؟ وہ

عرض کرے گا: تا کہ عزت فلاں شخص کو مل جائے، حق تعالیٰ فرمائے گا: عزت یقیناً فلاں کو زیب نہیں دیتی، لہٰذا اس کو جہنم میں تمام گناہوں کے ساتھ ڈھکیل دیا جائے گا۔
(سنن نسائی ۷/۸۴)

حق تعالیٰ کی عدالت میں مقتول بہتے ہوئے خون کے ساتھ آئے گا

(٢٦٨) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ آخِذًا قَاتِلَهُ وَ أَوْدَاجُهُ تَشْخُبُ دَمًا عِنْدَ ذِي الْعِزَّةِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! سَلْ هَذَا فِيْمَ قَتَلَنِي؟ فَيَقُوْلُ: فِيْمَ قَتَلْتَهُ؟ فَإِنْ قَالَ قَتَلْتُهُ لِتَكُوْنَ الْعِزَّةُ لِفُلَانٍ. قَالَ: هِيَ لِلّٰهِ."

[ضعيف جداً] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ١٠/١٠٤٠٧)

(٢٦٨) ترجمہ: حضرت عبداللہؓ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مقتول ایک شخص کو پکڑے ہوئے لائے گا اور اس کی گردن کی رگ سے ربّ العزّت کے سامنے خون بہہ رہا ہوگا، وہ عرض کرے گا: اے رب اس سے سوال کیجیے کہ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا تھا؟ ارشاد ہوگا: اے قاتل تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ: اس کو قتل اس لیے کیا تھا تا کہ عزت فلاں شخص کو مل جائے، حق تعالیٰ فرمائیں گے: یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ (طبرانی کبیر ۱۰/ ۱۰۴۰۷)

غیر اللہ کی سربراہی کو قائم رکھنے والا قاتل جہنمی ہے

یہ دنیا ربّ العزت کی ہے، اور اس میں اللہ ربّ العزت کی شریعت کو غالب رکھنا ہمارا فرض منصبی ہے، اور قانونی وعملی بالادستی قانونِ الٰہی کو حاصل ہے، جس میں ہر طبقہ کے لیے امن و امان، تحفظِ جان و مال، دنیا وآخرت کی سلامتی و عافیت حاصل ہے، اور صرف قانونِ الٰہی وہ نظام ہے جس میں کوئی نقص وکمی نہیں، ہر عہد اور ہر زمانہ کے اعتبار سے انفع للناس اور اسہل للناس وایسر للناس ہے۔ اسی قانونِ الٰہی کو نافذ کرنا مسلمان عقلاء عالم کا سب سے زیادہ ضروری اور مبنی بترحّمِ انسانیت اہم ترین فرائض میں سے ایک فریضہ

ہے۔اسی فریضہ کی راہ میں رکاوٹ کوختم کرنے کا نام جہاد ہےاور جوشخصی طور پر یا اجتماعی طور پرسدراہ ہو وہ مباح الدم ہے۔

مجاہد جس کو بھی قتل کرتا ہے اس کا مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو۔ رب العزّت کی قانونی بالادستی ہو، لہٰذا مجاہد کے ہاتھوں جو بھی مردار ہوگا وہ مباح الدم دنیا میں بھی ہوا اور قیامت میں بھی اس کا مقدمہ بارگاہ رب العزت سے خارج ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی وبلندی کو قائم کرنے یا قائم ودائم رکھنے کے لیےاس کا خون بہایا تھا۔ بر خلاف اس شخص کے جس نے کسی قومیت یا کسی شخصیت کی عزت ونام ونمود کے لیے کسی کی جان لی تھی، وہ جہنم رسید کردیا جائے گا۔جیسا کہ آج کل ہمارے پڑوس میں ہورہا ہے، کسی پارٹی کے نمائندہ کو آگے لانے کے لیے، راستہ کی رکاوٹوں کوختم کرنے کے لیے،لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں ،غیروں کا کیا تذکرہ مسلمان ملکوں میں، قومیت کے نام پر کلمہ گو مسلمانوں کا خون بے دریغ بہایا جارہاہے، حتیٰ کہ مسجدوں میں گولیاں چلنا، دھماکہ ہونا، بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا، إِنَّـا لِـلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔ان تمام تنظیموں کے سربراہ اس خون کے قیامت کے دن ذمہ دار ہوں گے اوران کا انجام حدیث میں آگیا کہ جہنم ،جہنم، جہنم ۔رسول اللہ ﷺ نے عرفات میدان میں جاہلیت کے تمام نعروں کو،قومیت کے مسموم دعوے کو،لسانیت کے بولوں کو، اپنے قدم مبارک سے روند دیااورامت کی بنیاد واساس کلمہ اورسنت پر رکھی۔

كِتَابُ مَا نَهَى اللّٰهُ تَعَالَى

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے

بَابُ : (وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ......)

(٢٦٩) عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ﷛ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ فَرَأَى أَعْلاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

”وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً، وَ لْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً“. ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبِطَهُ ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ : مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ.“

[صحيح] (أخرجه البخاری ج٧ ص٢١٥)

مصوّروں کو حق جل مجدہ کا چیلنج

(٢٦٩) ترجمہ: ابوزرعہؒ کہتے ہیں: میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کے ایک مکان میں داخل ہوا تو مکان کی چھت میں تصویر بنانے والا تصویر بنارہا تھا، تو ابوہریرہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے:

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جو میری تخلیق کی نقل کرے، اگر ایسا ہے تو ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھلائے یا ایک ذرہ ہی پیدا کر کے بتلائے۔ پھر پانی کا ایک برتن منگوایا اور دونوں ہاتھ (وضو میں) بغل تک دھویا۔ میں (ابوزرعہؒ) نے کہا: اے ابوہریرہؓ! آپ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ ابوہریرہؓ نے جواب دیا: زیور پہننے کی آخری وانتہائی حد تک دھوئے۔ (بخاری ٧/٢١٥، الاتحاف ٢٧)

بڑا ظالم ہے جو میری جیسی تخلیق کی نقل کرتا ہے

(٢٧٠) عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ﷛ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ، فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، أَوْ لَيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ شَعِيرَةً. [صحيح] (أخرجه البخاری ج۹ ص۱۹۷)

(۲۷۰) ترجمہ: حضرت ابوزرعہؓ سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: حق جل مجدہ نے فرمایا: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو میری جیسی تخلیق کی نقل کرنا چاہے اگر وہ پیدا کرسکتا ہے تو ایک دانہ (گندم) یا ذرہ (چھوٹی چیونٹی) یا جو کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھلا دے۔

مصوّر کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ہوگا

اس حدیث میں حضور پرنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل مجدہ کی جانب سے تہدید وتشدید ان لوگوں کے لیے نقل فرمائی ہے، جو فن تصویر میں مہارت پیدا کرتے ہیں یا نقش وتصویر بناتے ہیں، یہاں ان تمام مصوروں کو چیلنج ہے کہ وہ بے جان چیزوں میں ایک دانہ گندم یا جَو ہی پیدا کر کے دکھلا دیں یا جاندار چیزوں میں ایک چھوٹی سی چیونٹی ہی پیدا کر دیں تو فن تصویر کا کمال جانا اور مانا جائے گا۔ یہ کیا کہ تخلیق حق تعالیٰ کی اور اس کی مشابہت تصویر میں اختیار کی جائے بعض حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اَشَدُّالنَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْن" یعنی بروز قیامت مصوروں کو شدید عذاب ہوگا۔ بعض جگہ وارد ہوا ہے کہ: مصوروں سے کہا جائے گا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو، اس وقت انسان بے بس، حسرت ویاس کے ساتھ ٹکٹکی لگائے ہوئے بے یار و مددگار کھڑا ہوگا۔ واللہ اعلم

مروان کے مکان میں تصویر دیکھی

(۲۷۱) عَنْ أَبِي زُرْعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِي دَارِ مَرْوَانَ فَرَأَى فِيهَا تَصَاوِيرَ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : "وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي؟!! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيرَةً."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ۳ ص ۱۶۷۱)

(۲۷۱) ترجمہ: حضرت ابوزرعہؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا، تو انھوں نے وہاں تصاویر دیکھیں، تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: حق جل مجدہ نے فرمایا:
اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری جیسی تخلیق کی نقل کرنا چاہے؟ اگر وہ پیدا کرسکتا ہے تو ایک دانہ (گندم) یا ذرہ (چھوٹی چیونٹی) یا جَو کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھلا دے۔ (مسلم۳/۱۶۷۱)

وضو میں جہاں تک زیور پہننا چاہو دھوؤ

(۲۷۲) عَنْ أَبِي زَرْعَةَ ﷺ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ دَارَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَرَأَى فِيهَا تَصَاوِيْرَ وَ هِيَ تُبْنَى فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً ، أَوْ فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً.

ثُمَّ دَعَا بِوُضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ حَتَّى جَاوَزَ الْمِرْفَقَيْنِ، فَلَمَّا غَسَلَ رِجْلَيْهِ جَاوَزَ الْكَعْبَيْنِ إِلَى السَّاقَيْنِ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا مَبْلَغُ الحِلْيَةِ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج ١٢/ ٧١٦٦)

(۲۷۲) ترجمہ: ابوزرعہؒ سے روایت ہے کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مروان بن الحکم کے مکان میں گیا تو دیکھا کہ تصاویر بنائی جارہی ہیں تو ابوہریرہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حق جل مجدہ فرماتا ہے:
اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی نقل کرے۔ اگر ایسا ہے تو ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھلائے۔ یا ایک جَو ہی پیدا کر کے بتلائے۔ پھر ابوہریرہؓ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا اور جب پاؤں دھویا تو ٹخنوں سے تجاوز کر کے پنڈلی تک دھویا۔ میں نے کہا: یہ کیا؟ انھوں نے کہا: جہاں تک زیور پہننا چاہتے ہو۔ (مسنداحمد۱۲/۷۱۶۶)

حق تعالیٰ کی طرح پیدا کرنے والا کون ہے؟

(۲۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَ خَلْقِي؟ فَلْيَخْلُقْ ذَرَّةً، أَوْحَبَّةً.

وَ قَالَ يَحْيَى مَرَّةً: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : وَ مَنْ؟" (أخرجه أحمد ج۱۷/۹۰۶٦)

(۲۷۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے فرمایا ہے:

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو ایک ذرہ و دانہ ہی پیدا کر کے دکھلائے۔ یحیی راوی کہتے ہیں: میں نے سنا ایک دفعہ فرماتے ہوئے سول اللہ ﷺ 'و من' اورکون ہے؟ (مسند احمد ۱۷/۹۰۶۶)

مصوّر اور تصویر

مصوّر، تصویر بنانے والا، حقیقی رب تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے جو مادرِ رحم میں جس طرح چاہتا ہے اپنی تخلیق سے تصویر وصورت بنا دیتا ہے، خالق کا مقابلہ کرنا انسان عاجز کو کبھی بھی درست نہیں، مگر انسان ہے کہ خواہ مخواہ کی طبع آزمائی کرتا ہے اور عذاب وعقاب کو دعوت دیتا ہے۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصوّروں کو ہوگا، کسی بھی ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے، اگر طبع آزمائی کرنا ہی ہے تو جمادات واشجار کی تصاویر میں فن کا مظاہرہ کریں، تاکہ فن بھی باقی رہے اور عذاب سے بھی نجات ہو۔ بندہ کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ ایک چھوٹی چیونٹی ہی بنا کر دکھلائے یا ایک گندم کا دانہ یا جو کا دانہ۔ ظاہر ہے پوری دنیا مل کر بھی ایک چھوٹی سی چیونٹی نہیں پیدا کرسکتی ہے نہ جو یا گندم کا دانہ پھر خواہ مخواہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا مقابلہ کرنا نادانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور وضو میں عام عادت کے خلاف بغل تک ہاتھ اور پنڈلی تک پاؤں دھویا، سائل نے سوال کیا: یہ کیا کیا؟ اس پر جواب دیا کہ جنت میں جہاں تک تم کو زیور پہننا ہو دھولو۔ یعنی جہاں تک وضو میں دھوؤ گے جنت میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ اس سے صحابہ کا دینی امنگ اور جذبۂ خیر معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ : (يَجِيءُ الْمَقْتُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَعَلِّقًا بِقَاتِلِهِ ......)

باب: قیامت کے دن مقتول قاتل کو پکڑ کے لائے گا

(٢٧٤) لِلنِّسَائِي عَنْ جُنْدُبٍ رضي الله عنه:

يَجِيءُ الْمَقْتُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَعَلِّقًا بِقَاتِلِهِ . فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: "فِيْمَ قَتَلْتَ هَذَا؟ فَيَقُوْلُ: فِيْ مُلْكِ فُلَانٍ." [صحيح] (كما فى صحيح الجامع الصغير ج٦/٧٩٠٩)

حق تعالیٰ کی عدالت میں مقتول بہتے ہوئے خون کے ساتھ آئے گا

(۲۷۴) ترجمہ: حضرت جندبؓ سے روایت ہے:

قیامت کے دن مقتول قاتل کو پکڑے ہوئے لائے گا اور عرض کرے گا: ربّ العالمین اس سے سوال کیجیے کہ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا تھا؟ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: فلاں شخص کے ملک وسلطنت کی خاطر۔

قاتل کے ہاتھ میں مقتول کی گردن

(٢٧٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه اَنَّهُ سَأَلَ سَائِلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ رضي الله عنه! هَلْ لِلْقَاتِلِ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه كَالْمُتَعَجِّبِ مِنْ شَأْنِهِ : مَاذَا تَقُوْلُ؟ فَأَعَادَ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ. فَقَالَ لَهُ: مَاذَا تَقُوْلُ: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا . ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه أَنَّى لَهُ التَّوْبَةُ!! سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ:

"يَأْتِي الْمَقْتُوْلُ مُتَعَلِّقًا رَأْسَهُ بِإِحْدٰى يَدَيْهِ مُتَلَبِّبًا قَاتِلَهُ بِيَدِهِ الْأُخْرٰى تَشْخُبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا حَتّٰى يَأْتِيَ بِهِ الْعَرْشَ فَيَقُوْلُ الْمَقْتُوْلُ لِلّٰهِ: رَبِّ! هَذَا قَتَلَنِي. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْقَاتِلِ: تَعِسْتَ وَ يُذْهَبُ بِهِ إِلَى النَّارِ."

[حسن] (أخرجه الطبرانى فى الكبير ج١٠/١٠٧٤٢)

(۲۷۵) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کرنے والے نے دریافت کیا: کیا قاتل کے لیے توبہ ہے؟ تو آپ نے تعجب سے دوبارہ سوال دریافت کیا اور دو یا تین دفعہ اسے دہرایا پھر کہا: کیسے توبہ ہوسکتی ہے؟ میں نے نبی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے: مقتول قیامت کے دن ایک ہاتھ سے اپنا سر پکڑے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کی گردن میں کپڑا لپیٹ کر گھسیٹتے ہوئے جبکہ اس کے گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا، عرش الٰہی تک لائے گا۔ اب مقتول حق جل مجدہ سے کہے گا: رب العزت اس شخص نے مجھ کو قتل کیا تھا۔ حق جل مجدہ قاتل سے کہے گا: تیرا ناس ہو، تو برباد ہوجا اور اس کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ (طبرانی کبیر ۱۰/۱۰۷۴۲)

ناحق کسی کو قتل کرنا

ناحق اور ظلم و زیادتی کر کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے، اللہ و رسول ﷺ کی شریعت میں بالکل اس کی اجازت نہیں۔ یہ ایسا جرم عظیم ہے کہ قیامت کے دن مقتول قاتل کا ہاتھ تھامے ہوئے حق جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور خون بہہ رہا ہوگا، مقتول قاتل کو عرش اعظم تک پکڑ کر لے آئے گا، اللہ تعالیٰ اس سے معلوم کریں گے کہ اس کا خون تو نے کیوں بہایا؟ تیرا ناس ہو۔ تو برباد و تباہ ہو اور اس کو جہنم رسید کردیا جائے گا، انسان کتنا ناعاقبت اندیش ہے جو وقتی خوشی یا کسی دنیوی نفع کی خاطر کسی کی ناحق جان کو ضائع کرتا ہے، یہ مدت طویل کے بعد بھی اس کی تباہی و بربادی کا ابدی پیغام لے کر آخرت میں ظاہر ہوگا اور بالآخر عذاب و عقاب نار کا پیش خیمہ بنے گا۔

جان کسی کی ہو اس کا احترام ملحوظ ہو، ناحق خون نہ بہایا جائے اور نہ ہی خون بہا کر فساد فی الارض برپا کیا جائے۔ حدیث میں آیا کہ قیامت کے قریب قتل ناحق بہت زیادہ ہوجائے گا۔ قاتل کو بھی معلوم نہ ہوگا، میں کیوں فلاں معصوم کو قتل کررہا ہوں نہ ہی مقتول کو پتہ چلے گا کہ میں کیوں قتل کیا جارہا ہوں، آج اسی کا مشاہدہ ہورہا ہے، ایک شخص نے فائرنگ شروع کی دسوں کو موت کے گھاٹ اتاردیا، بلاسبب، بلا جرم لوگ مارے جارہے ہیں، مسجد، عبادت گاہ،

سجدہ گاہ کوئی مقام محفوظ نہیں۔ کیا ان کا حساب آخرت میں ہونا ضروری نہیں؟ یقیناً ضروری ہے۔

بَابُ : (أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَ اللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ ......)

باب: ایک شخص نے کہا! اللہ کی قسم فلاں کی مغفرت نہیں ہوگی

(٢٧٦) حدثنا ابو عمران الجونی رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَ:

"أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، وَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِى يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَ أَحْبَطْتُ عَمَلَكَ."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص٢٠٢٣)

اللہ پاک کی قدرت میں دست درازی باعثِ خسران ہے

(٢٧٦) ترجمہ: حضرت جندبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا: ایک شخص نے یوں کہا: کہ اللہ کی قسم فلاں بندہ کی مغفرت اللہ پاک نہیں کریں گے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ کون شخص ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے؟ میں نے اس شخص کی مغفرت کردی، اور اس جملہ کے کہنے والے کے تمام اعمال برباد کردیئے۔ (مسلم۴/۲۰۲۳)

پوری زندگی کا عمل برباد ہوگیا

(٢٧٧) وَ لِلطِّبْرَانِيِّ عَنْ جُنْدُبَ الْبجلی رضی اللہ عنہ:

"قَالَ رَجُلٌ: لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ : إِنَّهَا خَطِيْئَةٌ فَلْيَسْتَقْبِلِ الْعَمَلَ."[صحيح] (كما فى كنز العمال ج٣/ ٧٩٠٠)

(٢٧٧) ترجمہ: حضرت جندب بجلیؓ سے روایت ہے، ایک شخص نے کہا کہ: فلاں شخص کی اللہ تعالیٰ مغفرت کبھی نہیں کرے گا۔ اس وقت کے نبی کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس کہنے والے کے ماضی کے تمام اعمال رائیگاں و برباد ہوگئے۔ اب اس شخص کو اپنے

ازسرنوعمل کرنے چاہیے۔ (یہ ایسا کلمہ تھا جو پوری زندگی کے اعمال کو برباد کردیا)۔

عابد وگنہگار کا عبرت ناک واقعہ، زبان کی بداحتیاطی

(۲۷۸) عَنْ ضِمْضِمِ بْنِ جَوْسٍ الْيَمَانِيِّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُوْهُرَيْرَةَ ﷺ: يَا يَمَامِيُّ لَا تَقُوْلَنَّ لِرَجُلٍ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُاللّٰهُ لَکَ. أَوْ لَا يُدْخِلُکَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ أَبَدًا. قُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ إِنَّ هَذِهِ لَكَلِمَةٌ يَقُوْلُهَا أَحَدُنَا لِأَخِيْهِ وَ صَاحِبِهِ إِذَا غَضِبَ. قَالَ: فَلَا تَقُلْهَا. فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى ﷺ يَقُوْلُ:

"كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ رَجُلَانِ كَانَ أَحَدُهُمَا مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ، وَ كَانَ الْآخَرُ مُسْرِفًا عَلَى نَفْسِهِ، فَكَانَا مُتَآخِيَيْنِ، فَكَانَ الْمُجْتَهِدُ لَا يَزَالُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى ذَنْبٍ، فَيَقُوْلُ: يَا هَذَا أَقْصِرْ، فَيَقُوْلُ: خَلِّنِي وَ رَبِّي أَ بُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا؟ قَالَ لِي: أَنْ رَآهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ اِسْتَعْظَمَهُ فَقَالَ لَهُ: وَيْحَکَ أَقْصِرْ. قَالَ: خَلِّنِي وَ رَبِّي أَ بُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا؟ قَالَ: فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَايَغْفِرُاللّٰهُ لَکَ. أَوْلَايُدْخِلُکَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ أَبَدًا. قَالَ أَحَدُهُمَا. قَالَ: فَبَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا وَ اجْتَمَعَا عِنْدَهُ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ. وَ قَالَ لِلْآخِرِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا؟ أَ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدَيَّ خَازِنًا؟ اِذْهَبُوْا بِهِ إِلَى النَّارِ. قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ."

[حسن] (أخرجه أحمد ج١٦/٨٢٧٥)

(۲۷۸) ترجمہ: ضمضم بن جوس یمانیؒ کہتے ہیں: مجھ کو ابوہریرہؓ نے کہا: اے یمانی! خبردار کبھی کسی کو یہ نہ کہنا کہ: اللہ کی قسم! اللہ تمہاری مغفرت نہیں کرے گا یا یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تم کو کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ میں نے کہا: اے ابوہریرہؓ یہ بات آدمی اسی وقت کہتا ہے جب وہ اپنے بھائی یا ساتھی سے ناراض ہوتا ہے۔ ابوہریرہؓ نے کہا: ہاں مگر یہ بات کبھی بھی زبان پر نہ لانا کہ بہت خطرناک ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ:

بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے؛ ایک نہایت ہی غیر معمولی عبادت گزار اور دوسرا

گنہگار تھا اپنی جان پر، مگر تھی دونوں میں اخوت و دوستی۔ عبادت گزار ہمیشہ اپنے ساتھی کو گناہ و معصیت میں دیکھتا تو کہتا کہ: بھائی یہ کیا کرتا ہے؟ توبہ کر گناہ چھوڑ، گناہ سے باز آجا۔ اس کا گنہگار ساتھی کہتا: بھائی مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دے، میں جانوں اور میرا رب تبارک وتعالیٰ۔ کیا تو مجھ پر رقیب ونگراں بنایا گیا ہے؟ ایک روز نیک ساتھی نے اس کو کسی ایسے گناہ میں مبتلا دیکھا جو اس کی نگاہ میں کوئی خطرناک بڑا گناہ تھا۔ اس نے اپنے گنہگار ساتھی سے کہا: تیرا ناس ہو، گناہ سے باز آجا۔ پھر اس نے جواب میں کہا: بھائی مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دے میں جانوں اور میرا رب تبارک وتعالیٰ۔ کیا تو میرے اوپر رقیب ونگراں ہو کر آیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بس کیا تھا جوش میں آکر ہوش کھوکر) عابد نے کہہ دیا: واللہ تیری مغفرت اللہ نہیں کرے گا یا یوں کہا: اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو ان دونوں کی روح قبض کرنے کے لیے بھیج دیا۔ دونوں کی روح قبض کر کے دونوں کو اللہ عزوجل کے پاس پیش کر دیا گیا۔ حق جل مجدہ نے گنہگار سے فرمایا: تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے شخص سے حق جل مجدہ کی باز پرس ہوئی کہ کیا تم کو میرا علم تھا؟ (کہ میں مغفرت نہیں کروں گا کہ میری قدرت وعلم وسیع میں دخل دیا) یا میرے دست قدرت کا تو خازن تھا؟ حکم ہوا اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے۔ اس عابد نے ایسی بات کہی کہ جس کی گرفت ونحوست نے دنیا وآخرت دونوں کو تباہ کر دیا۔ (مسند احمد ۱۶/۸۲۷۵)

نگاہ رحمتِ حق پر رکھو، انجام کی خبر کس کو ہے

دوستو! سیدھی سادی بات ہے، کون جانتا ہے انسان کا اپنا انجام کیا ہونا ہے؟ بسا اوقات عبّاد کو عبادت، زہّاد کو زہد، اہلِ ورع کو ورع، اہلِ تقویٰ کو تقویٰ، اہلِ فتویٰ کو فتویٰ، اہلِ علم کو علم، اہلِ صدقہ کو صدقہ، اہلِ ذکر کو ذکر، اہلِ فکر کو فکر، اہلِ دعوت کو دعوت کا

عجب وحسن اور عملِ ظاہر کا بخار مسلط ہوجاتا ہے۔ جب یہ حضرات قرآن کی اصطلاح میں مسرفین ومقصرین کو دیکھتے ہیں تو ان کو شیطان، اپنے منہ میاں مٹھو اور خود پسندی و خودرائی کا شکار بنالیتا ہے۔ یہ اپنے بھائی کو کمتر، حقیر و ذلیل اور استغفر اللہ، بدبخت وشقی اور خود کو سعید وخوش بخت تصور کرتا ہے اور اسی فریب میں اپنے ساتھی کو رحمتِ واسعہ سے دور تصور کر کے حدودِ رحمت سے خارج جان کر اپنی حیثیت کو بھول کر دستِ قدرت میں دخیل بن کر باتیں کرتا ہے جس کی سزا ملنی یقینی ہے۔

اسی لیے شریعت نے تعلیم دی ہے کہ جنت کا مدار رحمتِ حق اور فضل حق ہے نہ کہ دوسری چیز۔ نبی رحمت ﷺ نے بھی اپنی ذات کے لیے مدار، رحمت باری کو ہی بتلایا۔ **اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِی اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ**۔ پھر ہما شما کا کیا شمار؟ **اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ أَنْ تُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی** ۔آمین!

اس لیے دوستو! زبان پر قابو رکھو، دل کو کدورت سے پاک رکھو، سینہ کو کینہ سے صاف رکھو، نگاہ رحمت حق پر رکھو۔ اپنے گنہگار بھائیوں کو دیکھ کر حضور حق میں استغفار کا اہتمام رکھو۔ کیا پتہ وہ جنتی ہو اور ہم کہاں ہوں اور کیا ہوں، کیا پتہ ان کو ہمارا حقیر سمجھنا عزیز بنادے اور ہم ہی ذلیل ہوجائیں۔ کیا معلوم وہ اپنے وقت کا توبہ کر کے فضیل وحسن بصری ہوجائے اور ہم مردود ہوجائیں۔ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ**۔

رحمت سے مایوس کرنا درست نہیں

(۲۷۹) لِمُسَدَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ تَأَلّٰی عَلَی عَبْدِی أَدْخَلْتُ عَبْدِی الْجَنَّۃَ، وَ أَدْخَلْتُہُ النَّارَ." [صحیح لغیرہ] (کما فی المطالب العالیۃ ج ۳/ ۲۹۷۹)

(۲۷۹) ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

جو شخص جرأت کر کے میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس کرتا ہے، میں اپنے بندے کو جنت میں داخل کروں گا اور مایوس کرانے والے کو جہنم میں۔
(المطالب العالیہ ۲۹۷۹/۳)

رحمتِ واسعہ سے محروم کرنے والا خود محروم ہو گیا

(۲۸۰) وَ ذَکَرَ الْغَزَالِیُّ فِی الْاِحْیَاءِ:

"أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِی إِسْرَائِیلَ کَانَ یُقَنِّطُ النَّاسَ وَ یُشَدِّدُ عَلَیْهِمْ، قَالَ: فَیَقُوْلُ لَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ: اَلْیَوْمَ أُوِیْسُکَ مِنْ رَحْمَتِی کَمَا کُنْتَ تَقنِطُ عِبَادِی مِنْهَا." [ضعیف] (کما فی احیاء علوم الدین ج٤ ص١٤٢)

(۲۸۰) ترجمہ: 'احیاء العلوم' میں امام غزالیؒ نے ذکر کیا ہے: ایک شخص بنی اسرائیل میں سے لوگوں کو (حق جل مجدہ کی رحمتِ واسعہ سے) مایوس کراتا تھا اور بہت ہی شدت و سختی اس پر کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حق جل مجدہ اس سے فرمائے گا:

آج میں تم کو اپنی رحمت واسعہ غیر متناہیہ سے ایسے ہی محروم و مایوس کرتا ہوں جیسا کہ تو میری رحمت سے میرے بندوں کو مایوس کراتا تھا۔ (احیاء العلوم ۱۴۲/۴)

حق تعالیٰ کی قدرت میں دخل نہ دو، بنی اسرائیل کے دو شخص کا واقعہ

(۲۸۱) عَنْ أَبِی قَتَادَةَ الْأَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"أَلَا أُحَدِّثُکُمْ عَنْ رَجُلَیْنِ مِنْ بَنِی إِسْرَائِیلَ؟ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَی بَنُوْ إِسْرَائِیلَ أَنَّهُ أَفْضَلُهُمْ فِی الدِّیْنِ وَ الْعِلْمِ وَ الْخُلُقِ، وَ أَمَّا الْآخَرُ فَرَأَی أَنَّهُ مُسْرِفٌ عَلَی نَفْسِهِ فَذُکِرَ عِنْدَ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: لَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّی أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ رَحْمَتِی سَبَقَتْ غَضَبِی؟ وَ أَنِّی أَوْجَبْتُ لِهٰذَا الرَّحْمَةَ، وَ لِهٰذَا الْعَذَابَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَلَا تَأَلَّوْا عَلَی اللّٰهِ." [ضعیف] (أخرجه أبو نعیم فی الحلیة ج٨ ص٢٧٥)

(۲۸۱) ترجمہ: ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں تم لوگوں کو بنی اسرائیل کے دو شخص کی کہانی نہ سناؤں؟ ان میں سے ایک شخص کے متعلق بنی اسرائیل کا گمان و خیال تھا کہ دین، علم اور اخلاص میں بہت ہی اعلیٰ معیار پر ہے اور دوسرے شخص کے متعلق یہ گمان تھا کہ گنہگار رہے۔ اس گنہگار کا دوسرے شخص کے سامنے ذکر چھڑ گیا۔ اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں کریں گے۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: کیا اس شخص کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں ارحم الراحمین ہوں؟ کیا اس کو یہ نہیں معلوم ہے کہ **رحمتی سبقت غضبی** میری رحمت دوڑ میں غضب و غصّے سے آگے نکل گئی ۔ میں اس گنہگار کے لیے جنت واجب کرتا ہوں اور اس عابد کے لیے عذاب و عقاب۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں دخل نہ دو (بڑے بول کا سر نیچا)۔ (الحلیہ لابی نعیم ۲۷۵/۸)

جنت ومغفرت مشیتِ باری پر موقوف ہے

حق جل مجدہ نے اپنے بندوں کی مغفرت و جنت کو اپنے دست قدرت اور مشیّت کے تابع رکھا ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں اور خالق و مالک اپنے بندوں کی مغفرت و عذاب کا مختار کل ہے اس کی مشیت میں کسی کا دخیل ہونا بھی اس کو گوارہ نہیں، رب العالمین اگر کسی بڑے مجرم کو بلا توبہ واستغفار کے مغفرت کا پروانہ دیدے، کسی کو لب کشائی کا حق نہیں اور تمام زندگی کے اعمال صالحہ کو اکارت کر کے جہنم رسید کردے تو کسی کو سوال کا حق نہیں۔

ایک عابدہ کو بلّی کی وجہ سے جہنم اور فاحشہ کو کتے کے بچہ کو پانی پلانے پر جنت ، یہ اس کی شانِ بے نیازی ہے۔ سب معاف کردے، اس کو حق ہے کہ وہ عفو غفور ہے، ایک عمل پر گرفت کرلے اس کو حق ہے کہ وہ منتقم و شدید العقاب ہے، بس اس کی بارگاہ میں کفر و شرک نا قابلِ معافی جرم عظیم ہے۔ اس کی رحمتِ واسعہ کے مقابلہ میں گناہ و ذنب کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر گنہگار نہ ہوں گے تو پھر وہ غافر الذنب کس کے حق میں ہوگا؟ **لا تقنطوا من رحمة الله** کس کو فرمائے گا؟ **رحمتی وسعت کل شيء** کی چادر کس پر ڈالے گا؟ اس

کی بارگاہ میں گنہگار مطلق نگاہ رحمت پر رکھتا ہے، کہ جائے پناہ رحمتِ حق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ربّ العزت پر تکیہ کرتا ہے اور ٹکٹکی لگا کر **واحد الاحد، الفرد الصمد، غافر الذنب** کی رحمتِ واسعہ کا محتاجِ کل بنا ہوا ہے۔ یہ بھی عجیب حقیقت ہے کہ گنہگار کی نظر رحمتِ رب پر جمی رہتی ہے، اور زاہد و عابد کبھی پندار کا شکار ہوتا ہے تو کبھی عجب و کبر کا خمار لیے ہوتا ہے۔ ربّ العزت کی بارگاہ بے نیاز میں ان چیزوں پر گرفت ہوجاتی ہے۔ وہاں کی باریابی کے لیے وظیفۂ عجز و نیستی ہے۔ **سبحانک اللھم ماعرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک** ۔اور عبودیت کے کمال جہد و سعی کے بعد ورد زبان ہو۔ **اللھم لااحصی ثناءً ا علیک انت کما اثنیت علی نفسک** اور حصولِ مغفرت و جنت کے لیے تہی دست و پابن کر دامن پھیلا دے اور ان کی رحمت کو ہی وسیلۂ رحمت جانے۔ **ارجو رحمتک فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین ولا اقل من ذلک، یا حي یا قیوم برحمتک استغیث۔**

الغرض عابد و زاہد کبھی موجِ عبادت و اطاعت میں راہِ عبودیت کو بھول جاتا ہے اور اپنی حیثیت کو فراموش کر کے وہ بات کہہ جاتا ہے جو کہنے کا اس کو حق نہیں تھا نہ زیب دیتا تھا۔ اب گناہ و ذنب پر مواخذہ کرنا نہ کرنا یہ ربّ ذوالجلال کا اپنا فعل ہے۔ خالق نے یہ اختیار نہ کسی مخلوق کو عطا کیا نہ ہی اس میں کسی کو دخیل بنایا۔ یہ محض اس کی قدرت وقوت، مشیّت و ارادہ پر موقوف ہے۔ اس عابد نے، اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنے مقام عجز کو بھول کر، ایک بندے کو قسم کھا کر یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کریں گے، یہ ہوتا کون تھا جو اللہ کی مغفرت کو اس کے گنہگار بندے سے روک رہا تھا؟ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا علم عطا کر دیا تھا کہ اس کی مغفرت نہیں کرے گا؟ یا یہ رحمت و مغفرت کا تقسیم کرنے والا تھا؟ بات آدمی وہی کرے اور کہے جو زیب دے، جس کا اس کو حق ہو، یا جس چیز کا وہ مالک ہو۔ اس کا اپنا حال جو ہوا وہ معلوم ہے کہ رحمت الٰہی سے محروم کر دیا گیا۔ جس کو اپنی خبر نہیں وہ دوسروں کو رحمت سے مایوس کر رہا ہے۔ ہمیں تو حکم ہے کہ

ارجو رحمتک ، لاتقنطوا من رحمة اللّٰه خودبھی رحمت کی امیداس کی رحمت کے وسیلہ سے رکھیں اور دوسروں کوبھی ان کی رحمت سے مایوس نہ کریں؛ بلکہ رحمت سے جوڑ دیں۔ بغیران کی رحمت کے کس کا بنا ہےاورکس کی بنے گی۔ نہ کسی کا بنا ہے نہ کسی کی بنے گی۔

آقا مدنی مکی فداہ ابی وامی ﷺ نے فرمایا سائل کے جواب پر: ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھ کوآغوش رحمت میں لے لے گا،

اَللّٰھُمَّ اَرْجُوْ رَحْمَتَکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَيْءٍ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

نصیحت: دوستو زبان کو قابو میں رکھو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عبادت کامحتاج نہیں، نہ ہی اس کی عظمت وکبریائی میں آپ کی عبادت سے اضافہ ہوتا ہے۔ پھر آپ کوناز وغرورکس چیز کا؟ وہ کچھ بھی آپ کا قبول نہ کرے، آپ کیا کرلوگے؟ اس لیے عبادت کا خمار دماغ سے نکالو۔ عبودیت کا پھر مزہ لو۔ دوستو! گناہ وذنب کرکے لوگ اس کا کچھ نقصان نہیں کرسکتے۔ نہ بگاڑ سکتے، رحمت کے دونوں ہی محتاج ہیں، اس کی رحمت ہوگی تو عبادت کوقبول کرے گا اوراس کی رحمت ہوگی تو گنہگار کا گناہ معاف ہوگا۔ دونوں ہی اس کی رحمت کے محتاج ہیں۔

وہ عبادت واطاعت والا جس کی نگاہ رحمت پر نہ ہو یا وہ گنہگار جس کی نگاہ فقط رحمت حق پر ہو، بارگاہ ربّ العزت میں قدر ومنزلت کا مستحق کون بن گیا؟ وہ بندہ قابلِ رحمت و مستحقِ مغفرت بن گیا، جس کی نگاہ رحمتِ حق پرتھی اور وہ مردود مطرود ہوگیا جو رحمت حق سے دوسرے کو مایوس کررہا تھا، حالانکہ عبادت گزار تھا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک مسلسل جنت کا وعظ کرتے رہے اوررحمت حق کا سیلاب، مغفرت عام کا پروانہ لوگوں کو سناتے رہے، ایک دفعہ کسی مرید خاص نے عرض کیا: حضرت آپ چالیس سال سے لوگوں کو

ربّ العالمین کی وسعت رحمت، مغفرت وجنت کی وسعت سنا رہے ہیں لوگوں میں ایک طرح کی سستی آ گئی ہے، کبھی عقاب وعذاب اورجہنم کی بات بھی سنایئے تا کہ لوگوں میں خوف وخشیت بھی پیدا ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ نار جہنم اوراس کی ہولنا کی کا کیا، اسی وعظ کی مجلس میں کئی کا انتقال ہوگیا، لوگوں پر بے ہوشی کی کیفیت پیدا ہوگئی، مایوسی و ہراس کا سماں ہوگیا۔ رات میں حق جل مجدہ کو انھوں نے خواب میں دیکھا یا الہام ہوا۔ عبدالقادر کیا چالیس سال میں میری جنت ختم ہوگئی، حضرت بیدار ہوئے، حضور حق میں استغفار کیا اور پھر پوری زندگی جہنم پر کوئی وعظ نہیں فرمایا۔

دوستو! نگاہ اپنے اوپر یا اپنی کسی جدو جہد یا ذکر وفکر، عبادت واطاعت پر قطعاً نہ رکھو، پوری کوشش وسعی بلیغ کرو مگر نگاہ رحمت حق اور حق جل مجدہ کی ذات پر ہو، پھر کچھ مسئلہ حل ہوگا۔ کسی دوسرے کو حقیر نہ جانو، جبکہ وہ کلمہ گو صاحب ایمان ہو، انجام کی کس کو خبر ہے۔ شاید وہ توبہ واستغفار کرکے اولیاءِ صدیقین کا امام بن جائے اور ہم نہ معلوم کہاں ہوں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت کے ساتھ استقامت عطا فرمائے۔ آمین

کبھی اس قسم کی باتوں سے پوری زندگی کا عمل ضائع ہوجائے اس لیے ہوش میں رہو، بے ہوش مت بن جاؤ۔

زبان کا وبال - ایک عابد کا قصہ

(۲۸۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

”كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَلَمَّا سَجَدَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَوَطَأَ عَلَى رَقَبَتِهِ ، فَقَالَ الَّذِيْنَ تَحْتَهُ: وَاللّٰهِ لَا يُغْفَرُ لَهُ أَبَداً، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : تَأَلَّى عَلَيَّ عَبْدِي أَنْ لَا أَغْفِرَ لِعَبْدِي فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ.“ [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ١٠ / ١٠٠٨٦)

(۲۸۲) ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص بڑا پابند نمازی تھا، ایک دفعہ جب وہ سجدے میں تھا تو ایک آدمی آیا اور اچانک اس نمازی کی گردن کو پیروں سے روند دیا، نمازی نے غصے میں آکر یہ کہہ دیا کہ: اللہ کی قسم اللہ پاک تمہاری مغفرت

نہیں فرمائیں گے۔حق تعالیٰ نے ارشادفرمایا: بندہ میرے حدوداور قدرت مغفرت میں اپنا فیصلہ چلانے لگا ہے، کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا تو میں نے اس بندے کی مغفرت کردی۔ (طبرانی کبیر۱۰/۱۰۰۸۶)

بَابُ : (كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهِ جُرْحٌ ......)

باب: بنی اسرائیل کے ایک شخص کو زخم تھا

(٢٨٣) عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ وَ مَا نَسِيْنَا مُنْذُ حَدَّثَنَا، وَ مَا نَخْشَى أَنْ يَكُوْنَ جُنْدُبُ رضی اللہ عنہ كَذَبَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ. حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.“ [صحيح] (أخرجه البخاري ج۴ص ٢٠٨)

میرے بندے نے جان نکالنے میں سبقت کی

(۲۸۳) ترجمہ: حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:

پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے جسم میں ایک زخم تھا (جس کی تکلیف برداشت نہ کرکے) ہاتھ میں چھری لے کر اس نے اس ہاتھ ہی کو کاٹ دیا، جس میں زخم تھا، جس کا خون ہی بند نہ ہوا یہاں تک کہ مرگیا، تو اللہ پاک نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے نکالنے میں مجھ پر سبقت کی؛ لہٰذا میں اس پر جنت کو حرام کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری۴/ ۲۰۸)

خودکشی سے جنت حرام ہوجاتی ہے

(٢٨٤) حدثنا شيبان قال، سمعتُ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ:

”إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، خَرَجَتْ بِهِ قُرْحَةٌ، فَلَمَّا آذَتْهُ، اِنْتَزَعَ

سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، فَنَكَأَهَا، فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ. قَالَ رَبُّكُمْ: قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ." [صحيح] (أخرجه مسلم ج١ ص١٠٧)

(۲۸۴) ترجمہ: حضرت حسنؓ کہتے ہیں: پہلی امت کے ایک شخص کو ایک پھوڑا نکلا، جب اس کی تکلیف زیادہ بڑھی تو ترکش سے تیر نکالا اور اپنے کچے زخم کا آپریشن کردیا، جس سے خون بند نہ ہوا، یہاں تک کہ وفات پا گیا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (میرے بندے نے اپنی جان کو جسم سے نکالنے میں مجھ پر سبقت کی) میں نے اس پر جنت حرام کردی۔ (صحیح مسلم ۱/۱۰۷)

فائدہ: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ زخم کی تکلیف کو وہ شخص برداشت نہ کرسکا اور نیزہ سے زخم کو خراب کرلیا تاکہ راحت ابدی مل جائے؛ مگر جان وجسم امانت الٰہی ہیں، اس میں تغیر وتصرف غیر کی ملکیت میں مداخلت کے مترادف ہے اس لیے خودکشی کرنے والوں کو جہنم رسید کیا جاتا ہے۔

زندگی وحیات نعمت وامانت ہے

(۲۸۵) عَنْ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ:

"أَنَّ رَجُلًا أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ، فَحُمِلَ إِلَى بَيْتِهِ، فَآلَمَتْ جِرَاحَتُهُ، فَاسْتَخْرَجَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، فَطَعَنَ بِهِ فِي لَبَّتِهِ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ فِيْمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: سَابَقَنِي بِنَفْسِهِ."

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد في مسنده، ج٤ ص٣١٢)

(۲۸۵) ترجمہ: حضرت جندبؓ سے روایت ہے: ایک آدمی کو زخم لگ گیا (غالبًا میدانِ جہاد میں) لوگ اس کو اُٹھا کر گھر لے گئے، اس کے زخم میں تکلیف بہت بڑھ گئی، تو اس نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اپنی چھاتی وسینہ کو چھلنی کرلیا۔ اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا، تو حضور ﷺ نے ربّ العزت سے روایت کیا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے اپنی جان کے نکالنے میں مجھ سے سبقت کی۔

شکر وصبر دونوں ہی عبادت واطاعت ہیں

زندگی وحیات ربّ العالمین کی جانب سے ایک عظیم نعمت ہے کہ انسان اسی زندگی میں اپنے رب کو راضی کرنے کی سعی بلیغ کرتا ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بھیجا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں ابدی زندگی کے لیے کچھ زاد وتوشہ جمع کرلو۔ نعمت کا شکر بندہ پر واجب وضروری ہے اور اس نعمت کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ اَن گنت و لاتعداد نعمتوں سے لطف اُٹھانا اسی نعمتِ حیات پر موقوف ہے، خواہ نعمت دنیا ہو یا نعمت عقبی ہو۔ دنیاوی نعمتوں سے مستفیض ہوکر شکر بجالانا ہے اور اگر حالات نامناسب آگئے یا ابتلاء وآزمائش آگئی تو صبر کرنا ہے۔ زندگی اسی شکر وصبر سے بنتی ہے۔ دونوں میں ہماری آخرت کا سامان ہے۔ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور صبر سے معیت الٰہی ملتی ہے اور آخرت کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ صبر سے جو مقام طے ہوتا ہے، وہ شکر سے نہیں ہوتا اور شکر سے جو ترقی ہوتی ہے صبر سے نہیں، دونوں کی اپنی اپنی شان علیحدہ ہے اور مومن انہی دونوں قدموں سے رب ذوالجلال کی بارگاہ تک باریاب ہوتا ہے۔ حالات سے گھبرا کر موت کو اختیار کرنا شیوۂ ایمان نہیں۔ الم وزخم سے بلبلا کر جان نکال لینا حق تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تو ہے ہی خود کو الم سے نجات پانے کے لیے الم شدید کے لیے پیش کرنا ہے، زخم سے چھٹکارا پانے کے لیے خودکشی کرنا عذاب الیم میں جھونکنا ہے۔ عجیب بات ہے دنیاوی زخم سے نجات کے لیے آخرت کا الم گوارہ کرنا کہاں کی دانائی ہے؟ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہی سکھایا ہے کہ:

جو پہاڑ سے اپنے کو گرا کر مرے وہ جہنم میں ہے، جو زہر پی کر مرے وہ جہنم میں، جو ہتھیار سے اپنے کو قتل کرلے وہ جہنم میں۔

اللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ العَافِیَّۃ فِی الدنیا والآخرۃ۔

بَابُ : (فِي النَّهْيِ عَنِ التَّمْثِيْلِ بِالنَّاسِ ...)

باب: ناک کان کاٹ کر بدصورت بنانے کی مانعت

(٢٨٦) عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ زِيَادٍ جَالِسًا فَأُتِيَ بِرَجُلٍ شَهِدَ فَغَيَّرَ شَهَادَتَهُ. فَقَالَ: لَأُقَطِّعَنَّ لِسَانَكَ ، فَقَالَ لَهُ يَعْلَى : أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : لا تُمَثِّلُوا بِعِبَادِي . قَالَ :فَتَرَكَهُ.“

[ضعيف] (أخرجه أحمد ج٤ ص١٧٢)

میرے بندوں کو مُثلہ کر کے بدصورت نہ بناؤ

(۲۸۶) ترجمہ: یعلی بن مرہ کہتے ہیں: میں زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شہید کو لایا گیا۔ اس شہید کا رنگ وروپ، شکل وصورت بگاڑا ہوا تھا، زیاد نے کہا: میں ضرور تیری زبان کاٹ دوں گا، تو یعلی نے یہ بات سن کر کہا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ سنادوں جو رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

میرے بندوں کو مثلہ (یعنی اعضاء جسم کو کاٹ کر اس کی شکل وصورت اور انسانی کرامت وشرافت کو بدل کر بدشکل) نہ کرو۔

یعلی کہتے ہیں: پھر زیاد نے زبان تراشنا چھوڑ دیا۔ (مسند احمد ۴/۱۷۲، مجمع الزوائد ۶/۲۴۸)

حق تعالیٰ نے چار قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ انسان سب سے خوبصورت وحسین ہے

انسان حق جل مجدہ کا پوری کائنات عالم میں تخلیق کا خوبصورت نمونہ ہے۔ انسان سے زیادہ خوبصورت شکل وصورت والا پوری مخلوقات میں نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے چار قسمیں کھا کر اس بات کا اعلان کیا ہے کہ ابن آدمؑ تمام مخلوقات میں سب سے حسین وشکیل ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ o وَالزَّيْتُوْنِ o وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ o وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ o لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ o﴾

ترجمہ: قسم انجیر کی اور زیتون کی, اورطور سینین کی, اور اُس شہر امن والے کی, ہم نے بنایا آدمی خوب سے اندازے پر. (تفسیر عثمانی)

مثلہ کے ذریعہ تخلیق خالق کی تغییر وتضحیک اور تذلیل لازم آتی ہے، یہ کتنی بڑی اور بُری شقاوت قلبی کا ثبوت ہوگا کہ انسان اپنے جیسے انسان کے ساتھ درندگی وغیرانسانی سلوک زندہ یا مردہ کے ساتھ کرے۔ مثلہ تو دور کی بات ہے جانور وحیوان کی بھی شکل وصورت پر مالک کو مارنے کی حدیثِ رسول ﷺ میں ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ شکل کسی کی بھی ہو، قدرت کا عظیم تخلیقی نمونہ ہے۔ تو پھر انسان جس کی شکل وصورت دست قدرت کے عجائب کا نمونہ ومظہر ہے، مثلہ کے ذریعہ گویا انتقام کی آگ کو بجھانا ہے اور اپنے غیظ و غضب کا اظہار ہے۔ اسلام میں اس کی کہاں اجازت ہے کہ غیظ وغضب کو اتنا بڑھائے کہ آپ خود ہی غضب ربانی کے شکار ہوجایئے اور انسانی اخلاق واطوار کو پامال کر کے خود درندگی پر اتر جایئے۔ جنگل کے درندے بھی اپنے ہم جنس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتے تو انسان کو انسانیت کی بنیاد پر انسان کہا گیا ہے نہ کہ درندگی کے صفات میں۔ زندہ انسان کا، زندگی وحیات میں کسی کی آنکھ،کان، ناک ، ہاتھ پاؤں کاٹنا ،سخت جرم ہے۔ اللہ سے ڈریئے۔ پھر مردہ اور بے جان ہونے کے بعد تو اور بھی سنگین وقبیح ہے، انسانیت کو رسوا وداغ دار نہ کیجیے، اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔

مَا وَرَدَ فِی الشَّحْنَاءِ وَ الْخُصُوْمَةِ:

سینہ میں کینہ رکھنا اور آپس کدورت وخصومت سے بچنا

بَابُ : (تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ اِثْنَيْنِ وَ خَمِيْسٍ ......)

(۲۸۷) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فِی كُلِّ اِثْنَيْنِ وَ خَمِيْسٍ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَ قَالَ غَيْرُ سُهَيْلٍ: وَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِی كُلِّ اِثْنَيْنِ وَ خَمِيْسٍ، فَيَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِكُلِّ

عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا إِلَّا الْمُتَشَاحِنَيْنِ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلَائِكَةِ: ذَرُوْهُمَا حَتّٰى يَصْطَلِحَا." [صحيح] (أخرجه أحمد ج١٤ / ٧٦٢٧)

ہر پیر و جمعرات کو مغفرت عام مگر مشرک و مشاحن اور کینہ پرور محروم

(۲۸۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کا دروازہ ہر پیر اور جمعرات کو کھولا جاتا ہے اور ہر پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال بھی حق جل مجدہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور حق جل مجدہ ہر شخص کی مغفرت کر دیتے ہیں سوائے مشرک اور مشاحن، کینہ پرور کے۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: ان دونوں کا معاملہ ملتوی رکھو، یہاں تک کہ مشرک شرک سے توبہ کر لے اور اپنے بھائی سے قطع کلامی، کدورت اور لڑائی و کینہ والا اسے ختم کر کے مل نہ لے۔ (مسند احمد ۱۴/۷۶۲۷)

مغفرت عام سے محروم کون ہے؟
سینہ کو کینہ سے صاف رکھو، تاکہ مغفرت ہو جائے

(٢٨٨) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه رَفَعَهُ مُرَّةً قَالَ:

"تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيْسٍ وَ اِثْنَيْنِ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ امْرِءٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئاً إِلَّا امْرَءً ا كَانَتْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ أَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: اتْرُكُوْا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، اُتْرُكُوْا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا."
[صحيح] (أخرجه مسلم ج٤ ص١٩٨٧)

(۲۸۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ہر جمعرات اور پیر کے دن اعمال نامہ پیش ہوتا ہے اور ہر شخص کی مغفرت عام ہوتی ہے سوائے مشرک کے، جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے یا جن کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کا کینہ ہوتا ہے، ایسے دو شخصوں کے متعلق یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ ملتوی رکھو یہاں تک کہ دونوں صلح کر لیں۔ یعنی مشرک شرک سے توبہ کر لے اور کینہ والا سینہ کو کینہ سے صاف کر لے۔
(مسلم ۴/۱۹۸۷، ترجمان السنہ ۲/۳۰۵)

وہ بدنصیب ہے جو مشرک کا شریک ہے

ارحم الراحمین کی مہربانیوں کی ایسی ایسی ساعات میں بھی شرک کرنے والا محروم ہی رہتا ہے۔اپنے ایک مسلمان بھائی سے بغض رکھنے والا شخص بھی کتنا بدنصیب ہے جو محرومی میں ایک مشرک کا شریک بن رہا ہے۔

دوستو! سینہ کو کینہ سے پاک وصاف رکھو، تا کہ رب تبارک وتعالیٰ کی مغفرت عام سے محرومی مقدر نہ بنے۔ انسان بھی عجیب ہے گھر کے کباڑ خانوں کو باہر ڈال دیتا ہے اور دل کو لوگوں کی کدورت ونفرت سے بھر دیتا ہے، جبکہ دل تجلی گاہ رب ہے اس کا خیال بھی نہیں رکھتا۔**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِی خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِی وَ اجْعَلْ عَلَانِیَتِی صَالِحَۃً۔**

پیر اور جمعرات کا روزہ

(۲۸۹) عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَصُوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَ الْخَمِیْسِ فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِنَّکَ تَصُوْمُ الْاِثْنَیْنِ وَ الْخَمِیْسِ! فَقَالَ:

"إِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ الْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ فِیْھِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ إِلَّا مُتَھَاجِرَیْنِ. یَقُوْلُ: دَعْھُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا." [صحیح] (أخرجہ ابن ماجہ ج ۱ / ۵۴۰ / ۱۷۴۰)

(۲۸۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ (کیوں) رکھتے ہیں؟ آقا ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ پیر اور جمعرات کو حق جل مجدہ ہر مسلمان کی مغفرت کر دیتے ہیں، سوائے ان دو آدمیوں کے جن کی آپس میں بات چیت نہیں۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: ان دونوں کا معاملہ ملتوی رکھو یہاں تک کہ صلح کر لیں۔ (سنن ابن ماجہ ۱/۱۷۴۰)

مَا وَرَدَ فِی النَّھْیِ عَنِ النَّظْرَۃِ

بدنگاہی کی ممانعت و مذمت

بَابُ : (اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ ......)

(۲۹۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

"اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ إِبْلِیْسَ، مَنْ تَرَکَھَا مِنْ مَخَافَتِی أَبْدَلْتُہُ إِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہُ فِی قَلْبِہِ." [ضعیف] (کما فی الترغیب والترھیب ج ۳ ص۵۷)

بدنظری زہر آلود تیر سے زیادہ خطرناک ہے

(۲۹۰) ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بدنظری و بدنگاہی شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ (یعنی بدنگاہی وبدنظری وحسن پرستی، حسینوں کو تاکنا جھانکنا، یہ شیطانی حملہ ہے اور اس میں ایمان ویقین، ذوق عبادت، حلاوت، اطاعت، لذت ذکر وفکر کو ختم کردینے والا خطرناک زہر ہے) جو میرے (یعنی حق جل مجدہ کے) خوف سے بدنظری و بدنگاہی کو چھوڑ دیتا ہے، تو میں اس بدنظری و بدنگاہی کو ایسے ایمان سے بدل دوں گا جس کی حلاوت اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ (الترغیب والترہیب۳/۵۷)

بدنظری حرام ہے

بدنظری زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے، قرآن کریم نے بدکاری و بے حیائی کا انسداد کرنے کے لیے اوّل اسی دروازہ کو بند کرنا چاہا یعنی مسلمان مرد وعورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوانیت کو قابو میں رکھیں، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبادہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے، کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈالے اور اختیار و

ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے، تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے، چونکہ پہلی مرتبہ دفعتہً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے از راہ شہوت ونفسانیت نہیں ہوتی اس لیے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا۔ (تفسیر عثمانی، سورہ النور)

پہلی واچانک نظر

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: علی! یہ پہلی (بے ساختہ) نظر کے پیچھے دوسری بالا رادہ نظر نہ کرنا، پہلی نظر تمہارے لیے جائز ہے، دوسری نظر مباح نہیں۔
(احمد ترمذی)

جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کا مسئلہ دریافت کیا، حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا: نظر پھیر لیا کرو (مسلم)

حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی (اجنبی) عورت کی خوبصورتی پہلی مرتبہ (اچانک) دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ اس کے لیے عبادت میں احساسِ حلاوت پیدا کر دیتا ہے۔ (مسند احمد)

باب : فی النھی عن تتبع عورات المسلمین

باب: مسلمانوں کے عیوب کو تلاشنے کی ممانعت

(۲۹۱) لِلْحَکِیْمِ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ رضی اللہ عنہ مُرْسَلًا:

”یَا مَعْشَرَ الَّذِیْنَ أَسْلَمُوْا بِأَلْسِنَتِھِمْ، وَ لَمْ یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِی قُلُوْبِھِمْ، لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ، وَ لَا تُعَیِّرُوْھُمْ، وَ لَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِیْهِ الْمُسْلِمِ، تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ، وَ مَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ یَفْضَحْهُ وَ لَوْ فِی قَعْرِ بَیْتِهِ، قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ هَلْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ سَتْرٍ؟ قَالَ: سُتُوْرُ اللّٰهِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ أَکْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصٰی، إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَعْمَلُ بِالذُّنُوْبِ فَتَهْتِکُ عَنْهُ سِتْرًا سِتْرًا، حَتّٰی لَا یَبْقٰی عَلَیْهِ مِنْهُ شَیْءٌ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلَائِکَةِ: اِسْتُرُوْا عَلٰی عَبْدِی

مِنَ النَّاسِ، فَإِنَّهُمْ يُعَيِّرُوْنَ وَ لَا يُغَيِّرُوْنَ، فَتَحُفُّ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا يَسْتُرُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ، فَإِنْ تَابَ قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ، وَ رَدَّ عَلَيْهِ سُتُوْرَهُ، وَ مَعَ كُلِّ سِتْرٍ تِسْعَةُ أَسْتَارٍ، فَإِنْ تَتَابَعَ فِي الذُّنُوْبِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ : يَا رَبَّنَا إِنَّهُ قَدْ غَلَبَنَا وَ أَقْذَرَنَا، فَيَقُوْلُ لِلْمَلَائِكَةِ: تَخَلَّوْا عَنْهُ، فَلَوْ عَمِلَ ذَنْباً فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فِي حُجْرٍ أَبْدَى اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْ عَوْرَتِهِ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۳/ ۷۴۲۷)

حق تعالیٰ کی جانب سے پردہ پوشی کی چادر کب اور کیوں ہٹائی جاتی ہے؟

(۲۹۱) ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیرؓ سے مرسلاً روایت ہے: اے ان لوگوں کی جماعت جو زبان سے اسلام لائے ہو اور دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے، مسلمانوں کو اذیت و تکلیف نہ پہنچاؤ، نہ ہی ان کو عار دلاؤ اور نہ ہی ان کے اندرونی حالات کی ادھیڑ بن کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے پڑتا ہے، حق جل مجدہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور جس کے عیوب کے پیچھے حق تعالیٰ ہو جائیں اس کو ظاہر فرما دیتے ہیں تو اس کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں، گرچہ وہ اپنے مکان کے کونے میں بیٹھا ہوا کیوں نہ ہو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا مؤمن کی منجانب اللہ ستر و پردہ پوشی ہوتی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی جانب سے مومنوں کی اتنی پردہ پوشی ہوتی ہے کہ شمار بھی نہیں کی جاسکتی، ایک مومن بندہ گناہ کرتا ہی رہتا ہے۔ پھر دھیرے دھیرے اس سے پردہ پوشی کی چادر ہٹتی رہتی ہے، یہاں تک کہ تمام ستر و چادر اس سے ہٹ جاتی ہے، تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے فلاں بندہ کے عیوب کو لوگوں کی نگاہ سے چھپاؤ، اس لیے کہ لوگ میرے بندے کو گناہ و معاصی کے سبب عار دلائیں گے اور حالات کو بدل نہیں سکیں گے۔ (یعنی محض عار و غیرت تو دلائیں گے، مگر میرے بندہ کی زندگی کو بدل نہیں سکیں گے۔ مذاق تو اُڑائیں گے اصلاح نہیں کریں گے) پھر فرشتے اپنے پروں سے اس بندے کے عیوب کو لوگوں کی نگاہ

سے چھپا لیتے ہیں، اگر بندہ توبہ واستغفار کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں، اور پھر اپنی جانب سے ستاری کی چادریں اس پر ڈال دیتے ہیں، اور ہر ستر و چادر کے ساتھ مزید نو اور چادریں گناہوں کو چھپانے والی اس پر ڈال دیتے ہیں، اگر بندہ پھر گناہ و معاصی میں مبتلا ہونے لگتا ہے تو فرشتے ربّ العالمین سے عرض کرتے ہیں: الٰہ العالمین! یہ بندہ مجھ کو اپنے گناہوں سے مغلوب کیے ہوا ہے، اور اب اس کے گناہوں کو چھپانے کا ذریعہ و سبب ختم ہو چکا (یعنی اب یہ معذور نہیں رہا کہ اس کے گناہ پر پردہ پوشی کی جائے) حق جل مجدہ فرشتوں کو ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندہ کے گناہوں کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپاؤ، اس لیے کہ لوگ عار تو دلائیں گے شرمندہ کریں گے، لیکن بندے کے حالات کو بدل نہ سکیں گے، پھر فرشتے اپنے بازوؤں سے ڈھانپ کر گناہوں کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتے ہیں، اگر بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، پھر بھی اگر بندہ گناہ کی جانب چل دیتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: رب العالمین! اس بندہ نے مجھ کو تھکا دیا ہے مغلوب کیے ہوا ہے اور اب پردہ پوشی کے قابل نہیں رہا، تو حق جل مجدہ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: اس بندہ سے جدائیگی اختیار کرلو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، سو اب اگر وہ تاریک رات میں اندھیرے مکان کے گوشہ تنہائی میں بھی گناہ کرے گا تو اللہ پاک اس کو لوگوں پر ظاہر فرما دے گا، اس کے عیوب کو برسر بازار ظاہر کر کے رسوا کرے گا۔ (کنز العمال ۳/ ۷۶۴۲)

ایمان کی جگہ و محل قلوب ہیں

سب سے پہلی چیز حدیث میں ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے جن کے قلوب حقیقت ایمان و ایقان سے یکسر خالی ہیں کیونکہ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہوگا وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق مع اللہ، انابت الی اللہ اور عبادت واطاعت للہ کی مشغولیت ان کو فرصت کب دے گی کہ دوسروں کے عیوب ونقائص اور عوارت الناس کی خانہ تلاشی کے درپے ہوں، اہل ایمان کو حکم باری ﴿اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ کا ہے۔ مومن کامل

اپنے کمالِ ایمان اور تقویٰ وطہارتِ قلب کی فکر وجستجو میں لگا رہتا ہے نہ کہ دوسروں کی عیب جوئی و بدخوئی میں۔ جس کی نگاہ دوسروں کی خامیوں پر ہوگی یہ دلیل ہے کہ باطن کا گندہ و پراگندہ اور خیر وسلامتی کا اس کے اندر فقدان ہے۔ لوگوں کے عیب چننے کے بجائے ہمیشہ خوبیاں تلاش کیجیے، جو لذت حسن تلاش کرنے میں ہے، وہ کسی اور چیز میں نہیں، محاسن کی ڈھونڈ ہی سے آدمی محاسن کو بڑھا اور چمکا سکتا ہے، طعن وطنز کمزور انسانوں کی بیمار زبانوں کا ہذیان ہے۔ ایک روشن دل ودماغ کا آدمی اپنی زبان پر کبھی غیر شائستہ الفاظ نہیں لاتا۔ وہ الفاظ جن پر کھر دراپن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو، ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزادؒ)

مومن کی عزّت

نبی ﷺ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا: تو کتنا پاک گھر ہے، تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے، تو کس قدر عظمت والا ہے، اور کیسی بڑی حرمت والا ہے، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت، اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت ہی بڑی ہے۔

انسان کی خوش نصیبی اور معیار شرافت وکرامت

علماء نے لکھا ہے کہ انسان کی سعادت اور خوش نصیبی اس میں ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھے ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور جو ایسا کرے گا اس کو دوسروں کے عیب نکالنے اور بیان کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی۔ ظفر نے خوب کہا ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

اکثر غیبت ،طعن وتشنیع اورعیب جوئی کا منشاء کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کوحقیر سمجھتا ہے،حق جل مجدہ کے یہاں اس کا معیار یہ ہے کہ جوشخص جس قدر نیک خصلت ،مودب، اور پرہیزگار ہواسی قدر اللہ کے یہاں معزز ومکرم ہے۔ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشادفرمایا:

لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اورجاہلیت کے باپ دادوں پرفخر کرنے کی رسم اب دورکردی ہے، پس انسان دوہی قسم کے ہیں یا تو نیک کار پرہیزگار جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیرمتقی جوحق تعالیٰ کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہیں، پھرآپ نے آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تلاوت فرمائی۔

پھرفرمایا: میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اورتمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

کمزورایمان کی علامت

ایمان ویقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہوجائے اور جڑ پکڑ لےتو اس وقت غیبت اورعیب جوئی کی خصلتیں آدمی سے دورہوجاتی ہیں، جوشخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اورآزار پہنچانے میں مبتلا ہوسمجھ لوکہ ابھی تک ایمان اس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔ایک حدیث میں ہے:

یَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِہٖ وَ لَمْ یَفِضِ الْاِیْمَانُ اِلَی قَلْبِہٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَ لَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ.

(اے لوگو!جو زبان سے ایمان لائے ہو اور دل میں ایمان راسخ نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرواور نہ ہی ان کے پوشیدہ عیوب کی تلاش وجستجو میں رہا کرو۔)

یعنی کسی مسلمان کا جوعیب ظاہر نہ ہواس کی جستجو اورتلاش کرنا جائز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَ لَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِھِمْ یَتَّبِعُ

اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَ مَنْ يَّتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يُفْضِحُهُ.

مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرتا ہے اور جس کے عیب کی تلاش اللہ تعالیٰ کرے اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتا ہے۔

موہوب شرف پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ فخر و ناز

اگر حق جل مجدہ کسی کو شریف اور معزز گھرانے اور خاندان میں پیدا کرے، تو یہ ایک موہوب شرف ہے جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا۔ تو یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیارِ کمال اور فضیلت ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہیئے، کہ حق جل مجدہ نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہر حال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔ (فوائد عثمانی باختصار)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، پردہ پوشی کرے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کی تحقیر نہ کرے۔ سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، آدمی کا یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو بھی۔ (مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی زندہ درگور لڑکی کو جِلا دیا۔ یعنی زندہ

بچالیا۔ (گلدستہ ج۶/۱۰۲۳)

اپنی رسوائی کے اسباب پیدا نہ کرو

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اگر تو لوگوں کی پوشیدگیاں اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا، تو انھیں بگاڑ دے گا یا فرمایا: ممکن ہے تو انھیں خراب کر دے۔

ایک حدیث میں ہے کہ امیر و بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور اس کی تہہ میں گہرا اترنے لگتا ہے تو انھیں بگاڑ دیتا ہے۔ اسی لیے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے وہ لوگو جن کی زبانیں تو اسلام کا کلمہ پڑھ چکیں، لیکن دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو اذیتیں نہ پہنچاؤ، اور نہ ان کو (کسی ماضی و حال کے کام پر) عار دلاؤ اور نہ ان کے عیبوں کی جستجو و کرید کیا کرو کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی کرید و ٹٹول میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے مخفی و پوشیدہ عیبوں کو ظاہر کر دے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا و ذلیل کر کے رہے گا گرچہ وہ اپنے گھر کے گوشہ میں چمٹا ہوا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت ﴿وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو، اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا، مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ جس نے چوری، زنا، شراب سے توبہ کر لی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے عار دلانا اور تحقیر کرنا حرام ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر عار دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (قرطبی)

اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بے شمار گناہوں سے درگذر کرتی ہے

حق جل مجدہ کی ذات حلیم ہے، اور بندوں کے لیے بہت ہی زیادہ عفو وغفور ہے، دن رات نہ معلوم وہ ہماری کتنی سنگین خطاؤں کو درگذر کرتا ہے، عیوب پر پردہ وستر رکھتا ہے، ہمیں احساس تک نہیں ہوتا ہے، ایک گناہ کے بعد استغفر اللہ، پھر دوسرے گناہ کا عزم مصمم کر لیتے ہیں اور وہ ہمارے رسوائی سے بچانے کی تدبیر حکیم میں لگا رہتا ہے، بندہ بار بار ارتکابِ معاصی اور حق جل مجدہ کے حکم کو پامال کر کے طغیانی وسرکشی کا ثبوت دیتا ہے، اور حق جل مجدہ و **یعفو عن کثیر** کا معاملہ کرتا۔ **سبحان من یعفو عن کثیر**۔ اگر حق جل مجدہ لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے میں ہی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا وقصور سے تو خالی کوئی بھی نہیں۔ حدیث میں ہے: **کلکم خطاؤن** اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی ذی روح باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ حکمتِ الٰہی اس عالم کو قیامت تک باقی رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے مومنین کے گناہوں کو چھپاتی ہے۔ معاف کر دیتی ہے۔ امید قوی ہے کہ دنیا میں جس کو معاف کر دے گا پھر قیامت میں اس پر مواخذہ نہیں فرمائے گا اور کفار کو دردناک عذاب ہوگا۔ یہاں اس حدیث میں اسی بات کو واضح کیا گیا ہے کہ تصور وسوچ سے بالاتر حق جل مجدہ بندوں کے گناہوں کو چھپاتے ہیں۔ پردہ پوشی فرماتے ہیں، جبکہ بندہ معاصی وذنب کے ذریعہ ایک ایک کر کے مسلسل ہر چادر وغلاف ستر کو ہٹا کر اپنی رسوائی اور فضیحت کے اسباب پیدا کرتا رہتا ہے، پھر کوئی چادر پردہ کی اس پر باقی نہیں رہ جاتی ہے تو حق جل مجدہ فرشتے کو فرماتے ہیں: میرے بندہ کو فضیحت و رسوائی سے لوگوں کے سامنے بچاؤ کہ لوگ تو اس کو عار دلائیں گے مگر اس کی اصلاح نہ کر سکیں گے۔ نہ اس کے احوال کو بدل سکیں گے (سچ یہی ہے کہ لوگ انتظار میں رہتے ہیں کہ اس کا کوئی کمزور پہلو نمایاں ہو، اس کا کوئی عیب وذنب ظاہر ہو، اس کی کوئی رسوائی کا سامان ہاتھ لگے تاکہ مزید اس کی برسر بازار فضیحت وذلت کا ڈھاکہ کیا جائے۔ لوگوں کے

درمیان اس کی بے عزتی و بے حرمتی کے جلوس اور نعرہ بازی کی جائے)۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رُوْعَاتِنَا۔ آمین۔

بندہ کے گناہ کو فرشتے اپنے بازو سے چھپا لیتے ہیں

حق جل مجدہ اپنے بندوں کے عیوب وذنوب پر فرشتوں کے ذریعہ ان کے گناہوں کی پردہ پوشی کراتے ہیں اور حکم الٰہی سے فرشتے گناہوں کو اپنے بازو سے چھپا لیتے ہیں۔ بندہ اگر رجوع الی اللہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے معاملہ بالکل ہی صاف اور بے باک کر دیتا ہے اور لوگوں کی نگاہ سے بھی اس کے عیوب پوشیدہ رکھ کر اس کی عزت حرمت کو باقی رکھا جاتا ہے اور نامہ اعمال سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، الغرض دنیا وآخرت دونوں کی روسیاہی سے محفوظ و مامون کر دیا جاتا ہے اور حق جل مجدہ پھر وہی چھپانے والی چادر اس پر ڈال دیتے ہیں اور ہر چادر کے ساتھ ساتھ نو اور دوسری ستاری کی چادر رکھ دی جاتی ہے، تاکہ بندہ کے عیوب وذنوب پر کسی بشر کو کوئی اطلاع نہ ہو، بندہ ہے اللہ کا، تو اللہ اپنے بندوں کو غیروں کی نگاہ میں ذلت ورسوائی سے نہ بچائے گا تو کون بچائے گا؟ لوگوں اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو وہ تمہارا جس قدر خیال رکھتا ہے، وہ کتنا غیرت مند ہے کہ تم کو دوسروں کے سامنے رسوائی سے بچانے کے لیے خاموشی کے ساتھ کتنی خوبصورت تدابیر کر رہا ہے اور تم کو ہوش بھی نہیں اور تم جری اور ڈھیٹ بن کر اس کی نافرمانیوں میں مست و مدہوش ہو، ہوش سنبھالو ورنہ پھر وہ گھر میں رسوا کر دے گا، پھر کہیں کے نہ رہو گے۔ وہ سکنڈ میں خمار مستی کو ذلت ورسوائی میں تبدیل کر دے گا۔

بندہ جب بار بار ستاری کی چادر کو چاک کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتا ہے

حق جل مجدہ کی نعمت ستاری کی بندہ جب قدر نہیں کرتا ہے اور ہر چادر ستاری پر غفلت اور جرأت کر کے ذنوب ومعاصی میں منہمک ہوتا ہے اور مسلسل اپنی حرکتوں سے حق

تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مگن ہوکر مست ومدہوش ہوجاتا ہے، تو فرشتے عرض کرتے ہیں: ربّ العزّت اس بندہ نے تو ہم لوگوں کو مغلوب کردیا۔ یعنی ہم اس کے گناہ پر آپ کے حکم سے پردہ ڈالتے ہیں اور یہ ہے کہ معاصی وذنوب میں جری بن رہا ہے۔ آپ کی نعمت ستاری پر شکر کے بجائے تمرد وسرکشی وطغیانی کی راہ پر اپنی زندگی کو ڈالے ہوا ہے، اب کیا حکم ہے؟ فرشتوں کو منجانب اللہ جواب ملتا ہے، اب تم لوگ اس عادی مجرم سے علیحدہ ہوجاؤ، یعنی ستر وحجاب کی چادر کو اُٹھالو۔ اب اگر وہ بندہ رات کی تاریکی میں اندھیرے مکان میں بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کو ظاہر کردیتا ہے اور اب پھر اس کے ذنوب وعیوب چھپتے نہیں اور رسوائی وذلت اور فضیحت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حق جل مجدہ افعال واخلاق خبیثہ سے ہماری حفاظت فرمائے اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی محض اپنے فضل سے توفیق بخشے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنَا بِسَتْرِکَ الْجَمِيْلِ آمین!

باب : فِي التَّحْذِيْرِ مِنْ شُرْبِ الْخَمْرِ

باب: شراب پینے سے اور منشیات سے بچنا

(مَنْ تَرَکَ الْخَمْرَ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ ...)

(۲۹۲) لِلْبَزَّارِ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"مَنْ تَرَکَ الْخَمْرَ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ لَاَسْقِيَنَّهُ مِنْهُ فِي حَظِيْرَةِ الْقُدُسِ، وَ مَنْ تَرَکَ الْحَرِيْرَ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ لَأَکْسُوَنَّهُ إِيَّاهُ فِي حَظِيْرَةِ الْقُدُسِ."

[حسن] (کما فی الترغیب ج ۳ ص ٤٤٦۔ ص ۱۸۷)

حظیرۃ القدس سے کون سیراب کیا جائے گا؟

(۲۹۲) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو قدرت واستطاعت رکھنے کے باوجود شراب وخمر کو چھوڑ دیتا ہے، حق تعالیٰ

فرماتے ہیں: اس کو ضرور بالضرور حظیرۃ القدس (جو خاص مقامِ قربِ الٰہی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خاص رحمت) سے سیراب کریں گے اور جو ریشمی کپڑا قدرت و استطاعت کے باوجود اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتا ہے، حق جل مجدہ اس کو حظیرۃ القدس (جو خاص مقامِ قربِ الٰہی ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت) سے لباس عطا فرمائیں گے۔
(الترغیب ۳/۴۴۶ و ۱۸۷)

فائدہ: شراب مطلقاً اُمتِ رسول اللہ ﷺ پر حرام ہے، کسی بھی حال میں جائز نہیں، اور ریشم عورتوں پر حلال اور مردوں پر حرام ہے، اگر کوئی قدرت کے باوجود استعمال نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے یہ فضیلت آئی ہے۔

بعثتِ رسول ﷺ کا مقصد جاہلیت کا بطلان

(۲۹۳) عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَنِی هُدیً وَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِینَ، وَ أَمَرَنِی بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَ الْمَزَامِیرِ وَ الْأَوْثَانِ وَ الصُّلُبِ وَ أَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ، وَ حَلَفَ رَبِّی بِعِزَّتِهِ وَ جَلَالِهِ أَوْ یَمِینِهِ: لَا یَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِی جَرْعَةً مِنْ خَمْرٍ مُتَعَمِّدًا فِی الدُّنْیَا إِلَّا سَقَیْتُهُ مَكَانَهَا مِنَ الصَّدِیْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَغْفُورًا لَهُ أَوْ مُعَذَّبًا، وَ لَا یَسْقِیْهَا صَبِیًّا صَغِیْرًا مُسْلِمًا إِلَّا سَقَیْتُهُ مَكَانَهَا مِنَ الصَّدِیْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَغْفُورًا لَهُ أَوْ مُعَذَّبًا، وَ لَا یَتْرُكُهَا مِنْ مَخَافَتِی إِلَّا سَقَیْتُهُ إِیَّاهَا فِی حَظِیْرَةِ الْقُدُسِ، لَا یَحِلُّ بَیْعُهُنَّ وَ لَا شِرَاءُ هُنَّ وَ لَا التِّجَارَةُ فِیْهِنَّ وَ ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ."

[ضعیف جداً] (أخرجه ابوداود الطیالسی / ۱۱۳٤)

(۲۹۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:
حق جل مجدہ نے مجھ کو باعث ہدایت اور رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں معازف (ساز و سارنگی)، مزامیر (بانسری، گیت) اور بت پرستی و صلیب پرستی اور جاہلیت کی تمام رسوماتِ باطلہ واہیہ کو روئے زمین سے نیست و نابود وختم

کردوں مٹادوں اور میرے رب نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ جب بھی کوئی بندہ جان بوجھ کر دیدہ و دانستہ ایک گھونٹ بھی شراب پیئے گا، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنم میں خون ملی پیپ پلائیں گے، بعد میں اس کی مغفرت ہو یا عذاب ہو(مگر اس کو دنیامیں شراب پینے کی سزا آخرت میں خون پیپ کا پانی پلایا جائے گا)۔ اور جو کوئی کسی چھوٹے بچہ کوشراب پلائے گا مگر یہ کہ قیامت کے دن اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کوجہنم کا خون پیپ پلائے گا۔خواہ مغفور ہو یا عذاب ہو۔

اور جو کوئی میرے (یعنی حق تعالیٰ کے) خوف سےشراب چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کواپنے حظیرۃ القدس سے سیراب کرے گا اور شراب کی خرید وفروخت حلال نہیں ہے نہ ہی اس کی کسی قسم کی تجارت درست ہے اوراس سے کمایا ہوا مال بھی حرام ہے۔

(ابوداؤد الطیالسی ۱۳۴)

شرابی جہنم رسید ہوگا

(۲۹٤) عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

"يَلْقَى اللّٰهُ شَارِبَ الْخَمْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يَلْقَاهُ وَ هُوَ سُكْرَانٌ، فَيَقُوْلُ : وَيْلَكَ مَا شَرِبْتَ ؟ فَيَقُوْلُ: الْخَمْرَ ، قَالَ : أَوَلَمْ أُحَرِّمْهَا عَلَيْكَ ؟ فَيَقُوْلُ : بَلَى ! فَيُؤْمَرُ بِهٖ إِلَى النَّارِ." [ضعيف] (أخرجه عبدالرزاق فى مصنفه ج۹/ ۱۷۰۶۱)

(۲۹۴) ترجمہ: حضرت حسنؓ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شرابی حق جل مجدہ سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ وہ حالت نشہ میں ہوگا، ارشاد ہوگا:

تیرے لیے بدبختی ہو، تو نے کیا خبث چیز پی رکھی ہے؟ وہ کہے گا: ربّ العزت! شراب۔ ارشاد ہوگا: کیا میں نے شراب کوتم پر حرام نہیں کر رکھا تھا؟ وہ عرض کرے گا: جی ہاں حرام تھی، حکم ہوگا: اس کوجہنم میں ڈال دو۔ (مصنّف عبدالرزاق ۹/ ۱۷۰۶۱)

حظیرۃ القدس کے مکین کون لوگ ہوں گے

حق جل مجدہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کے ساتھ اکرم المخلوقات بنایا ہے اور بے شمار ممیّزات عطا فرمائے، جو عام مخلوقات سے خاص امتیازی شان رکھتی ہیں۔ جیسے معرفت ربانی میں ترقی کرنا، اوامر الٰہی کو بجالانا، منہیات سے دور و کنارہ کش رہنا، حقوق و حدود کی شناخت کے ساتھ ساتھ عبادت و اطاعت میں تمکین وتقرب کو محسوس کرنا۔ معاصی و ذنوب کے صدور سے ظلمت و کدورت کو محسوس کرنا، توبہ و استغفار کے ذریعہ ظلمت و کدورت کو دور کرنا، اعمالِ صالحہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کی ذات سے ربط وتعلق کا مستحکم ہونا، ذکر و مراقبہ کے وقت معیت باری تعالیٰ کا استحضار، قوت پکڑ کا ہر وقت ہر لمحہ مستحضر رہنا وغیرہ۔ یہ وہ تمام نعمتیں ہیں جو دوسری مخلوقات کو قطعاً نہیں دی گئیں اور یہ صرف اور صرف ربّ العزّت نے آدمؑ کے بیٹے کو دی۔ ان تمام نعمتوں سے صحیح صحیح حدود و قیود میں رہتے ہوئے حقوقِ الٰہی یا حقوق الناس کی ادائیگی کا مدار عقل انسانی کی سلامتی پر موقوف ہے۔ عقل کی موجودگی میں ہی شریعت اس کو اپنا مخاطب بناتی ہے۔ مجنون و پاگل کو ربّ العالمین نے مکلّف ہی نہیں کیا کیونکہ وہ مکلّف نہیں بلکہ وہ معذور ہے۔ عقل کے ذریعہ وجودِ باری، توحیدِ خالق، آفاق و انفس کے براہین، خود انسان کا اپنا وجود اور اس کے اندر تخلیقی تناسب، ہر عضو کی موزونیت و یگانگت، قوت ارادی کی تنفیذی صلاحیت، بیک وقت تمام اعضاء کا اپنے اپنے وظیفۂ عمل میں مشغول رہنا۔ ذرہ برابر ان میں نہ تصادم، نہ ہی تقاتل، نہ ہی تسابق، نہ ہی تفاخر، نہ ہی تناقض اور نہ ہی تباغض؛ بلکہ زبردست باہمی ربط وتعلق، اگر کان میں درد ہو تو پورا جسم متاثر ومتأسف۔ الغرض ان تمام کا دار و مدار قوت حاکمہ عقل پر ہے۔ معلوم ہوا جس طرح دنیاوی منافع کا حصول سلامتی عقل پر ہے، تو آخرت جو ابدی و سرمدی ہے جس کے لیے کتاب اللہ کا نزول ہوا، رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور قانون الٰہی ضابطہ حیات وممات کو بیان کر دیا گیا۔ ان تمام ہی امور کا دار و مدار عقل کی سلامتی پر رکھا گیا۔ اگر بندہ پیدائشی معذور ہے تو اس سے ہماری کوئی بحث نہیں، نہ ہی ہمارے رب تبارک وتعالیٰ

کو، بحث تو اس عقلمند ودانا سے ہے جوسب کو پہچانتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کونہیں پہچانتا، سب کے قانون کا احترام کرتا ہے اورحق تعالیٰ کے قانون کو پامال کرتا ہے۔ سب کی خاطر داری کرتا ہے اور رب تبارک وتعالیٰ کا لحاظ وخیال نہیں کرتا۔ گلی کوچوں کے حیوان وبہائم کا پاسبان بنتا ہے اور خالق ومالک سبحانہ وتعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے۔ کیا یہ نہیں جانتا کہ شراب وخمر، اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہے؟ تاکہ اس کی عقل صحیح وسلامت رہے۔ بیوی اور محلّہ کی بہو بیٹیوں میں فرق کرسکے اور اس کی نگاہ میں عفت وعصمت، حیا وغیرت کا فطری مادہ باقی رہے۔ اگر یہ قدرت کے باوجود، اسباب ووسائل کے ہوتے ہوئے، اپنے معبود ومسجود حقیقی کا لحاظ وخیال کرتے ہوئے، قانون ربانی کا احترام کرتے ہوئے ہاتھ نہیں لگاتا اور اپنے رب کو رب مان کر نہیں پیتا تو حق جل مجدہ اس کو حظیر القدس میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔ (حظیرۃ القدس جنت میں کوئی خاص مقام ہے۔)

برخلاف ان احمق و بے وقوف کے، جو مال و دولت کے نشہ میں امارت وثروت کے خمار میں، منصب وجاہ کے کبر میں، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت میں اوامرِ الٰہی کو توڑ کر منکرات ومنہیات کا ارتکاب کرکے آئے گا، حق تعالیٰ اس کو جہنم کی گندگیوں سے پلائے گا۔ اور جہنم رسید کردے گا۔

افسوس اور صد افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے اس دور میں ہمارا وہ طبقہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت اور سرمایہ عطا کیا ہے، جس کے آباء واجداد خالص دینی مزاج اور دینی ثقافت وتہذیب ودینی اقدار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، اب انھیں کے خاندان میں دینی اقدار کا مذاق اور نہ معلوم کیا کیا نام دیا جاتا ہے اور وہ تمام محرماتِ ملعونہ جن کی شریعت میں نشاندہی کی گئی ہے، انہی لوگوں کے دم خم سے پروان چڑھ رہی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو دینِ حنیف، صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے اور خاص کر شراب کی نحوست اور نجاست ولعنت سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین! واللہ اعلم!!

شراب کے حرام ہونے کی تاکید

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے، سب گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ (المائدہ آیت ۹۰)

اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارے میں نازل ہو چکی تھیں۔اول یہ آیت نازل ہوئی۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْم كَبِيْر وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (بقرہ رکوع ۲۷)۔گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جا رہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے سن کر کہا اللّٰهم بَيِّن لَنَا بَيَانًا شافيًا ،اس کے بعد دوسری آیت آئی، يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُم سُكٰرٰى (نساء رکوع ٦)،اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا ذکر تھا کہ غالبًا یہ چیز عنقریب کلیۃً حرام ہونے والی ہے۔مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعتاً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لیے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہ ہی لفظ کہے، اللّٰهم بَيِّن لَنَا بَيَانًا شافيًا، آخرکار "مائدہ" کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں، يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا، سے ،فَهَل اَنتُمْ مُنتَهُوْنَ، تک نازل کی گئیں۔جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فَهَل اَنتُمْ مُنتَهُوْن، سنتے ہی چلا اٹھے، اِنتَهَيْنَا اِنتَهَيْنَا، لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے برباد کر دیئے۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔ سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت و اطاعت نبوی کی شراب طہور سے

مخمور ہو گیا اورام الخبائث کے مقابلہ پر حضور ﷺ کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اللہ کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے روکا تھا آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کر کے اس کے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں **فللّٰہ الحمد و المنته**۔

حضرت عمرؓ کی دعا

ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے دعا کی اے اللہ شراب کے متعلق ہمارے لیے کوئی تسکین بخش بیان نازل فرما۔ اس پر سورہ بقرہ والی آیت **یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر .... ومنافع للناس الخ** نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے پھر دعا کی اے اللہ شراب کے متعلق ہمارے لیے کوئی تسلی بخش حکم فرمادے اس پر سورۃ انساء والی آیت **یا ایها الذین امنوا لاتقربو الصلاة وانتم سکاری**، نازل ہوئی حضرت عمرؓ کو بلوا کر یہ آیت سنائی گئی۔ آپؓ نے پھر دعا کی الٰہی شراب کے متعلق کھول کر ہمارے لیے کوئی بیان شافی فرما دئے، تو سورۃ المائدہ والی آیت!

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰہ و عن الصلاة قل انتم منتهون، تک شراب اور قمار کے متعلق نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی حضرت عمر نے کہا ہم باز آئے، ہم باز آئے (یعنی شراب اور قمار سے باز ائے)۔

شراب برائیوں کی جڑ ہے

عبد الرحمٰنؓ بن حارث کا بیان ہے میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو فرماتے سنا شراب سے بچو، یہ تمام بری باتوں کی جڑ ہے پچھلے زمانہ میں ایک عابد تھا ایک بدچلن عورت اس پر فریفتہ ہو گئی جس نے عابد کو بلانے کے لیے اپنی باندی کو بھیجا۔ باندی نے آکر عابد سے کہا ہم گواہی کے لیے آپ کو بلانے آئے ہیں۔ عابد باندی کے ساتھ چل دیا (باندی ایک محل سرائے کے دروازہ کے بعد دوسرے دروازے میں اور دوسرے کے بعد

تیسرے میں داخل ہوتی چلی گئی جس دروازے کے بعد جس دراز ے سے آگے بڑھتی اس کو بند کرتی چلی جاتی تھی آخرایک گورے رنگ کی عورت کے سامنے پہنچ گئی۔ عورت کے اس ایک بچہ تھا، اورشراب رکھی ہوئی تھی عابد سے کہنے لگی میں نے تم کو گواہی کے لیے نہیں بلوایا بلکہ تم کو تین کاموں سے ایک کام کرنا ہوگا، یا تم مجھ سے قربت کرو یا تم شراب پیو یا اس بچہ کو قتل کرو عابد نے کہا (جب کوئی صورت نجات کی نہیں) تو مجھے شراب پلا دے عورت نے ایک جام پلا دیا۔ عابد نے جام پی کر کہا اب ذرا توقف کرو جب کچھ دیر میں نشہ چڑھا تو اس نے عورت سے قربت بھی کی اور بچہ کو بھی قتل کر دیا۔لہٰذا تم لوگ شراب سے پرہیز رکھو۔ اللہ کی قسم! ایمان اورشراب خوری کی عادت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ایک کے آنے سے دوسرے کا نکل جانا ضروری ہے۔(رواہ النسائی)

شرابیوں کو سزا

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شرابیوں کو ہاتھوں، جوتوں اور لاٹھیوں سے پیٹا جاتا تھا حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شرابیوں کی سزا مقرر کرنی چاہی اور عہد رسالت کی سزا مقرر کو دیکھ کر چالیس کوڑے مانے لگے۔حضرت ابو بکرؓ صدیق کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے۔

شراب پینے کی آخرت میں سزا

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ جو بندہ دنیا میں اس کو پیئے گا اللہ کا قطعی فیصلہ ہے کہ (قیامت کے دن) اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔تم جانتے بھی ہو طینۃالخبال کیا چیز ہوگی؟ دوزخیوں کا پسینہ۔ (رواہ البغوی)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دنیا میں شراب پی پھر توبہ نہ کی (یونہی مرگیا) اللہ اس کو آخرت کی شراب سے محروم کر دیگا۔

شراب کی وجہ سے لعنت

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت شراب پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، بنوانے والے پر، اٹھانے والے پر، اور اس پر جس کے لیے اٹھا کر لے جائی جاتی ہو اور شراب کی قیمت کھانے والے پر۔ (ابن ماجہ)

توبہ توڑ کر بار بار شراب پینا

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے شراب پی، اللہ اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں فرماتا، اس کے بعد اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے پھر دوبارہ اگر وہ شراب خوری کرتا ہے تو چالیس دن تک نماز قبول نہیں فرماتا ہے، اس کے بعد اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، پھر تیسری بار اگر لوٹ کر پہلی حرکت کرتا ہے تو چالیس روز تک نماز قبول نہیں فرماتا لیکن اگر وہ پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ چوتھی مرتبہ میں چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا اور اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا ہے اور نهر خبال (کا پانی) اس کو پلائے گا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ماں باپ کا نافرمان، جواری اور دائمی شراب پینے والا جنت میں نہیں جائیگا۔ (رواہ الدارمی)

ایک گھونٹ شراب پینا

حضرت ابو امامہؓ کی روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے جہان کے لیے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے، میرے رب نے مجھے ساز، باجے، بت، صلیب، اور امورِ جاہلیت کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے رب نے قسم کھا کر فرمایا ہے، قسم ہے اپنی عزت کی کہ جو بندہ ایک گھونٹ شراب پیئے گا، میں اتنا ہی اس کو خون ملا ہوا پیپ پلاؤں

گا،اور جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑ دیگا۔میں اس کوقدس کے حوضوں سے (شربت) پلاؤں گا۔(رواہ احمد)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے دائمی شراب پینے والا، ماں باپ کا نافرمان، اور دیوس (بھڑوا)۔

جولوگ شراب کے حرام ہونے سے پہلے فوت ہوئے

حضرت ابو موسی اشعریؓ کی روایت میں آیا ہے، دائمی شراب خور اور رشتہ داری کاٹنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔(رواہ احمد)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیا کرتے تھے۔(الحدیث)

اس حدیث کے آخر میں ہے پھر اس سے بھی زیادہ سخت آیت نازل ہوئی فرمایا! یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر......فھل انتم منتھون. تک یہ حکم سن کر صحابہؓ نے کہا: اے ہمارے رب ہم باز آئے۔بعض لوگ کہنے لگے کہ کچھ لوگ شراب پیتے اور جوے کی کمائی کھایا کرتے تھے، پھر وہ اللہ کے راستے میں مارے گئے یا اپنے بستر پر مر گئے (ان کا کیا ہوگا) اللہ نے تو شراب اور جوئے کو گندگی اور عمل شیطان قرار دیا ہے اس پر آیت لیس علی الذین امنوا الخ نازل ہوئی۔

شراب کے جسمانی نقصانات

شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے، اور صحت بدنی میں فرق آجاتا ہے، اور اس کی تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس لیے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کی وہ ہضم ہو سکے شراب چونکہ معدہ میں جا کر تحلیل نہیں ہوتی اس لیے دن بدن معدہ کو کمزور کرتی جاتی ہے اور قے کا مرض لگ جاتا ہے اور قلت غذا کی وجہ سے بدن میں اتنا خون پیدا نہیں ہوسکتا کہ جو تقویت کا باعث بن سکے اور جس قدر خون پیدا ہوتا ہے اس میں

شراب کی سمیت (زہر) موجود ہوتی ہے جو بدن کو روز بروز گھلاتی رہتی ہے اور دن بدن نظام عصبی میں فرق آتا جاتا ہے، عضلات اور عروق بھی بگڑ جاتے ہیں۔ پھیپھڑا گلنے لگتا ہے اور کھانسی اور سل شروع ہو جاتی ہے، اکثر اطباء کا بیان ہے کی اگر چہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے، لیکن ۹۵ فیصدی مریض سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔ (معارف القرآن کاندھلوی، گلدستہ، ج ۲، ص ۳۳۱)

باب : فِي التَّحْذِيرِ مِنَ السِّمَاعِ وَ الطَّرْبِ

باب: گانا گانے بجانے اور باجے تاشے سے اجتناب

(۲۹۵) لِلدَّيْلَمِي عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُنَزِّهُوْنَ أَسْمَاعَهُمْ وَ أَبْصَارَهُمْ عَنْ مَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ؟ مَيِّزُوْهُمْ فَيُمَيَّزُونَ فِي كُثُبِ الْمِسْكِ وَ الْعَنْبَرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلَائِكَةِ: أَسْمِعُوْهُمْ تَسْبِيْحِي وَ تَمْجِيْدِيْ فَيُسْمَعُوْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ بِمِثْلِهَا قَطُّ."

[ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ١٥/ ٤٠٦٦٥)

جنت میں تسبیح و تمجید کے نغمے سنائے جائیں گے

(۲۹۵) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے: جب قیامت کا دن ہوگا، تو حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے:

وہ لوگ کہاں ہیں؟ جو اپنی نگاہوں کو (رقص و سرور کی محفلوں سے) اور اپنے کانوں کو شیطانی باجوں، گاجوں سے بچاتے تھے؟ فرشتو! آج ان کو الگ تھلگ رکھو، تو فرشتے ان لوگوں کو مشک و عنبر کے ٹیلے پر اکٹھا کریں گے، پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: ان لوگوں کو میری تسبیح و تمجید کے نغمے سناؤ، پھر فرشتے ایسی پُر کیف اور پُر لطف و سرور آواز میں نغمے سنائیں گے کہ پوری مخلوق نے کبھی نہ سنا ہوگا۔ (کنز العمال ۱۵/ ۴۰۶۶۵)

جنّتی نغمے

دنیاوی نغمے اکثر وبیشتر بے ہودہ اورفحش کلامی کا مظہر ہوتے ہیں، پھران کو بغیر مزامیر کے سنا ہی نہیں جا سکتا، اورسن لیا بھی جائے تو پُر کیف اس وقت تک نہیں ہو پا تا جب تک شیطانی ایجاد وآلات کا سہارا نہ لیا جائے، اورجبھی جا کر شیطان اس میں لوگوں کی دلچسپی ڈالتا ہے، پھر شعراء اکثر ایسی خیالی ومن گھڑت باتوں کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں جن کا حقیقت سے دور دراز کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ خرافات محض ہے، ہاں! اللہ پاک کی حمد وثناء، نعت وصفتِ رسول ﷺ، معرفت وحقیقت کا کلام اس سے خارج ہے، جنت چونکہ عالم حقیقت ہے، بکواس وخرافات اور بیہودہ ولغو کلام سے پاک ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا﴾ جہاں انسان نہ لغو وبکواس، نہ ہی گناہ ومعصیت کی باتیں سنے گا، وہاں کی ہر چیز مبنی بر حقیقت ہوں گی؛ اس لیے جنّتی جنت میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتمجید کا مکلّف نہیں، جبکہ دنیا میں اس کا خوگر تھا، اس لیے اب اس کے کان کو تسبیح وتمجید کے نغمے سنا کر تسکین خاطر کا سامان پیدا کیا جائے گا اس لیے کہ ہر شخص کو سکون اس کی مرغوب ومطلوب اشیاء کے حصول سے ہوتی ہے، اللہ والوں کے لیے مرغوب ومطلوب چیز ہمہ وقت دنیا میں تسبیح وتمجید تھی، لہٰذا آخرت میں جو دارِ تکلیف نہیں، اللہ پاک غیب سے اس کا سامان بہم پہنچائیں گے۔

دوسری حدیث میں آیا کہ جنت کے پتے آپس میں ٹکرائیں گے جس سے نشاط انگیز آواز آئے گی، اوراس کی تفصیل یہ آئی ہے، کہ عرش اعظم سے ایک ہوا چلے گی، جس میں عطر بیز خوشبو پیدا ہوگی جو پورے جنت میں ایک ہلکی سی عطر کی پھوار کے مانند برسے گی، جس کی ہوا سے جنت کے پتّے آپس میں ٹکرائیں گے اوراس سے دل فریب آواز باجے کی آئے گی، حورانِ جنت اس آواز سے بے تاب ہوکر جنت کے محل سے نکل کر دروازہ پر کھڑی ہوکر اپنے جنّتی شوہر سے ملنے کی فریاد کریں گی، کہ باری تعالیٰ ہمارے شوہر ہمیں

جلد عطا کر دیں، میں بے تاب ہوں، جنت میں ہوں، مگر میری جنت میں میرے سر تاج کے نہ ملنے سے میری خوشی و مسرت ادھوری ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ستر سال تک مسلسل فریاد کریں گی، تفصیل کیلیے جنت کے حسین مناظر کا مطالعہ کریں۔ (شین)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِنُوْرِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ ۔ آمین!

باب : فِي النَّهْيِ عَنِ اللَّعْنِ

باب: لعنت کی ممانعت

(إِذَا وُجِّهَتِ اللَّعْنَةُ ......)

(۲۹٦) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

"إِذَا وُجِّهتِ اللَّعْنَةُ تَوَجَّهَتُ إِلَى مَنْ تَوَجَّهَتْ إِلَيْهِ، فَإِنْ وَجَدَتْ فِيْهِ مَسْلَكًا، وَ وَجَدَتْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا حَلَّتْ بِهِ، وَ إِلَّا جَاءَ تْ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ : يَا رَبِّ إِنَّ فُلَانًا وَجَّهَنِي إِلَى فُلَانٍ، وَ إِنِّي لَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، وَ لَمْ أَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكًا فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ : اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ". [ضعيف] (أخرجه أحمد ج٦ / ٤٠٣٦)

لعنت بھیجنا اچھا عمل نہیں

(۲۹٦) ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ لعنت اس کی طرف جاتی ہے، اگر لعنت کے اعمال واسباب اس شخص میں پائے جاتے ہیں تو یہ لعنت اس پر لگ جاتی ہے (یعنی آدمی ملعون ہوجاتا ہے) اور اگر جس پر لعنت کی گئی تھی، آدمی لعنت کا مستحق نہیں ہے تو لعنت رب العزت کی طرف لوٹ جاتی ہے اور عرض کرتی ہے: فلاں آدمی نے مجھ کو فلاں شخص کی طرف بھیجا تھا، مگر وہ لعنت کا مستحق نہیں، نہ ہی اعمال لعنت اس میں موجود ہیں، اب کیا حکم ہے؟ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: جس نے بھیجا تھا اسی پر جا کر چپک جا (اب یہ لعنت کرنے والا اپنی لعنت سے خود ہی ملعون ہوجاتا ہے اور اسی پر اللہ کی پھٹکار

پڑتی رہتی ہے)۔العیاذ باللہ۔ (مسند احمد ۶/۴۰۳۶)

لعنت بھیجنا کبھی خود کو ملعون بنا دیتا ہے

(۲۹۷) عَنِ الْعِيْزَارِ بْنِ جَرْوَلِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ يُكَنَّى أَبَا عُمَيْرٍ رضي الله عنه: أَنَّهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه وَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه زَارَهُ فِي أَهْلِهِ فَلَمْ يَجِدْهُ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَ عَلَى أَهْلِهِ وَ سَلَّمَ فَاسْتَسْقَى ، قَالَ: فَبَعَثَتِ الْجَارِيَةَ تَجِيْئُهُ بِشَرَابٍ مِنَ الْجِيْرَانِ، فَأَبْطَأَتْ فَلَعَنَتْهَا ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ ، فَجَاءَ أَبُوْعُمَيْرٍ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَيْسَ مِثْلُكَ يُغَارُ عَلَيْهِ، هَلَّا سَلَّمْتَ عَلَى أَهْلِ أَخِيْكَ، وَ جَلَسْتَ ، وَ أَصَبْتَ مِنَ الشَّرَابِ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ، فَأَرْسَلَتِ الْخَادِمَ فَأَبْطَأَتْ ، إِمَّا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ ، وَ إِمَّا رَغِبُوْا فِيْمَا عِنْدَهُمْ، فَأَبْطَأَتِ الْخَادِمُ فَلَعَنَتْهَا وَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

"إِنَّ اللَّعْنَةَ إِلَى مَنْ وُجِّهَتْ إِلَيْهِ، فَإِنْ أَصَابَتْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا أَوْ وَجَدَتْ فِيْهِ مَسْلَكاً ، وَ إِلَّا قَالَتْ: يَا رَبِّ وُجِّهْتُ إِلَى فُلَانٍ فَلَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، وَ لَمْ أَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكاً ، فَيُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ"

فَخَشِيْتُ أَنْ تَكُوْنَ الْخَادِمُ مَعْذُوْرَةً فَتَرْجِعُ اللَّعْنَةُ فَأَكُوْنُ سَبَبَهَا."

[ضعيف] (أخرجه أحمد ج٥ / ٣٨٧٦)

(۲۹۷) ترجمہ: عیزار بن جرول حضرمیؒ، ابوعمیرؓ سے روایت کرتے ہیں جو دوست تھے عبداللہ بن مسعودؓ کے۔ایک روز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوعمیرؓ کی زیارت وملاقات کے لیے ان کے گھر گئے تو ابوعمیرؓ ملے نہیں،تو ان کے گھر والوں سے اجازت لی اور گھر والوں کو سلام کیا اور کہا کہ پانی پلاؤ۔عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: ابوعمیرؓ کے گھر والوں نے پڑوس سے پانی لانے کو اپنی خادمہ کو بھیجا۔خادمہ نے آنے میں تاخیر کردی، تو ابوعمیرؓ کی اہلیہ نے خادمہ پر لعنت بھیجی ۔ یہ سن کر عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے ابوعمیرؓ کے نکل گئے،تو اتنے میں ابوعمیرؓ آ گئے ،تو ابوعمیرؓ نے کہا: اے عبدالرحمٰنؓ، ابن مسعودؓ کی کنیت ہے، آپ جیسے بھلے نیک صالح آدمی کو تھوڑا کوئی دوسرے کے گھر پر ٹھہرنے سے غیرت دلائے گا۔آپ میرے گھر والوں کو سلام کر کے کیوں نہیں بیٹھ گئے اور پانی وغیرہ پیتے؟ (یعنی بلاتکلف بیٹھتے اور پانی وغیرہ پیتے اتنے میں آجاتا) ابن مسعودؓ نے فرمایا: میں نے یہی

کیا تھا، تو آپ کے گھر والوں نے خادمہ کو پانی لانے کو بھیجا جس کے آنے میں تاخیر ہوئی۔ غالباً ان کے پاس پانی نہیں ہوگا یا کوئی اور بات ہوگی جس کی وجہ سے خادمہ کو تاخیر ہوئی، تو آپ کی اہلیہ نے خادمہ پر لعنت بھیجی۔ تو سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہوئے کہ: لعنت جس پر کی جائے وہاں جاتی ہے، اگر وہ لعنت کا مستحق ہے تو ٹھیک، ورنہ واپس آ کر عرض کرتی ہے: رب العزت مجھ کو فلاں شخص کی طرف بھیجا گیا تھا، وہاں میرے لیے نہ کوئی راستہ ہے نہ ہی جائے قیام وٹھکانہ۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: تو جہاں سے چلی تھی وہیں واپس چلی جا۔

ابن مسعودؓ نے کہا: ابوعمیرؓ! میں ڈر گیا کہ خادمہ تو معذور و بے گنا ہے اور لعنت واپس آئے گی اور میں اس کا سبب بنوں۔ (مسند احمد ۳۸۷/۵٫۶)

لعنت کرنے میں احتیاط رکھو

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے، سو آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے، سو زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں اپنا راستہ دیکھتی ہے، جب کوئی جگہ نہیں پاتی تو اس پر لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت بھیجی ہے۔ سو اگر وہ اس کا اہل تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے اور اگر اس کا اہل نہیں تھا، تو اس پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کے لفظ زبان سے نکالے تھے۔ (گلدستہ ۲۸۶/۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے ہٹا دی، اس نے ہوا پر لعنت کر دی، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس پر لعنت نہ کر، کیونکہ وہ تو اللہ کے حکم کے مطابق چلتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص کسی چیز پر لعنت کرے اور وہ چیز اس کی اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر ہی لعنت لوٹ جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد۔ کتاب الادب)

جو اللہ و رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو اس پر لعنت نہ بھیجو

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص بار بار نشہ کی حالت میں لایا گیا، اور اس پر بار بار حد لگائی گئی، تو ایک شخص نے کہا کہ: اس پر اللہ کی لعنت ہو بار بار شراب پیتا ہے، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ بھیجو، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، گلدستہ)

لعنت کس صورت میں جائز ہے؟

جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو، اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور چونکہ ہمیں کسی شخص کے خاتمہ کا یقینی علم ہونے کا اب کوئی ذریعہ نہیں، اس لیے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جن کافروں پر نام لے کر لعنت کی ہے، آپ ﷺ کو ان کی موت علی الکفر کا منجانب اللہ علم ہو گیا تھا۔ البتہ عام کافروں ، ظالموں پر بغیر تعیین کے لعنت کرنا درست ہے۔ (معارف القرآن، گلدستہ ۱/۲۹۶)

مومن کے لیے لعن وطعن مناسب نہیں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے لیے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن وطعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی وبیہقی)

صدیق کے شایان شان نہیں کہ لعنت کرے

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدیق ہو کر یہ بات اس کی شایان شان نہیں کہ ہر وقت لعنت برسایا کرے۔ (مسلم)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ابوبکرؓ کے پاس سے گزرے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے، آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں

برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔اس واقعہ کے بعد ابوبکرؓ نے اس غلام کو آزاد کردیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔(بیہقی)

لعنت کا کفارہ ادا کردیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی سنگینیت و قباحت سے آگاہ فرمادیا تو فوراً انھوں نے اس کا کفارہ اس غلام کو آزاد کرکے کردیا اور اپنی تسلیم ورضا کی شان صدیقیت کا عملی ثبوت بارگاہ نبوت میں پیش کردیا، اور اپنی انابت ورجوع الی اللہ کی بات بھی عرض کردی کہ یا نبی اللہ ﷺ، اب آئندہ میں اس جرم کا اعادہ نہیں کروں گا اور اب یہ قصور پوری زندگی بھول کر بھی نہ ہوگا، اور اپنا ماضی کا معاملہ غلام کی آزادی سے اور مستقبل میں اس قصور کا اعادہ نہ کرنے کے عہد سے بارگاہ ربّ العزت میں اور دربار نبوت ﷺ میں پاک وصاف کرلیا اور جس طرح علم نبوت میں ان کی زبان کی کمی وکوتاہی آگئی۔انھوں نے اس کا کفارہ ادا کردیا تو پھر علم نبوت میں اس کی تلافی بھی کردی گئی۔ واللہ اعلم۔

لعنت کرنے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا

حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔(مسلم)

شہادت وشفاعت کا حق کن لوگوں کو ملے گا؟

لغت میں لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں، جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہوسکتا ہے؟ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانون شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو، پھر دنیا میں جو شخص حق تعالیٰ کی رحمت سے دور کرکے اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ

آخرت میں کس کا گواہ بن سکتا ہے؟

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے، اور اس کے بعد شہداء و صالحین کی شفاعت کا، صاحبِ نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جس اُمت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لیے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں، ان کے لیے تو کتنا کچھ ناموزوں ہوگا۔ صدیق اکبرؓ نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لیے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افتراق مٹانے کا بھی ایک بڑا اسبق دیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری مضرتوں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی مضرتوں کو، اس لیے شریعت اپنی نظر حقیقت بیں کے مطابق ان اسباب واثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر بیں ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے، پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو نزاہت لسان کا فلسفہ صرف دعوت اتحاد اور باہمی اسباب منافرت کا ترک کرنا ہے اور حدیث کی نظر میں یہ سب ضمنی اور سطحی نفع نقصان ہیں۔ ان کو سمجھنے سمجھانے کے لیے انسان کی عقل خود ہی کافی ہے جو اصل اور دائمی نقصان ہے اور ہماری ادراک عقل سے بالا تر ہے۔ وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محرومی ہے، حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم بھی اس کا انکار مت کرو، بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پا جانے کے بعد تمہارا بنایا ہوا فلسفہ۔ بلا تعب و مشقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔
(ترجمان السنہ ۲/۲۵۱)

جو مسلمان بھائی پر بے باک فسق وکفر کی تہمت لگاتا ہے وہ لوٹ کر اسی پر آپڑتی ہے

ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: کوئی شخص کسی پر فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ لوٹ کر اسی کے اوپر آپڑتی ہے، اگر وہ شخص جس کے سر یہ تہمت رکھی گئی ہے، اس کا اہل نہیں ہوتا۔ (بخاری)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو او کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک پر یہ کلمہ چسپاں ہو کر رہتا ہے۔ (بخاری)

آدمی کو اپنے تمام اقوال وافعال اور ایک ایک حرف کا حساب دینا ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ منہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا، ظاہر بیں سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک سیال صورت تھی جو منہ سے نکلی اور فضاء عالم میں معدوم ہوگئی، لیکن حدیث یہ کہتی ہے کہ ایک ایک کلمہ جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے وہ سب بدستور محفوظ رہتا ہے صرف کراماً کاتبین کے رجسٹروں میں نہیں؛ بلکہ فضاء عالم میں بھی۔

ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ کلمہ سب سے پہلے آسمان کی طرف جاتا ہے جب اسے رحمت کی سمت جگہ نہیں ملتی تو زمین کی طرف آتا ہے، پھر دائیں بائیں گھومتا ہے جب یہاں بھی جگہ نہیں ملتی تو اب خاص اس شخص کی طرف بڑھتا ہے جس پر یہ لعنت کی گئی تھی، اگر وہ بھی اس کا اہل نہیں ہوتا تو آخر لوٹ کر خود لعنت کرنے والے کی طرف آجاتا ہے۔

آدمی خیال کرتا ہے کہ اس کے اقوال وافعال حیوانات کی طرح کسی حساب میں نہیں، حدیث سمجھاتی ہے کہ وہ سب سے اشرف نوع ہے اس کو اپنے ایک ایک حرف کا حساب دینا ہوگا، فقہاء نے اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور اسی لیے وہ کسی عاقل بالغ شخص کے کسی کلام کو تا امکان بیکار جانے نہیں دیتے، کوئی نہ کوئی توجیہ نکال کر اس پر کوئی نہ کوئی حکم لگا ہی دیتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنا کچھ ہنسی مذاق نہیں، بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ یہ کلمہ معمولی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں، ''یا کافر'' صرف ایک ندائیہ کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے، لیکن بے محل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

(ترجمان السنہ ۲/۴۰۹)

باب : فی التحذیر من الغیبة

باب: غیبت سے اجتناب واحتراز

(۲۹۸) لِلْأَصْبَهَانِیِّ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

"إِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْتَى كِتَابَهُ مَنْشُوْراً فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ فَأَيْنَ حَسَنَاتِ كَذَا وَ كَذَا عَمِلْتُهَا لَيْسَتْ فِي صَحِيْفَتِي ؟ فَيَقُوْلُ : مُحِيَتْ بِاغْتِيَابِكَ النَّاسَ."

[ضعیف] (کما فی الترغیب للمنذری ج ۳ ص ۷۷٤)

غیبت سے خود کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں

(۲۹۸) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص کو اس کا نامۂ اعمال کھلا ہوا دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: رب العزت میری نیکیاں کہاں ہیں؟ فلاں، فلاں اعمال تو میرے صحیفۂ اعمال میں موجود نہیں ہیں؟

حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: وہ تو تیرے نامۂ اعمال سے لوگوں کی غیبت کی وجہ سے ختم ہوگئیں مٹ گئیں۔ (الترغیب ۳/۷۷)

قیامت کے دن نامۂ اعمال کھلا ہوا ملے گا

(۲۹۹) وَ لِلْخَرَائِطِي عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيُعْطَى كِتَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْشُوْراً فَيَرَى فِيْهِ حَسَنَاتٍ لَمْ يَعْمَلْهَا فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ لَمْ أَعْمِلْ هَذِهِ الْحَسَنَاتِ فَيُقَالُ: إِنَّهَا كُتِبَتْ بِاغْتِيَابِ النَّاسِ إِيَّاكَ ،وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيُعْطَى كِتَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْشُوْراً فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَ لَمْ أَعْمِلْ حَسَنَةً يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا ؟ فَيُقَالُ لَهُ: مُحِيَتْ عَنْكَ بِاغْتِيَابِكَ النَّاسَ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج ۳/ ۸۰٤۷،
معزواً للخرائطی فی مساوی ء الأخلاق، وفی الإتحافات ٤٤٧)

(۲۹۹) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص کو قیامت کے دن

کھلا ہوا نامہ اعمال ملے گا تو اس میں بہت ساری نیکیاں دیکھے گا جو اس نے کی نہیں ہوں گی، عرض کرے گا: یا رب! یہ ایسی نیکیاں ہیں جو میں نے کبھی نہیں کیں، ارشاد ہوگا: ہاں! صحیح ہے، لوگ تیری غیبت کیا کرتے تھے، اس پر تجھ کو میں نے یہ نیکیاں دی ہیں، اور ایک دوسرے شخص کو اس کا نامۂ اعمال قیامت کے دن کھلا ہوا دیا جائے گا، تو وہ عرض کرے گا: یا رب! کیا میں نے فلاں فلاں نیکیاں نہیں کیں؟ تو اس کو جواب دیا جائے گا، ہاں! بے شک تو نے یہ نیکیاں کی تھیں، مگر تیرے نامۂ اعمال سے اس لیے مٹا دی گئیں کہ تو نے فلاں فلاں شخص کی غیبتیں کی تھیں۔ (کنزالعمال ۳/ ۸۰۳۷)

لوگوں کی غیبت سے عنداللہ مقام بلند ہوتا ہے

(۳۰۰) وَ لِأَبِی نُعَیمٍ فِی الْمَعْرِفَةِ عَنْ شَبِیْبِ بْنِ سَعْدٍ الْبَلْوِی:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْقِى كِتَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْشُوْراً، فَيَنْظُرُ فِيْهِ فيرى حَسَنَاتٍ لَمْ يَعْمَلْهَا، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَنّٰى هَذَا لِي وَ لَمْ أَعْمَلْهَا ؟ فَيُقَالُ: هَذَا مَا اغْتَابَكَ النَّاسُ وَ أَنْتَ لَا تَشْعُرُ."

[ضعيف] (كما فى كنز العمال ج ٣/ ٨٠٤٦، وفى الإتحافات ٤٤٤)

(۳۰۰) ترجمہ: شبیب بن سعد بلویؓ سے روایت ہے، ایک بندہ قیامت کے دن جب اپنے نامۂ اعمال کو کھلا ہوا پائے گا ساتھ ہی اس میں کچھ حسنات و نیکیاں ایسی ہوں گی جن کو اس نے کبھی کیا بھی نہیں ہوگا، تو وہ حق جل مجدہ سے عرض کرے گا: یا اللہ! یہ نیکیاں کہاں سے آ گئیں جن کو میں نے کیا نہیں تھا؟ ارشاد ہوگا: یہ وہ نیکیاں ہیں جو لوگ تیری غیبتیں کرتے تھے اور تجھ کو اس کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ (کنزالعمال ۳/ ۸۰۴۶)

میزان میں ایک پرزہ نجات کا باعث ہوگا

(۳۰۱) وَ لِلْحَكِيْمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

"يُجَاءُ بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتُوْضَعُ حَسَنَاتُهُ فِى كِفَّةٍ، وَ سَيِّئَاتُهُ فِى كِفَّةٍ، فَتُرْجَحُ السَّيِّئَاتُ، فَتَجِيءُ بِطَاقَةٌ، فَتَقَعُ فِى كِفَّةِ الْحَسَنَاتِ، فَتَرْجَحُ بِهَا،

فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ، فَمَا مِنْ عَمَلٍ عَمِلْتُهُ فِي لَيْلِي أَوْ نَهَارِي إِلَّا وَ قَدِ اسْتَقْبَلْتُ بِهِ! قَالَ: هَذَا مَا قِيْلَ فِيْکَ وَ أَنْتَ مِنْهُ بَرِيْءٌ فَيَنْجُوْ بِذَلِکَ."

[ضعيف] (كما في الكنز ج ١٤/ ٣٩٠٢٤، والإتحافات ٨٠٦)

(۳۰۱) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کے حسنات ایک پلڑے میں اور سیئات ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے تو اس کے سیئات کا پلڑا بھاری ہوجائے گا، پھر ایک چھوٹا سا پرزہ حسنات کے پلڑا میں لاکر رکھا جائے گا، جس سے حسنات کا پلڑا بھاری ہوجائے گا، (جس کو دیکھ کر) وہ بندہ عرض کرے گا: الٰہ العالمین! یہ کیسا پرزہ ہے؟ جبکہ رات ودن کے جتنے اعمال میں نے کیے ہیں سبھی کو میں نے یہاں پایا ہے۔ ارشاد ہوگا: اس پرزہ میں جو کچھ ہے وہ تمہارے بارے میں کہا گیا ہے: لیکن تو اس سے بری ہے (اس کے بارے میں جو غیبت کی گئی ہے وہ باتیں ہوں گی) پس وہ بندہ اس پرزہ کے سبب نجات پا جائے گا۔ (کنز العمال ۱۴/ ۳۹۰۲۴)

غیبت کیا ہے؟ اور غیبت کی تعریف

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا (ہوتی) ہے؟ انھوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بخوبی واقف ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کا غائبانہ اس طرح ذکر کرو جو اس کو ناگوار ہو (تو غیبت ہے) عرض کیا گیا: اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تو کیا یہ بھی غیبت ہوگی؟ فرمایا: اگر اس کے اندر وہ بری باتیں ہیں جو تم کہہ رہے ہو تو یہ غیبت ہوئی اور اگر جو باتیں تم کہہ رہے ہو اس میں نہیں ہیں تو تم نے اس پر تہمت لگائی (متفق علیہ)۔ یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سنتا تو اس کو تکلیف وایذا ہوتی اگر چہ وہ سچی بات ہی ہو، کیونکہ جو غلط الزام لگائے وہ تہمت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا اور کہا: جب تک اس کو کھلایا نہ جائے وہ کھاتا نہیں، اور جب تک اس کو سوار نہ کیا جائے وہ سوار نہیں ہوتا۔ حضور

ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کی غیبت کی۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ہم نے وہی بات کہی جو اس میں ہے، فرمایا: غیبت ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ تم ان باتوں کا ذکر کرو جو اس کے اندر ہیں۔ (رواہ البغوی، تفسیر مظہری)

غیبت کی گندگی و شناعت

مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندا اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے، کیا اس کو کوئی انسان پسند کرے گا۔ بس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ (فوائد عثمانی)

غیبت کی سزا عالم آخرت میں

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبِ معراج مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے ہیں، میں نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبرو ریزی کرتے تھے۔ (مظہری)

غیبت زنا سے بھی سخت گناہ ہے

حضرت ابوسعیدؓ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: کہ یہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے، اگر غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا، جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ (ترمذی و ابوداؤد، مظہری، گلدستہ ۶/ ۱۰۲۷)

غیبت کا کفارہ

حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ

الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهُ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لَهُ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی سے غیبت سرزد ہوجائے (اور صاحب غیبت سے معافی مانگنے کی کوئی صورت نہ رہے) تو پھر اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس کی اس نے غیبت کی ہے دل میں اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگا کرے اور یوں کہے الٰہی تو ہم کو اور اس شخص کو بخش دے۔

مثل مشہور ہے کہ ''ڈوبتا تنکے کا سہارا تکتا ہے''۔ اس لیے جس گناہ کی معافی کی کوئی صورت نہ رہے اس کی بخشش کا کچھ سہارا اگر کسی کو ملتا ہے تو آپ اس سے فائدہ اٹھا لیجئے اور شریعت کی اس خیرات کو معمولی نہ سمجھئے۔ کچھ عجب نہیں کہ آپ کے دعائے مغفرت کرنے سے قیامت میں صاحب حق کو آپکے اوپر ترس آجائے، اور وہ اپنے حق کا آپ سے مطالبہ کرنے سے شرما جائے۔ (جواہر الحکم، ص۹۴)

یعنی غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہ کو معاف فرما۔

(رواہ بیہقی، مظہری، گلدستہ/ ۱۰۲۷)

الغرض ضروری ہے کہ ہر مسلمان غیبت سے حتی المقدور بچے، نہ خود کرے نہ ہی غیبت سنے جس کی غیبت کی جارہی ہے، اس کی طرف سے بشرطیکہ قدرت ہو اس کا دفاع کرے، دفاع نہیں کرسکتا تو سننے سے پرہیز کرے، یہ بھی ممکن نہ ہو تو غیبت کا کفارہ ادا کرے، اور اپنے آپ کو تقویٰ کی صفات سے مزین کرے، کیونکہ قرآن حکیم کی نص قطعی سے غیبت کی حرمت ثابت ہے۔

قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی گئی ہے اس کو دے دی جائیں گی

آج ہم لوگ مزے لے لے کر دوسروں کی اعراض وہتک عزت اور غیبت وعیب جوئی سے مجلسوں کو مزین کرتے ہیں جو سراسر قرآن حکیم کی ہدایت ونصیحت سے حرام ہے۔

اس کا ایک نقصان کل قیامت کے دن یہ ہوگا کہ لوگوں کی نیکیاں نامۂ اعمال سے غیبت کی پاداش میں دوسروں کو چلی جائیں گی۔ اور خود کا دامن عمل خالی رہ جائے گا۔

اس لیے ایک شخص حق جل مجدہ سے تعجب کے ساتھ معلوم کرے گا کہ میری فلاں فلاں نیکیاں کہاں ہیں جو میں نے کی تھیں؟

ایک دوسرا شخص سوال کرے گا رب العزت یہ وہ نیکیاں ہیں جو میں نے نہیں کی تھیں اور میرے حسنات میں موجود ہیں۔

پہلے شخص کو جواب ملے گا: ہاں! تم نے فلاں فلاں نیکیاں کی تھیں مگر لوگوں کی غیبت بھی کی تھی جس کے عوض ان لوگوں کو تمہاری نیکیاں دے دی گئیں۔ دوسرے کو جواب ملے گا: ہاں! لوگوں نے تمہاری غیبت کی تھی جس کے بدلے میں تمہیں نیکیاں ملی ہیں۔

اس طرح کچھ لوگ نیکیاں کرنے کے باوجود نیکیوں سے محروم ہوں گے اور کچھ لوگ بغیر کیے ہوئے نیکیاں سمیٹ لیں گے۔

افسوس جب ہوگا کہ آج صوم وصلوٰۃ کا پابند، اور اد و وظائف پر کاربند اپنی بداحتیاطی سے، کیے کرائے نیکیوں کو کھودے گا اور حسرت بھری نگاہ سے اپنی نیکیاں دوسروں کو لے جاتے دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مجلسوں کو لوگوں کے اعراض اور غیبتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

باب: فِي النَّهْيِ عَنِ الظُّلْمِ

ظلم کی ممانعت

(إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي ...)

(۳۰۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا رَوَى عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ:

"يَا عِبَادِيْ! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَ جَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً فَلَا تَظَالَمُوْا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي

كُـلُّـكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعَمُوْنِى أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِى كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَـنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِى أَكْسِكُمْ، يَا عِبَادِى إِنَّكُمْ تَخْطَئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ أَنَـا أَغْـفِـرُ الـذُّنُـوْبَ جَمِيْعاً فَاسْتَغْفِرُوْنِى أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِى إِنَّـكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَـرِّىْ فَتَـضُـرُّوْنِـى، وَ لَـنْ تَبْـلُـغُـوْا نَـفْعِىَ فَتَنْفَعُوْنِى، يَا عِبَادِى لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِـرَكُـمْ وَ إِنْسَـكُـمْ وَ جِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِـى مُـلْـكِى شَيْئًا، يَا عِبَادِى لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ إِنْسَكُمْ وَ جِنَّكُمْ كَانُوْا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِى شَيْئًا.

يَـا عِبَـادِى لَـوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ إِنْسَكُمْ وَ جِنَّكُمْ قَامُوْا فِى صَعِيْدٍ وَاحِـدٍ فَسَـأَلُـوْنِـى فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِى إِلَّا كَـمَـا يَـنْقُصُ الْمَخِيْطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ. يَا عِبَادِى إِنَّما هِىَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصِيْهَا لَـكُـمْ ثُـمَّ أُوَفِّيْـكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ. وَ مَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَـلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ." [صحيح] (أخرجه مسلم ج ۴ ص ۱۹۹۴)

ظلم حرام کیوں؟

(۳۰۲) ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے رب سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر بھی ظلم کو حرام کیا ہے، اور تمہارے درمیان آپس میں بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے، سو خبردار آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گمراہ ہے مگر میں جس کو ہدایت دوں، سو مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت کا نور بخشوں گا، اے میرے بندو! تم سب کے سب بھوکے ہو مگر میں جس کو کھلاؤں، سو مجھ سے رزق مانگو میں تم کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب کے سب ننگے ہو، مگر میں جس کو پہناؤں سو مجھ سے لباس ستر و تقویٰ مانگو میں تم کو

لباس ستر وتقویٰ پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب خطا کار، گنہگار رہو، رات و دن گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کی مغفرت کرنے والا ہوں سو مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہاری خطاؤں کی مغفرت کروں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب مل کر بھی مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو نہیں پہنچا سکتے، اور سب کے سب مل کر مجھ کو نفع پہنچانا چاہو تو ذرہ برابر نفع نہیں پہنچا سکتے (کیونکہ میں غنی وحمید ہوں) اے میرے بندو! اگر تمام اولین وآخرین انسان و جنات تم میں سے جو سب سے متقی ہوں ایسے ہوجائیں تو بھی میری مملکت وسلطنت میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا۔

اے میرے بندو! اگر تمام اول وآخر انسان و جنات پوری دنیا میں جو سب سے زیادہ بدبخت وفاجر ہوا گر اس کی طرح ہوجائیں تو بھی میری مملکت وسلطنت میں کمی نہیں ہوتی۔ اے میرے بندو! اگر تمام اول وآخر انسان و جنات کسی ایک میدان میں جمع ہوجائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر سائل کی منہ مانگی مرادیں پوری کردوں تو بھی میرے خزانۂ غیب میں اتنی بھی کمی نہیں آتی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے کمی آجائے گی۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں نے تمہارے لیے شمار کر رکھا ہے، پھر میں ان اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا سو جو شخص اپنے اعمال کی جزا خیر و بھلائی پائے تو اللہ پاک کی حمد کرے، الحمدللہ پڑھے، پھر جو شخص بدی وبرائی پائے سو وہ خود اپنے اوپر ملامت ونحوست بھیجے۔ (صحیح مسلم ۴/۱۹۹۴)

اسلام کا اللہ کتنا باشوکت وعظمت ہے

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی توحید وعظمت کی روح پھونکی جارہی ہے کہ اس کے بعد اب کوئی ہاتھ نہ رہے جو اللہ رب العزت کے سوا کسی دوسرے کی طرف اٹھے، کوئی دوسری بارگاہ نہ رہے جس پر حاجت روائی کا گمان جاسکے، عاصی اگر معصیت کرتا ہے تو جان لے کہ اس کی مضرت اسی کے لیے ہے۔ عابد اگر عبادت کرتا ہے تو سمجھ لے کہ اس کا نفع اسی کی ذات تک محدود ہے، اس کی بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ اگر تمام مجرمین کو بخش

ڈالے تو پرواہ نہیں، فیاضی کی یہ انتہا کہ اگر ایک ایک کو منہ مانگی مراد دے دے، تو اس کے خزانۂ غیب میں کوئی نقصان نہیں، سلطنت کی یہ قہرمانی کہ اس کے ارادہ ومراد میں تخلف نہیں، دنیا میں بڑے سے بڑا تعاون اسباب وعمل کا گرفتار ہے، ان کی یہ شان کہ اسباب ومسببات ان کے حکم کے منتظر ہیں۔سبحان اللہ، اسلام کا اللہ کتنا باشوکت وعظمت ہے۔

(ترجمان السنہ ج۱/ ۲۹۹)

حق جل مجدہ باب رحمت پر بندوں کو بلا رہے ہیں

حق جل مجدہ نے باب رحمت واسعہ کو کھول دیا ہے کہ بندے آئیں اور اپنی اپنی حاجت وطلب اور خواہش وضرورت کو بارگاہ ربّ العزّت سے پوری کرائیں، ہاں! جو بھی آئے وہ اس بات کا پورا خیال رکھے کہ ظلم وستم سے دامن پاک وصاف ہو، گویا کہ حضور حق میں حاضری، اور بارگاہ ربّ العزّت سے فیض یابی کے لیے پہلے ادب بتلا دیا گیا کہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کیا ہو، کیونکہ حق جل مجدہ نے بھی اپنی ذات کے لیے اس بات کو پسند نہیں کیا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم وزیادتی کرتا ہے وَ مَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔یعنی حق جل مجدہ کی بارگاہ میں ظلم نہیں، جو بھی فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جھوٹ نہیں بولا جاسکتا۔ کلام کو بدلا نہیں جاسکتا، اس لیے حق جل مجدہ کے یہاں ظلم نہیں ہے۔لوگو! تم بھی ظلم سے بچو، ظلم ظالم کو خود ہی تباہ وبرباد کردیتا ہے، جیسے جھوٹ کا وبال جھوٹے کو ہلاک کردیتا ہے، مظلوم کی آہ عرش تک جاتی ہے اور ظالم کی تباہی وبربادی کا سامان لے کر آتی ہے۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو ہٹ جاؤ! راہ دے دو جانے کے لیے

حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ لکھتے ہیں:

ترغیب وتفہیم کی حد ہوگئی کہ ظلم کے بارے میں خالق نے اپنا بھی استثناء نہیں کیا اور اس کی کراہت وحرمت میں اپنے آپ کو بھی اپنی مخلوق کے برابر ٹھہرالیا۔مگر مخلوق کی

بے حیائی کی بھی انتہا نہ رہی کہ اس نے اپنے خالق سے آگے بڑھ کر ظلم ہی کو اپنا نصب العین بنالیا۔ (ترجمان السنۃ ج۱/۳۰۰)

دوستو! ہمیں ظلم سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب آنا چاہیئے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اپنی قوت وطاقت، ناز ونعم، جاہ وباہ، بغاوت وسرکشی کو چھوڑ کر اطاعت وانابت، توبہ وعبادت کی راہ اختیار کریں، اللہ تعالیٰ زاری سے خوش ہوتے ہیں اور سحر گاہی نالہ وفغاں وزاری سے خود ملتے ہیں تجربہ کرلو۔ اَللّٰھُمَّ کُنْ لِی وَ اجْعَلْنِی لَکَ۔

بندوں کی عبادت سے قدرت وسلطنت میں اضافہ نہیں ہوتا

(۳۰۳) عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یُرْوِیْ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ:

"إِنِّی حَرَّمْتُ عَلَی نَفْسِی الظُّلْمَ وَ عَلَی عِبَادِی، أَلَا فَلَا تَظَالَمُوْا، كُلُّ بَنِی آدَمَ يُخْطِئُ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُنِی فَأَغْفِرُ لَهُ وَ لَا أُبَالِی، وَ قَالَ: يَا بَنِی آدَمَ كُلُّكُمْ كَانَ ضَالًّا إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ، وَ كُلُّكُمْ كَانَ عَارِيًا إِلَّا مَنْ كَسَوْتُ، وَ كُلُّكُمْ كَانَ جَائِعًا إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُ، وَ كُلُّكُمْ كَانَ ظَمْآنَ إِلَّا مَنْ سَقَيْتُ فَاسْتَهْدُوْنِی أَهْدِكُمْ، وَ اسْتَكْسُوْنِی أَكْسِكُمْ، وَ اسْتَطْعِمُوْنِی أُطْعِمْكُمْ، وَ اسْتَسْقُوْنِی أَسْقِكُمْ، يَا عِبَادِی لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ جِنَّكُمْ وَ إِنْسَكُمْ، وَ صَغِيْرَكُمْ وَ كَبِيْرَكُمْ وَ ذَكَرَكُمْ وَ أُنْثَاكُمْ، قَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ: وَ عَسِيَّكُمْ وَ بَيْنَكُمْ عَلَی قَلْبِ أَتْقَاكُمْ رَجُلًا وَاحِدًا لَمْ تَزِيْدُوْا فِی مُلْكِی شَيْئًا، وَ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ جِنَّكُمْ وَ إِنْسَكُمْ وَ صَغِيْرَكُمْ وَ كَبِيْرَكُمْ وَ ذَكَرَكُمْ وَ أُنْثَاكُمْ عَلَی قَلْبِ أَكْفَرِكُمْ رَجُلًا لَمْ تَنْقُصُوْا مِنْ مُلْكِی شَيْئًا إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ رَأْسُ الْمَخِيْطِ مِنَ الْبَحْرِ." [صحیح] (أخرجه أحمد ج٥ص ١٦٠)

(۳۰۳) ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ربّ العزّت سے نقل کرتے ہیں: میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور میں نے بندوں پر بھی ظلم وزیادتی کو حرام کردیا ہے۔ خبردار ہوشیار! ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔ تمام اولاد

آدم رات و دن گناہ کرتی ہے پھر مجھ سے مغفرت مانگتی ہے تو میں ان کی مغفرت و معافی کر دیتا ہوں اور مجھ کو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی (یعنی کس قدر گناہ ہو، بار بار کا ہو جو بھی ہو، ہر بار معاف کرتا ہوں اور میں سوچتا بھی نہیں کہ کتنی بار کتنا کتنا معاف کروں۔)

اور حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے آدمؑ کے بیٹے! تم میں سے ہر شخص گمراہ تھا مگر میں نے جس کو ہدایت دی، اور تم میں سے ہر شخص ننگا تھا مگر میں نے جس کو پہنایا اور تم میں سے ہر شخص بھوکا تھا مگر میں نے جس کو کھلایا اور تم میں سے ہر شخص پیاسا تھا مگر میں جس کو پلاؤں۔ لہٰذا تم سب مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا، اور لباس وستر مانگو میں تم کو پہناؤں گا، ستر پوشی کروں گا، مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ مجھ سے پانی مانگو میں تم کو پلاؤں گا، سیراب کروں گا۔ اے میرے بندو! اگر تم تمام اولین، آخرین، جنات، انسان، چھوٹے، بڑے مرد وعورت، عبدالصمد (ایک راوی) نے کہا: اور تمہاری آل واولاد تم میں جو سب سے زیادہ متقی آدمی ہے ایسے ہو جائیں تو میری سلطنت میں ادنیٰ بھی اضافہ نہ ہو، اور اگر تمام اولین وآخرین جنات وانسان، چھوٹے بڑے، مرد وعورت سب سے بدترین کافر کی طرح ہو جائیں تو اللہ کی سلطنت میں کوئی ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ مگر اتنی جتنی سوئی کے ناکہ کو سمندر میں ڈبو کر نکال لیا جائے۔ (مسند احمد ۵/۱۶۰)

بندوں کی معصیت سے قدرت وسلطنت میں کمی نہیں ہوتی

(۳۰۴) عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَی: یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَیْتُهُ ، فَسَلُوْنِی الْهُدیٰ أَهْدِکُمْ، وَ کُلُّکُمْ فَقِیْرٌ، إِلَّا مَنْ أَغْنَیْتُهُ ، فَسَلُوْنِی أَرْزُقْکُمْ، وَ کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ، إِلَّا مَنْ عَافَیْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْکُمْ أَنِّی ذُوْقُدْرَةٍ عَلَی الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِی غَفَرْتُ لَهُ وَ لَا أُبَالِی ، وَ لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ حَیَّکُمْ وَ مَیِّتَکُمْ وَ رَطْبَکُمْ وَ یَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَی أَتْقَی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِی مَا زَادَ ذٰلِکَ فِی مُلْکِی جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ ،وَ لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ حَیَّکُمْ وَ مَیِّتَکُمْ وَ رَطْبَکُمْ وَ

يَـابِسَكُمُ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَـاحَ بَـعُـوْضَةٍ، وَ لَـوْ أَنَّ أَوَّلَـكُـمْ وَ آخِـرَكُمْ وَ حَيَّكُمْ وَ مَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَ يَـابِسَـكُـمْ اجْتَمَعُوْا فِي صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَـأَعْـطَيْـتُ كُـلَّ سَـائِلٍ مِنْكُمْ مَا سَأَلَ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَـدَكُـمْ مَـرَّ بِـالْبَـحْـرِ فَغَمَسَ فِيْهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ بِأَنِّي جَوَّادٌ مَاجِدٌ أَفْـعَـلُ مَـا أُرِيْدُ، عَطَائِي كَلَامٌ ، وَ عَذَابِي كَلَامٌ، إِنَّمَا أَمْرِي بِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُهُ أَنْ أَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ.'' [صحيح لغيره] (أخرجه الترمذى ج ۴/ ۲۴۹۵)

(۳۰۴) ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

اے میرے بندے! تم میں سے ہر شخص گمراہ ہے مگر میں جس کو ہدایت دوں، لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ تم میں سے ہر شخص تنگ دست ہے مگر میں جس کو تونگری دوں مجھ سے مانگو میں تم کو رزق دوں گا۔ تم میں سے ہر شخص خطا کار ہے مگر میں جس کو عافیت دوں، تم میں سے جس نے اس بات کا یقین کرلیا کہ مجھ کو مغفرت کا اختیار ہے اور مجھ سے مغفرت مانگی تو میں نے اس کی مغفرت کردی اور میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا (کہ مغفرت مانگنے والا کتنا بڑا مجرم ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ مغفرت بس میرے اختیار کی چیز ہے اور بندہ اسی کو مانگتا ہے؛ لہٰذا میں مغفرت کردیتا ہوں) اور اگر تمام پہلے اور تمام آخر والے (قیامت تک)، تمام زندہ تمام مردہ، تمام تر و تازہ اور خشک و پژمردہ میرے کسی متقی بندہ کی طرح سبھی متقی و پرہیزگار بن جائیں تو میری سلطنت و مملکت میں مچھر کے پر کے برابر بھی زیادتی و اضافہ نہیں ہوتا اور اگر تمام اول و آخر زندہ و مردہ تر و خشک کسی بدبخت و بدترین شخص کی طرح ہوجائیں تو میری سلطنت و مملکت میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں آتی۔ اگر تمام اول و آخر، زندہ و مردہ، تر و خشک کسی ایک میدان میں جمع ہوں اور ہر شخص خواہش بھر منہ مانگی چیزوں کا سوال کرے اور میں سب کو اس کی منہ مانگی چیزیں

دے دوں تو میرے خزانۂ غیب میں اتنی بھی کمی نہ آئے جیسے کہ کوئی شخص سمندر کے کنارے سے گزرے اور سوئی کو سمندر میں ڈبو کر پھر نکال لے، یہ اس لیے کہ میں جواد، سخی، ماجد، ہر چیز کو عدم سے بلا کسی مادہ کے وجود عطا کرتا ہوں، تمام عیوب و نقائص سے پاک ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، عطا و بخشش (کا سبب) میرا کلام ہے، اور عذاب وعقاب کا سبب بھی میرا کلام ہے، جب میرا حکم کسی کے متعلق ہوتا ہے، تو وہ میرا ارادہ کرنا ہے، تو کہتا ہوں ”کــــن“ ہوجا، پس وہ چیز ہوجاتی ہے۔ (سنن ترمذی ۴/ ۲۴۹۵)

تمام نعمتیں اللہ کے پاس ہیں اور وہ بڑے سخی ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) يَا عِبَادِی ! كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ، فَسَلُوْنِی الْهُدیٰ أَهْدِكُمْ۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ (دین سے بے خبر) ہو، مگر جسے میں راہ دکھاؤں، پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں راہ دکھاؤں گا۔

وہی شخص ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں

خود نبی پاک ﷺ کے تعلق سے ارشادِ پاک ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى یعنی اللہ نے آپ ﷺ کو (دین سے) بے خبر پایا، پس آپ ﷺ کو باخبر کیا، پھر دوسرا کوئی از خود دین سے باخبر کیسے ہوسکتا ہے؟ وہی شخص ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت بخشتے ہیں، اسی لیے ہر مؤمن ہر نماز میں دعا کرتا ہے إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، اسی طرح ہدایت پر ثابت قدمی بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیے۔

(۲) وَكُلُّكُمْ فَقِيْرٌ، إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ، فَسَلُوْنِی: أَرْزُقْكُمْ ۔تم سب محتاج ہو، مگر جسے میں بے نیاز کروں، پس تم مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا۔

ہر بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہی روزی طلب کرنی چاہیے

سورۃ الذاریات میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی پہنچانے والے ہیں، وہ طاقت ور، نہایت قوت والے ہیں اور سورۂ ہود میں ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۔ روئے زمین پر جو بھی رینگنے والا ہے اس کی روزی اللہ کے ذمہ ہے، پس ہر بندے کو اللہ ہی سے روزی طلب کرنی چاہیئے، وہی روزی عطا فرمانے والے ہیں۔

(۳) وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ. أَنِّيْ ذُوْقُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ، فَاسْتَغْفَرَنِيْ ، غَفَرْتُ لَهٗ، وَلَا أُبَالِيْ اور تم سب گنہگار رہو، مگر جس کی میں حفاظت کروں (عافاه الله معافاة) محفوظ رکھنا، عافیت سے رکھنا، جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رکھا ہے، رہے وہ بندے جن سے دانستہ یا نادانستہ گناہ ہوجاتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے: پس جس شخص کو تم میں سے یقین ہو کہ میں بخشش کرنے پر پوری قدرت رکھنے والا ہوں اور اس نے مجھ سے بخشش طلب کی تو میں اس کو بخش دوں گا اور میں پرواہ نہیں کرتا (کہ کس نے کتنے گناہ کیے ہیں؟ یا کتنا بڑا گناہ کیا ہے؟ بندے نے خواہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں، اگر وہ شرم سار ہوجائے تو میں سب گناہ معاف کردوں گا)۔

(۴) وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ ، وَرَطَبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ. مَازَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ ۔ اور اگر یہ بات ہو کہ تمہارے اگلے، تمہارے پچھلے، تمہارے زندے، تمہارے مردے تمہارے تر اور تمہارے خشک یعنی تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے، میرے بندوں میں سے پاکیزہ ترین قلب رکھنے والے بندے کی حالت پر جمع ہوجائیں جیسے سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہوجائیں تو یہ چیز میری حکومت میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں کرے گی اور تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے الی آخرہ اس سے احاطہ مراد ہے یعنی ساری کائنات جمع ہوجائے۔

(۵) وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ ، وَرَطَبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ. مَانَقَصَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِى جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ ۔اوراگر یہ بات ہوکہ تمہارے اگلے،تمہارے پچھلے،تمہارے زندے،تمہارے مردے،تمہارے تر اورتمہارے خشک، میرے بندوں میں سے بد بخت ترین بندے کے قلب پر جمع ہوجائیں، مثلاً سب شیطان لعین جیسے ہوجائیں تو یہ چیز میری حکومت میں سے مچھر کے پر کے برابر گھٹائے گی نہیں!

(٦) وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ ، وَرَطَبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْافى صعيدٍ واحدٍ، فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ منكم مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّته ، فَأَعْطَيْتُ كُلُّ سَائِلٍ منكم مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي إلا كما لو أَن اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فيه إِبْرَةً، ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ اوراگر یہ بات ہوکہ تمہارے اگلے اورتمہارے پچھلے، اورتمہارے زندے اورتمہارے مردے، اورتمہارے تر اورتمہارے خشک، ایک سرزمین میں جمع ہوجائیں اورتم میں سے ہرایک وہ مانگے جس تک اس کی آرزو پہنچے یعنی اپنی خواہش مانگے، پس میں تم میں سے ہر مانگنے والے کوعطا کروں،تو یہ چیز میرے ملک میں سے کچھ گھٹائے گی نہیں، مگر جس طرح یہ بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر پر گذرے پس وہ سمندر میں سوئی ڈبوئے پھر اس سوئی کو اپنی طرف اٹھائے ، پس جتنا سمندر میں سے پانی گھٹا، اتنا ہی اللہ کے ملک میں سے گھٹے گا، (اور یہ بھی سمجھانے کے لیے مثال ہے، ورنہ حقیقت میں اتنا بھی نہیں گھٹے گا)۔

ذٰلِكَ: بِأَنِى جَوَادٌ، مَاجِدٌ، أَفْعَلُ مَا أُرِيْدُ، عَطَائِيْ كَلَامٌ، وَ عَذَابِيْ كَلَامٌ، إِنَّمَا أَمْرِيْ بِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ لَهُ، كُنْ، فَيَكُوْن، اوروہ بات یعنی اللہ کے خزانے میں کمی نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ میں سخی ہوں، غنی ہوں، بزرگ ہوں، کرتا ہوں جو چاہتا ہوں، میری بخشش حکم ہے اور میری سزا حکم ہے، میرا حکم کسی چیز کے لیے جب میں چاہوں تو بس اس سے کہتا ہوں ''ہو'' پس وہ ہوجاتی ہے۔

ملاحظہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مسلم شریف **کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم** (حدیث ۲۵۷۷) میں بھی ہے مگر اس کے مضامین اس سے کچھ مختلف ہیں۔

بندے کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے پُر امید رہنا چاہیے

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے اور مالداری بھی ان کے اختیار میں ہے۔ پس بندوں کو چاہیئے کہ ہدایت بھی ان سے مانگیں، اور حاجتیں بھی ان سے طلب کریں، وہی حاجت روا ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی اگر حفاظت کریں تو بندے گناہوں سے معصوم رہ سکتے ہیں۔ ان کی شان بڑی نرالی ہے، اور جو بندے گنہگار ہیں وہ اگر اس یقین کے ساتھ مغفرت طلب کریں کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اور ساری کائنات اگر سرورِ دو عالم ﷺ جیسی ہو جائے تو اللہ کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اور ساری مخلوق اگر شیطانِ لعین جیسی ہو جائے تو اللہ کے ملک میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اسی طرح اگر تمام مخلوقات اپنی انتہائی آرزو مانگنے لگے اور اللہ سب کو عنایت فرمائیں تو اللہ کے فضل میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی، بس اتنی ہی کمی ہوگی کہ سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالی جائے، پھر دیکھا جائے کہ سمندر کے پانی میں کتنی کمی آئی؟ بس اتنی ہی کمی آئے گی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سخی ہیں، وہ ہر ایک کی حاجت پوری کرتے ہیں، وہ دینے والے ہیں، یعنی ان کے پاس فضل کی کمی نہیں، وہ بزرگ ہیں، ان کی شان بہت برتر ہے، ان کو دینے لینے میں صرف ''ہو'' کہنے کی ضرورت ہے، بلکہ اس کی بھی ضرورت نہیں، ان کا ارادہ ہی چیزوں کے وجود کے لیے کافی ہے، اس لیے ہر بندے کو اپنی ہر ضرورت اسی سے مانگنی چاہیئے، اور پر امید رہنا چاہیے کہ وہ بندوں کی ہر ضرورت پوری کرنے والے ہیں۔ (تحفہ الالمعی، ج۶، ص۲۶۹)

رات و دن کی خطا معاف ہوتی ہے

(۳۰۵) عَنْ أَبِی ذَرٍّ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یُرْویٰ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی قَالَ:

”حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَ حَرَّمْتُهُ عَلَى عِبَادِي فَلَا تَظَالَمُوْا: كُلُّ بَنِي آدَمَ يُخْطِيءُ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرُ لَهُ وَ لَا أُبَالِي.“

[صحيح] (أخرجه الطيالسي في مسنده ٤٦٣)

(۳۰۵) ترجمہ: حضرت ابوذرؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رب العزت سے نقل کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ نے فرمایا:

میں نے اپنے اوپر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی ظلم حرام کیا ہے کہ میرے بندوں پر ظلم نہ کریں اور ہر آدم کی اولاد رات ودن خطا کرتی ہے اور پھر مجھ سے مغفرت مانگتی ہے تو میں مغفرت کر دیتا ہوں اور میں اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔

(مسند طیالسی ۴۶۳)

بندہ کے گناہ خواہ کتنے ہی ہوں رحمتِ الٰہی کے مقابلے میں ذرہ بھی نہیں

(٣٠٦) لِلطِّبْرَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوْسىٰ رضي الله عنه:

”إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: يَا عِبَادِي! كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، وَ ضَعِيْفٌ إِلَّا مَنْ قَوَّيْتُهُ، وَ فَقِيْرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُهُ، فَاسْأَلُوْنِي أُعْطِكُمْ، فَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ جِنَّكُمْ وَ إِنْسَكُمْ وَ حَيَّكُمْ وَ مَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَ يَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَى قَلْبِ أَتْقَى عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا زَادَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، وَ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَ حَيَّكُمْ وَ مَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَ يَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَى قَلْبِ أَفْجَرِ عَبْدٍ هُوَ لِي مَا نَقَصُوْا مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ ذٰلِكَ أَنِّي وَاحِدٌ، عَذَابِي كَلَامٌ، وَ رَحْمَتِي كَلَامٌ، فَمَنْ أَيْقَنَ بِقُدْرَتِي عَلَى الْمَغْفِرَةِ لَمْ يَتَعَاظَمْ فِي نَفْسِي أَنْ أَغْفِرَ لَهُ ذُنُوْبَهُ وَ إِنْ كَبُرَتْ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج١٥/ ٤٣٥٩٩)

(۳۰۶) ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں:

اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر میں جس کو ہدایت دوں، اور ضعیف و کمزور ہو، مگر جس کو قوی کر دوں، اور فقیر و تنگدست ہو، مگر میں جس کو غنی و تونگر کر دوں، مجھ سے مانگو میں دوں گا، سو اگر تمام اولین، آخرین، انسان و جنات، زندے اور مردے، تر اور خشک میرے سب سے متقی بندہ کی طرح ہو جائیں تو بھی میری سلطنت و مملکت میں مچھر کے پَر کے برابر بھی اضافہ و زیادتی نہیں ہوتی، اور اگر تمام اولین و آخرین، زندے اور مردے تر اور خشک کسی بدترین شخص کی طرح ہو جائیں تو بھی میری سلطنت و مملکت میں مچھر کے پَر کے برابر کمی نہیں ہوتی اس لیے کہ میں یکتا و اکیلا ہوں، عذاب و عقاب (کا سبب) میرا کلام ہے، اور رحمت و مغفرت (کا سبب) میرا کلام ہے، سو جو شخص میری مغفرت کی قدرت کا یقین راسخ رکھتا ہے اور میری مغفرت کو مشکل نہیں جانتا، میں اس کی مغفرت کر دوں گا خواہ گناہ و خطا کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ (کنز العمال ۱۵/ ۴۳۵۹۹)

بَابُ : فِي التَّحْذِيرِ مِنَ الظُّلْمِ

باب: ظلم سے ممانعت کی شدت کا بیان

(۳۰۷) لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى دَاوُدَ: أَنْ قُلْ لِلظَّلَمَةِ لَا يَذْكُرُونِي، فَإِنِّي أَذْكُرُ مَنْ يَذْكُرُنِي وَ إِنَّ ذِكْرِي إِيَّاهُمْ أَنْ أَلْعَنَهُمْ.“ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج۳/ ۷۶۱۵)

ظالم پر اللہ پاک کی لعنت

(۳۰۷) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، اللہ پاک نے داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ آپ ظالموں سے کہہ دیں کہ:

میرا ذکر نہ کیا کریں، اس لیے کہ جو میرا نام لیتا ہے میں اس کا نام لیتا ہوں اور ظالم جب میرا نام لیتا ہے تو میرا نام لینا ظالموں پر لعنت بھیجنا ہے۔ (یعنی اللہ پاک ذاکر کا تذکرہ فرماتے ہیں مگر جب ظالم آدمی ظلم کرنے والا شخص حق تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو اس پر

لعنت نازل ہوتی ہے)۔ (کنزالعمال ۳/ ۷۶۱۶)

عاصی غیر غافل پر لعنت ہے تو پھر عاصی جو غافل ہو اس کا کیا بنے گا؟

حق جل مجدہ نے حضرت داؤد وعلیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا: کہ ظالموں کو آگاہ کردیں کہ وہ رب العزت کا ذکر نہ کیا کریں (اللہ اللہ نہ کیا کریں) کیوں کہ ذکر کرنے والوں کا میں بھی ذکر وتذکرہ کرتا ہوں اور ظالم جب میرا ذکر کرے گا تو پھر میں اس کا تذکرہ لعنت و پھٹکار سے کروں گا، یعنی اس کو اپنی رحمت سے مطرود کروں گا، اور اپنی بخشش و کرامت سے محروم کردوں گا اور دارِ کرامت جنت سے بھی؛ کیوں کہ ظلم ایسی منحوس ومبغوض چیز ہے کہ رحمت کو قریب آنے نہیں دیتی۔

حجۃ الاسلام نے کیا خوب عبرت آمیز بات فرمائی کہ عاصی غیر غافل کے ساتھ ایسا خطرناک وسنگین معاملہ ہورہا ہے تو پھر ظالم جو غافل بھی ہو اس پر کتنی لعنت و پھٹکار ہوتی ہوگی۔ یعنی جس بدنصیب میں غفلت وعصیان دونوں جمع ہوجائیں، اس کا انجام پھر کیسا ہوتا ہوگا۔ دراصل اللہ تعالیٰ ہم کو ظلم سے پاک وصاف دیکھنا چاہتے ہیں، جلد توبہ کیجیے اور رحمت حق کے مستحق بن جایئے۔ ماضی کے گناہ کو توبہ وانابت سے دھل دیجیے۔ حق تعالیٰ رحیم وکریم ہیں۔ ان کے کرم سے محرومی بہت ہی حرمان نصیبی کی بات ہے، اس کی تلافی اول فرصت میں توبہ کے ذریعہ کرکے معاملہ صاف کرلیجیے۔ مظلوم کا حق ادا کیجیے یا معافی تلافی کرلیجئے۔ حق تعالیٰ کا یہ بھی کرم ہے کہ وہ آگاہ کررہے ہیں کہ ظالموں کے اوپر غیب سے ذکر کے بعد لعنت اترتی وبرستی ہے تاکہ بندہ اپنے ہاتھوں اپنی تباہی وبربادی سے بچے۔ اللہ ہمیں ہدایت عطا فرمائے اور ظلم وزیادتی سے ہماری زندگی محفوظ فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۳۰۸ آرہی ہے جو اس حدیث کی بھی وضاحت کرتی ہے۔ اس کی شرح حدیث نمبر ۱۴۳ پر دیکھ لی جائے۔

مسجد میں قلب سلیم کے ساتھ داخل ہونا چاہیے

(۳۰۸) وَ لِأَبِی نُعَیمٍ فِی الْحِلْیَةِ وَ الْحَاکِمِ فِی تَارِیْخِهِ وَ ابْنِ عَسَاکِرَ وَغَیْرِهِمْ عَنْ حُذَیْفَة رضی اللہ عنہ:
أَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيَّ: "يَا أَخَا الْمُرْسَلِيْنَ يَا أَخَا الْمُنْذِرِيْنَ أَنْذِرْ قَوْمَکَ أَنْ لَا يَدْخُلُوْا بَيْتاً مِنْ بُيُوْتِي إِلَّا بِقُلُوْبٍ سَلِيْمَةٍ وَ أَلْسُنٍ صَادِقَةٍ، وَ أَيْدٍ نَقِيَّةٍ، وَ فُرُوْجٍ طَاهِرَةٍ، وَ لَا يَدْخُلُوْا بَيْتاً مِنْ بُيُوْتِي وَ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِي عِنْدَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ظَلَامَةٌ فَإِنِّي أَلْعَنُهُ مَا دَامَ قَائِماً بَيْنَ يَدَيَّ يُصَلِّي حَتَّى يُرَدَّ تِلْکَ الظَّلَامَةَ إِلَى أَهْلِهَا، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ أَکُوْنُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ أَکُوْنُ بَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ، وَ يَکُوْنُ مِنْ أَوْلِيَائِي وَ أَصْفِيَائِي، وَ يَکُوْنُ جَارِيْ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج ۱۵/ ۴۳۶۰۰)

(۳۰۸) ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھ کو وحی بھیجی:

اے رسولوں کے بھائی! اے ڈرانے والوں کے بھائی! اپنی قوم کو اس بات سے ڈراؤ کہ میرے گھر مساجد میں داخل نہ ہوں مگر قلب سلیم کے ساتھ اور سچی پکی زبان کے ساتھ اور صاف ستھرے ہاتھ کے ساتھ (یعنی ظلم وستم سے ہاتھ پاک ہو) اور (زنا ولواطت سے) پاک شرمگاہوں کے ساتھ۔ جب کوئی شخص میری مساجد میں ظلم وتعدی کے بعد داخل ہوتا ہے تو جب تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے مسلسل اس پر میری لعنت نازل ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ظلم وتعدی صاحب حق کو نہ دیدے یا معاف نہ کرالے۔ جب ظلم وحقوق صاحبِ حق کو دیتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور ان کا نام میرے یہاں میرے اولیاء واصفیاء اور خواص میں لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت کے دن میرے پڑوس میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (کنز العمال ۱۵/ ۴۳۶۰۰)

بَابُ : (اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ ......)

باب: مظلوم کی بدعاء سے بچو

(۳۰۹) عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى الْغَمَامِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ: وَعِزَّتِي وَ جَلَالِي لَأَنْصُرَنَّکَ وَ لَوْ بَعْدَ حِيْنٍ.“

[صحيح] (أخرجه الدولابی فی الكنى والأسماء ج ۲ ص ۱۲۳)

مظلوم کی دعا بادل کے اوپر چلی جاتی ہے

(۳۰۹) ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مظلوم کی بددعا سے بچو کہ وہ بادل کے اوپر رہتی ہے (یعنی آسمان پر چلی جاتی ہے) حق جل مجدہ فرماتا ہے: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم، اے مظلوم! میں تیری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد۔ (الدولابی فی الکنی والاسماء ۲/۱۲۳)

بَابُ : (إِنَّ إِبْلِيْسَ يَئِسَ أَنْ تُعْبَدَ الْأَصْنَامُ بِأَرْضِ ......)

باب: ابلیس اس بات سے مایوس ہوگیا کہ اس کی پرستش عرب کی سرزمین پر ہوگی

(۳۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

”إِنَّ إِبْلِيْسَ يَئِسَ أَنْ تُعْبَدَ الْأَصْنَامُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ وَ لٰكِنَّهُ سَيَرْضَى بِدُوْنِ ذٰلِکَ مِنْكُمْ بِالْمُحَقَّرَاتِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَ هِيَ الْمُوْبِقَاتُ، فَاتَّقُوا الْمَظَالِمَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّ الْعَبْدَ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ مَا يَرَى أَنَّهُ يُنْجِيْهِ، فَلَا يَزَالُ عَبْدٌ يَقُوْمُ فَيَقُوْلُ : يَا رَبِّ! إِنَّ فُلَاناً ظَلَمَنِي مَظْلَمَةً فَيُقَالُ: اِمْحُوْا مِنْ حَسَنَاتِهِ حَتّٰى لَا يَبْقٰى لَهُ حَسَنَةٌ.“

[صحيح] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ۲ ص ۲۷)

مظلوم ظالم کی نیکیاں لے لے گا

(۳۱۰) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابلیس لعین اس بات سے قطعاً مایوس ہوگیا کہ اس کی عبادت جزیرۃ العرب میں ہوگی۔ (یعنی جزیرۃ العرب میں اب بت واوثان کی پرستش نہیں ہوگی) لیکن شیطان لعین اس بات سے خوش اور راضی ہوگیا کہ تم لوگ اپنے اعمال کو حقیر وکمتر جاننے لگو گے اور یہی تمہاری ہلاکت و بربادی کا ذریعہ وسبب ہوگی۔ خبردار مظالم سے بچنا۔ یعنی لوگوں پر ظلم نہ کرنا، جتنا ہوسکے۔ یعنی جس قدر ظلم وزیادتی سے بچ سکتے ہو بچنا۔ اس لیے کہ قیامت کے دن ایک بندہ لایا جائے گا جبکہ اس کے پاس اتنی زیادہ نیکیاں ہوں گی کہ وہ گمان کرے گا کہ نجات پالے گا۔ بس مسلسل لوگ اس کے خلاف کھڑے ہوتے رہیں گے اور اس کی نیکیاں لے جائیں گے۔ ایک شخص کھڑا ہوگا عرض کرے گا: ربّ العزت! فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ ارشاد ہوگا: اس کی نیکیاں اس کو دے دو، یہاں تک کہ اس کے پاس سے سب نیکیاں ختم ہوجائیں گی، ایک نیکی بھی نہ بچے گی۔ (مستدرک حاکم ۲؍۲۷)

اب اہلِ توحید جزیرۃ العرب میں بت پرستی نہیں کریں گے

رسول اللہ ﷺ نے جزیرۃ العرب میں اصنام پرستی کی نفی فرمادی کہ عرب مسلمان، اہل ایمان، اب قیامت تک انشاء اللہ جزیرۃ العرب میں بت پرستی نہیں کریں گے اور وحی ربانی کی برکت ظاہراً یہ ہوگی کہ عرب توحید پر ثابت قدم رہیں گے اور یہ بھی نبی امی ﷺ کی نبوت ورسالت کی قوتِ الٰہیہ وتائید ربانیہ کا معجزہ ہوگا کہ سکّانِ عرب اہلِ توحید اس نحوست ونجاست سے ابدی طور پر پاک رہیں گے، اور مسلمانوں کے قلوب میں ایمان راسخ ہوگا، اللہ عزوجل کی کبریائی وقہاری کا یقین کامل ہوگا۔ ربّ العزت کے سوا عرب اہلِ ایمان، کسی کو کارساز تسلیم نہیں کریں گے، جملہ امور دنیوی واخروی میں حق جل مجدہ کو فعّال

لما یرید اور حاکم مطلق علی الاطلاق اور خود کو عاجز مطلق علی الاطلاق تسلیم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا جو یقین عرب اہل توحید کو حاصل ہوگا وہ کسی دوسروں کو کم ہوگا کیونکہ برکت وحی نبی امی ﷺ کا ابدی وسرمدی عکس عرب اہل توحید کو ہمہ وقت حاصل ہوگا۔ خواہ وہ اس کا ادراک وشعور کریں یا نہ کریں، تسلیم کریں نہ کریں۔ جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کو تجلی نور نبوت اپنے آغوش میں لے کر سایہ فگن رہے گی جس کی وجہ سے عرب مسلمانوں کے قلوب اور ان کی ضمیر اصنام وبت پرستی سے مبغوض نہیں؛ بلکہ متنفر رہیں گے۔

مشاہدہ وتجربہ

بارہا اس بات کا تجربہ ومشاہدہ ہوا کہ عجمی مسلمان خواہ کتنا ہی عبادت واطاعت گذار ہو، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، اوراد ووظائف پر ثابت قدم ہو، مگر جب کسی بت خانہ سے گذرا تو وہ کیفیت نہ ہوئی جو ایک عرب اہل توحید کی ہوتی ہے۔ خواہ اس کے عمل اتنے قوی نہ ہوں صنم وبت پرستی پر نظر پڑتے ہی شہادتین، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اور چوتھا کلمہ وردِ زبان آ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ پورے جسم میں ایک بجلی تھی جو متحرک ہوگئی اور حرارت ایمانی ایک دم جاگ اٹھی ہے۔

اور دوسرے غیر عرب مسلمان دن رات صنم خانہ کے پاس سے گذرتے ہیں مگر ان میں وہ ایمانی غیرت وحمیّت دینی نہیں جاگتی نہ ہی زبان پر کلمہ شہادت یا اللہ کی کبریائی کا استحضار ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس کا سبب یہ ہی ہو کہ دن رات کی ممارست اور دیدنی سے قوت ایمانیہ قوی ہونے کے باوجود قوت غضبیہ کو سست اور مضمحل کر چکی ہو جو ایک عرب کی عدم ممارست مع الکفر والاصنام کے بیدار وحساس رہتی ہے۔

دوسرے عربوں اور عجمیوں کے یقین کے درمیان بہت بڑا فرق ہے عربوں کے یقین راسخ کا ہم مقابلہ وتصور بھی نہیں کر سکتے۔ آج تک عربوں میں غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا تصور سوچا بھی نہیں جا سکتا جبکہ عجمیوں میں غیر اللہ کو تحیۃ کے نام پر تعظیم کے نام پر خوب سجدہ کرتے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے شیطان بالکل ہی اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ

اب عرب صنم و بت کی عبادت کریں گے۔

ہمارے سامنے جو روایت ہے اس میں **اِنَّ ابلیس** کا لفظ آیا ہے۔ اور ترمذی و مسلم کی روایت میں **'ان الشیطان'** کا لفظ آیا ہے۔ اس لیے روایت اور صاف و ستھری واضح ہو جاتی ہے کہ شیطان بالیقین اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ نمازی بندے اس کی بندگی کریں۔

نمازی آدمی کبھی بھی صنم و بت کی بندگی نہیں کریں گے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنَّ الشَّیْطان قد أیس ان یعبده المصلون** شیطان بالیقین اس بات سے مایوس ہو گیا کہ نمازی آدمی اس کی بندگی کریں۔ **ولکن فی التحریش** البتہ وہ نمازی آدمی کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑ کانے میں لگا ہوا ہے اور وہ امید باندھے ہوئے ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا۔

شیطان بت پرستی کی جگہ عرب اہل توحید میں بغض وعداوت پر راضی ہو گیا

ترمذی و مسلم کی روایت کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے **المسلمون** یا **المؤمنون** فرمانے کے بجائے **المصلون** فرمایا۔ یعنی شیطان نمازی بندوں سے مایوس ہو گیا ہے کہ وہ اس کی پوجا کریں، یعنی مرتد ہو کر شرک کی طرف پلٹ جائیں، اس میں اس طرح اشارہ ہے کہ جو پابندی سے نماز پڑھتا ہے وہ انشاء اللہ ارتداد سے محفوظ رہے گا۔ حج کی بھی یہی خاصیت ہے۔ جو حج کر لیتا ہے وہ ارتداد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ روایت میں ہے کہ جو شخص زاد وراحلہ کا مالک ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو۔ پھر بھی حج نہ کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر کیوں نہیں مرتا۔ یعنی وہ ارتداد کا شکار ہو جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ جو لوگ نماز کے پابند ہیں ان کے ارتداد کا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آیا، اور جو مسلمان تارک صلوٰۃ ہیں ان کے ارتداد کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، پس مسلمانوں کو نماز کا اہتمام کرنا چاہیے اور وسعت ہو تو حج بھی کرنا چاہیے۔ لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ جب شیطان نمازیوں کو آپس میں لڑانے کی امید باندھے ہوئے ہے تو وہ پہلے

مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرے گا، پھر تباغض، یعنی ایک دوسرے سے شدید نفرت اور دشمنی پیدا کرے گا۔ پھر تلواریں نکلیں گی، پس شیطان کو اس سے بھی مایوس کرنے کے لیے مسلمانوں کو آپسی نفرت وعداوت سے بچنا چاہیے تاکہ شیطان کی مراد پوری نہ ہو۔

نمازیوں کے درمیان تحریش، شرانگیزی وفتنہ پروری کی پیش گوئی

آنحضرت ﷺ نے جہاں یہ بشارت سنائی اور اطلاع دیدی کہ نمازی اصنام پرستی اور بت پرستی سے پاک رہیں گے وہیں یہ بھی اطلاع دیدی کہ شیطان نمازیوں کے درمیان تباغض، یعنی آپس میں نفرت ودشمنی پیدا کرے گا اور پھر اس عمل سے شیطان خوب خوش ہوگا، گویا کہ بت پرستی کی جگہ نفس پرستی جگہ لے لے گی اور اس کا علاج کیا ہوگا وہ اتنی شدید صورت اختیار کرلے گا کہ نمازیوں میں نفرت وعداوت بڑھتے بڑھتے جنگ وجدال اور قتل وغارت کی صورت اختیار کرجائے گی۔

عیسیٰ ابن مریمؑ کے سامنے شیطان کا انکار

حجۃ الاسلامؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ شیطان لعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے انسانی شکل میں آیا۔ انھوں نے لعین سے فرمایا کلمہ لَاإِلٰــہ إلا اللّٰـــہ پڑھ لے۔ لعین نے جواب دیا یہ کلمہ تو حق ہے، مگر میں تیرے کہنے سے اس کو نہیں پڑھوں گا یعنی اس کا اقرار نہیں کروں گا۔ اس لیے اس کلمہ خیر کے اقرار کرلینے کے باوجود بے شمار تلبیسات ہیں جن سے بچا نہیں جاسکتا۔ اور انہی تلبیسات کی وجہ سے علماء، عباد، زہاد، فقراء، اغنیاء اور بے شمار مخلوقات ہلاک ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ سبھی لوگ شر وفتنہ کو ناپسند کرتے ہیں اور معاصی وذنب میں ملوث ہونا نہیں چاہتے۔ پھر بھی راہ حق پر ثابت قدم رہنا دشوار ہوتا ہے۔ حجۃ الاسلامؒ نے فرمایا اس کا مشاہدہ عبّاد وزہّاد میں خوب ہو رہا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب بھی دل میں کوئی خیال وارادہ پیدا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ آیا یہ خیال وارادہ شیطانی ہے یا رحمانی جس کو نورِ بصیرت اور نورِ یقین سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور شیطانی دجل وکید سے بچنا آسان نہیں،

ہاں! حق جل مجدہ اپنے فضل سے جن کو معرفت الٰہیہ سے نوازتا ہے وہی اس لعین کے کید سے بچ سکتے ہیں۔ اللهم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

بَابُ : (اِشْتَدَّ غَضَبِی عَلَى مَنْ ظَلَمَ مَنْ ......)

باب: میرا غضب تیز ہوجاتا ہے

(۳۱۱) عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

یَقُوْلُ اللّٰهُ تعالیٰ: "اِشْتَدَّ غَضَبِی عَلَى مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَا یَجِدُ نَاصِراً غَیْرِی."

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی الصغیر ج ۱ ص ۳۰)

ظالم پر اللہ کا غضب ہوتا ہے

(۳۱۱) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میرا غضب تیز ہوجاتا ہے ایسے ظالم پر کہ اس مظلوم کا میرے سوا کوئی مددگار نہ ہو۔ (طبرانی الصغیر ۱/۳۰)

قدرت کے باوجود مظلوم کی مدد نہ کرنا خود کو عذاب الٰہی کیلئے پیش کرنا ہے

ماضی میں ظلم وتعدی کی قباحت اور عنداللہ مظلوم کی آہ وفریاد کی قبولیت ومنزلت کا اندازہ ہو چکا ہے۔ مظلوم خواہ ملحد وکافر ہی کیوں نہ ہو مگر وہ عیال اللہ ہے، بندہ تو اللہ ہی کا ہے خواہ وظیفۂ عبدیت نہ ادا کرتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر مظلوم کی مدد ونصرت فرماتے ہیں۔ اوراس کی آہ وفغاں کو سنتے ہیں۔ خاص کر ایسا مظلوم جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا اس دنیا میں کوئی مددگار نہ ہو۔ اس کی مظلومیت قدرتِ الٰہیہ کو بہر جہت متوجہ کر لیتی ہے۔ ماضی میں آپ ایک بوڑھی نادار خاتون کا سچا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ عراق کے بادشاہ نے محل کے قریب اس کی جھونپڑی کو پھنکوادیا تھا، خاتون کی عدم موجودگی میں، جب خاتون آئی، اور اپنی جھونپڑی نہیں دیکھی بولی یہ کیا ہوا۔ لوگوں نے جواب دیا: تو نہ تھی اس لیے اس کو بادشاہ

نے پھنکوادیا۔ آسمان کی طرف دیکھا اور زبان پر تھا: یارب! میں نہ تھی مگر تو تو موجود تھا، بس آن واحد میں بادشاہ کا پورا محل زمین میں دھنس گیا۔ الغرض حدیث قدسی میں ایک اور زجر و تنبیہ آئی کہ جو شخص مظلوم پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے اور قدرت بھی ہو کہ ظالم کو ظلم سے روکے اور مظلوم کی مدد کر سکے پھر بھی مدد نہیں کرتا، تو حق جل مجدہ جس طرح ظالم سے انتقام لیں گے اس شخص سے بھی انتقام لیں گے۔ دیر یا سویر۔ مگر دونوں ہی رب العزت کی بارگاہ میں مجرم ہیں۔ ظالم کا جرم زیادہ ہے تو انتقام بھی بحیثیت جرم ہوگا، اور اس کا جرم کم ہے تو انتقام بھی اسی کے بقدر ہوگا۔ قرآن مجید میں ظالموں کے سلسلہ میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ظالم کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو ظلم سے پاک فرمائے۔ اب تو عدل وانصاف پر استعجاب ہوتا ہے اور ظلم وستم پر داد تحسین دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات عالم کا لاشریک رب ہے۔ اسی کی قدرت وقوت سے دنیا کا نظام چل رہا ہے ورنہ ہم اپنی تباہی کے اسباب کو مکمل کر کے آگے نکل چکے ہیں۔ غیروں کا کیا گلہ اپنوں نے بھی کچھ نہیں چھوڑا۔ افسوس ہوتا ہے ظلم کر کے ہم خوش ہوتے ہیں اور اپنے احباب کے درمیان فخر ومباہات کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور جب ہلکی سی گرفت ہوتی ہے تو بلبلاتے ہیں، آستانوں پر بھاگتے ہیں، نجات کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور ظلم سے توبہ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں مولانا آیت کریمہ کا ختم کرایا مگر حالات نہیں بدلے، ارے نادانو! پہلے ظلم وستم سے توبہ کرو مظلوم سے معافی مانگو۔ ان کا حق جو دبایا ہوا ہے ادا کرو، حالات خود ہی ربّ العزت بدل دے گا۔ نجاست کو گلے لگائے ہوئے ہو اور سمندر میں غوطہ لگا رہے ہو، ظلم وستم کا پہاڑ سر پر اٹھائے ہوئے ہو، اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہو، شکر بجالاؤ کہ عذاب وعقاب میں حلیم وغفور نے مبتلا نہیں کیا، موقع غنیمت جانو، توبہ کرو، ایمان کو ظلم سے پاک کرو، رحمت تو اترنا چاہتی ہے مگر رکاوٹ تمہارا ظلم ہے۔

بَابُ : (لَأَنْتَقِمَنَّ مِنَ الظَّالِمِ فِی عَاجِلِهِ ......)

باب: میں ضرور بالضرور ظالم سے انتقام لوں گا

(۳۱۲) لِلْحَاكِمِ فِی الْكُنٰی، وَ الشِّيرَازِیِّ فِی الْأَلْقَابِ، وَ الطِّبْرَانِیِّ فِی الْكَبِيرِ، وَ الْخَرَائِطِی فِی مَسَاوِیءِ الْأَخْلَاقِ، وَ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : ”وَ عِزَّتِی وَ جَلَالِی لَأَنْتَقِمَنَّ مِنَ الظَّالِمِ فِی عَاجِلِهِ وَ آجِلِهِ، وَ لَأَنْتَقِمَنَّ مِمَّنْ رَأَى مَظْلُوْماً فَقَدَرَ أَنْ يَنْصُرَهُ فَلَمْ يَنْصُرْهُ.“

[ضعيف] (كما فی الكنز ج۳/ ۷٦٤١، والإتحافات ۲۱۹)

ظالم سے حق جل مجدہ کا انتقام لینا

(۳۱۲) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق عز وجل فرماتے ہیں: مجھے میری عزت اور جلالت شان کی قسم میں ظالم سے ضرور انتقام لوں گا خواہ فوراً لوں یا تاخیر سے اور اسی طرح اس شخص سے بھی ضرور انتقام لوں گا، جو مظلوم پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے اور مدد کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو، اور مدد نہ کرے۔ (کنز العمال ۳/ ۷٦٤١)

مظلوم کی فریاد عرش تک جاتی ہے

ظلم وتعدی خواہ کسی کی جانب سے ہو، فعل قبیح اور نا قابل معافی جرم ہے، امن عامہ میں ظلم وتعدی سے خلل واقع ہوتا ہے، کسی بھی مذہب وملت میں اس کو روا نہیں رکھا گیا، اور اسلام تو مکمل عدل وانصاف کا مذہب ہے، اور ظلم وتعدی کے خاتمہ کا نام غلبۂ اسلام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ظالم حق سبحانہ وقدوس کی گرفت سے کسی بھی طرح نہیں بچ سکتا، خواہ فوراً پکڑ لیا جائے یا مہلت ملنے کے بعد، دنیا کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ظالم حکمراں یا قوم کس طرح تباہ وبرباد ہوئی ہے۔ مظلوم اگر کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی فریاد ربّ العالمین سنتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ فرشتے اس کو بادلوں کے اوپر سے لے جاتے ہیں یعنی احکم الحاکمین کی عدالت تک بلا کسی حجاب کے جاتی ہے، اس لیے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کافر تو حکومت کرسکتا ہے مگر ظالم کی حکومت پائیدار نہیں

ہوگی۔ اسی طرح مظلوم کی مدد نہ کرنے والا جو قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے اللہ پاک اس کو بھی سزا دیں گے اور اس سے انتقام لیں گے۔

بترس از آں مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت ازدرحق بحر استقبال می آید

بَابُ : (فِي تَحْذِيرِ الْحَاكِمِ مِنَ الظُّلْمِ)

باب: حاکم کو ظلم سے ممانعت کی حدیث

(٣١٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَلَكٌ آخِذٌ بِقَفَاهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِنْ قَالَ: أَلْقِهُ، أَلْقَاهُ فِي مَهْوَاةٍ أَرْبَعِينَ خَرِيْفًا."

[ضعيف] (أخرجه ابن ماجه ج٢/ ٢٣١١)

قیامت کے دن حکّام کی گردنیں فرشتوں کے ہاتھوں میں

(۳۱۳) ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب بھی کوئی حاکم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ ایک فرشتہ اس کی گردن کو پیچھے سے پکڑے ہوا ہوگا اور اس کا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوگا، اگر حکم ہوا کہ اس کو ڈال دو (یعنی جہنم میں) تو اس کو چالیس خریف گہرائی میں ڈال دیا جائے گا۔ (ابن ماجہ۲/۲۳۱۱)

قیامت کے دن حکام کی ذلت و بے بسی اور جہنم کے ستون سے بندش

(٣١٤) لِأَبِي سَعِيْدٍ النَّقَّاشِ فِي كِتَابِ الْقُضَاةِ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ رضي الله عنه:

"يُؤْتَى بِالْحُكَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بِمَنْ قَصَّرَ وَ بِمَنْ تَعَدَّى، فَيَقُوْلُ: أَنْتُمْ خُزَّانُ أَرْضِي، وَ رِعَاءُ عَبِيْدِي، وَ فِيْكُمْ بُغْيَتِي، فَيَقُوْلُ لِلَّذِي قَصَّرَ: مَا

حَـمَـلَکَ عَـلَـى مَا صَنَعْتَ؟ فَيَقُوْلُ: رَحِمْتُهُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَنْتَ أَرْحَمُ بِعِبَادِی مِنِّـی! وَ يَـقُوْلُ لِلَّذِی تَعَدَّی: مَا حَمَلَکَ عَلَی الَّذِی صَنَعْتَ؟ فَيَقُوْلُ: غَضَباً مِنِّیْ، فَيَقُوْلُ : اِنْطَلِقُوا بِهِمْ فَسُدُّوْا بِهِمْ رُكْناً مِنْ أَرْكَانِ جَهَنَّمَ.''

[حسن] (كما في كنز العمال ج ٦/ ١٤٧٧١)

(۳۱۴) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، قیامت کے دن حکام کو ان لوگوں کے ہمراہ لایا جائے گا جن (لوگوں) کے حقوق میں کمی کی ہوگی یا جن لوگوں کے اوپر ظلم وتعدی کیا ہوگا، ارشاد ہوگا: تم لوگ میری زمین میں خازن تھے، میرے بندوں کی امید تھے اور تم لوگ میرے بندوں کی جائے پناہ تھے، جس نے حقوق میں کوتاہی کی ہوگی، اس سے کہا جائے گا: تم کو حقوق کی کوتاہی پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے رحم کیا۔ ارشاد ہوگا: تم لوگ مجھ سے زیادہ میرے بندوں پر مہربان تھے، اور پھر جس نے تعدی وظلم کیا ہوگا اس سے ارشاد ہوگا: تجھ کو ظلم پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ عرض کرے گا: محض میرے غصے نے، ارشاد ہوگا: ان کو لے جاؤ اور جہنم کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دو۔ (کنز العمال ۶/۱۴۷۷۱)

حکمراں اور والیوں کے ساتھ غیظ وغضب کا معاملہ

(۳۱۵) لِأَبِی يَعْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ:

''يُـؤْتَـی بِـالْوُلَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَادِلِهِمْ وَ جَائِرِهِمْ، حَتّٰی يَقِفُوْا عَلَی جِسْرِ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:

فِيْـكُـمْ طِـلْبَتِـی فَـلَا يَبْـقَی جَائِرٌ فِی حُكْمِهِ، مُرْتَشِيٍ فِی قَضَائِهِ، مُمِيْلٍ سَـمْعَهُ أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ إِلَّا هَوَی فِی النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً، وَ يُؤْتَی بِالرَّجُلِ الَّذِی ضَـرَبَ فَوْقَ الْحَدِّ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: لِمَ ضَرَبْتَ فَوْقَ مَا أَمَرْتُکَ؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! غَـضِبْـتُ لَکَ، فَيَـقُوْلُ: أَكَانَ لِغَضَبِکَ أَنْ يَكُوْنَ أَشَدَّ مِنْ غَضَبِی؟!! وَ يُؤْتَی بِـالَّـذِی قَـصَّـرَ فَيَـقُـوْلُ: عَبْـدِی لِـمَ قَصَّرْتَ؟ فَيَقُوْلُ: رَحِمْتُهُ، فَيَقُوْلُ :أَ كَانَ

لِرَحْمَتِکَ أَنْ تَکُوْنَ أَشَدَّ مِنْ رَحْمَتِی؟!!.“
[حسن لغيره] (كما في كنزالعمال ج٦/ ١٤٧٦٩)

(٣١٥) ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، قیامت کے دن حکام اور والیوں کو لایا جائے گا جس میں عادل و ظالم سبھی ہوں گے، پھران کو پل صراط پر روک دیا جائے گا، حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے:

تم لوگوں کے ذمہ میرا حق (یعنی میرے بندوں پر جوظلم کیے ہوئے ہو باقی) ہے۔ اس وقت کوئی حاکم و والی ایسا نہیں بچے گا جس نے اپنے فیصلہ میں جور وظلم کیا ہو، یا اپنے قضاء و فیصلہ میں رشوت لیا ہو، یا دونوں فریق میں سے کسی ایک کی جانب بات سننے میں زیادہ توجہ دی ہو، سب کے سب جہنم میں ستر خریف نیچے گر جائیں گے۔ الامان والحفیظ!

پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جس نے اللہ پاک کی متعین کردہ حد سے زیادہ کوڑے لگایا ہوگا، حق جل مجدہ فرمائیں گے: میرے بندے تو نے فلاں شخص کو میرے دیئے گئے حکم سے زیادہ کوڑے کیوں لگائے؟ (یعنی حدودِ الٰہیہ کی متعین کردہ سزا سے زیادہ تو نے کیوں دلوائی اور کوڑے کیوں لگوائے؟) وہ عرض کرے گا: یا اللہ میں تیری ذات کے لیے اس پر غصہ ہوا تھا اس لیے متعین کردہ سزا سے زیادہ سزا دی۔ حق جل مجدہ فرمائیں گے: کیا تیرا غضب وغصہ میرے غضب و غصّے سے زیادہ شدید وسخت تھا؟ پھر اس حکمراں و والی کو جس نے اللہ پاک کی مقرر کردہ حدود میں کمی وتخفیف کی تھی، اس سے کہا جائے گا: میرا بندہ تو نے میرے حدود میں کمی کیوں کی؟ وہ عرض کرے گا: یا اللہ میں نے اس پر رحم و کرم کیا۔ ارشاد ہوگا: کیا تیرے اندر مادۂ رحمت ورافت مجھ سے زیادہ موجود ہے؟
(کنزالعمال ٦/ ١٤٧٦٩)

حاکم وقاضی کو پل صراط پر روک لیا جائے گا

حق جل مجدہ نے انسان کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے، اس لیے اس پر ضروری ہے کہ ربّ العزت کے حکم پر خود بھی چلے اور لوگوں کے معاملات کے فیصلے عدل و انصاف

کے ساتھ شریعتِ الٰہی کے موافق کرتا رہے، کیونکہ خواہش نفس انسان کو راہِ حق، اور اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی سے بھٹکا دیتی ہے اور جو راہِ حق سے بہکا اور بھٹکا، پھر اس کا ٹھکانہ وہی ہوگا جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے۔ کیونکہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی وہی شخص کرتا ہے جس کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ رب العزت کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔ اور عدل وانصاف کو پامال نہ کرے۔ آخر بار بار اللہ رب العزت نے ﴿وَ اَقْسِطُوْا "یا" اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ کیوں فرمایا: بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔ (المائدہ،۴۲)

قسط وعدل ہی اس امت کی زینت وشان امتیازی ہے ہماری عدالتوں کا طرۂ امتیاز وتمغۂ ناز ہی قرآن کا عادلانہ نظام ہے، جہاں مظلوم کی دادرسی ہوتی رہی، اور ظالم کے پنجہ کو کچل دیا گیا۔ اس لیے حاکم وقضاۃ کو خلیفۃ اللہ بن کر رعایا کے ساتھ انصاف کرنا چاہیئے، اگر عدالت میں انصاف نہ ہوگا تو پھر کہاں ہوگا؟ اگر منصف ہی ظلم وستم کرنے لگے تو پھر مظلوم پر تو دوہرا ظلم ہوجائے گا۔ اس لیے ان حکام وقضاۃ کو پل صراط پر اپنی صفائی کے لیے روک لیا جائے گا۔ عدل وانصاف کی صورت میں جنت یا پھر عذاب نار العیاذ باللہ۔

حاکم وقاضی کے حکم پر احکم الحاکمین کا آخری فیصلہ

قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی شریر ظالم اور بدمعاش کیوں نہ ہو مگر اس کے حق میں بھی تمہارا دامنِ عدالت ناانصافی کے چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے۔ یہ ہی وہ خصلت ہے جس کے سہارے زمین وآسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حق جل مجدہ نے قرآن حکیم میں بہت ہی خوبصورت اور پیار سے ہم کو یہ بات بتلائی کہ تم جو بھی فیصلہ کرو گے وہ آخری فیصلہ نہ ہوگا، بلکہ آخری فیصلہ احکم الحاکمین، ربّ العالمین کا ہوگا جو تمہارے فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تم پر ہوگا۔ تم خواہ مخواہ کے لیے دوسروں

کی خاطر اپنی عاقبت کو برباد نہ کرو، تم جاہل و نادان نہ بنو۔ دیکھنا عدل وقسط کو نہ چھوڑنا، کیونکہ عدالت میں انصاف ہوگا اور تم منصف رہو گے تو یہ عین رضاء الٰہی اور مرضی مولیٰ ہے اور تم جنتی ہو، یا پھر تم حدود الٰہی میں کمی کرو گے تو تم مجرم ٹھہرے، اور تمہارا جرم بڑا ہوگا کہ تم منصف بن کر اللہ تعالیٰ کے حدود کو کم کر رہے ہو، آیا یہ تمہارا عمل اس مجرم پر محبت ورحمت و رافت کی بنیاد پر اگر ہے تو کیا تم اللہ پاک ارحم الراحمین سے زیادہ خلق پر مہربانی دکھلا رہے ہو، خالق سے زیادہ مخلوق پر تمہاری یہ جھوٹی شفقت ورافت تم کو ربّ العالمین کی بارگاہِ عالیہ کا مجرم قرار دیتی ہے اور تم اس خام خیالی میں نہ رہو کہ تم نے کوئی بھلا کیا یا مجرم کے ساتھ بھلائی کی ہے، تمہاری یہ حرکت مجرم کو جرم کا عادی بنادے گی۔ اور تم معاشرہ میں بدامنی و بدکرداری کے گویا نگراں ہوا اور ربّ العالمین کی نگاہ میں اس مجرم سے بڑے مجرم تم خود ہو۔

یا پھر تم اس مجرم کو شرعی حدود وقیود سے زیادہ سزا دو گے تو کیا تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ شریعت مطہرہ کے پاسبان وغیور اور محافظ شریعت ہو۔ اس لیے جو حکم شریعت نے تعزیرات کا دیا تم تو اللہ تعالیٰ کے نائب بن کر بلا کم وبیش مخلوق پر نافذ کردو، اسی میں دونوں کی دونوں جہان میں بھلائی ونجات ہے۔

اس لیے حدیث میں اربعین خریف یعنی چالیس سال جہنم میں گرتا رہے گا یا پھر رشوت خور تھا تو ستر سال مسلسل جہنم کے اندر نچلے طبقے میں گرتا رہے گا۔

خلیفۃ اللہ اور بادشاہ میں فرق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر کہ خلیفہ و بادشاہ میں کیا فرق ہے؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلیفہ وہ ہوتا ہے جو رعایا میں انصاف کرے، سب لوگوں کے درمیان معاش روزی روٹی کی تقسیم ایک جیسی کرے اور رعایا پر ایسی شفقت کرے جیسے آدمی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے۔ اور اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کرے۔

ایک اور موقع پر حضرت سلمانؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے ایک درہم یا اس سے کم وبیش کچھ بھی وصول کریں اور غیر مستحق، بے جا مقام پر اس کو

دیدیں تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔ ایک اور شخص نے حضرت عمرؓ کو کہا خلیفہ حق پر لیتا ہے، اور حق پر دیتا ہے، اور بادشاہ ظلم کرتا ہے یعنی ظلماً لوگوں سے لیتا ہے۔ اور بے جا جگہ خرچ کرتا ہے اور آپ ایسے نہیں ہیں۔

دوطرح کے قاضی جہنم میں اور ایک جنت میں

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دوطرح کے قاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ وہ قاضی جو حق کو جانتا پہچانتا ہے اور اسی کے موافق فیصلہ کیا وہ جنت میں اور وہ قاضی جو حق وصواب کو جانتے پہچانتے ہوئے ظلماً جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرتا ہے یا بغیر علم کے فیصلہ کرتا ہے دونوں ہی جہنم میں جائیں گے، بغیر علم کے فیصلہ کرنے والا جہنم میں اس لیے جائے گا کہ پہلے اس کو احکام شرعیہ کا علم سیکھنا چاہیئے پھر منصب قضا پر آنا چاہیئے۔

عادل حکمراں

مسلم وترمذی کی حدیث میں ہے کہ عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمٰن کی داہنی جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ عادل وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل وانصاف کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ اس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں، اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ ہوں گے جو حکمراں ظالم ہو۔

(گلدستہ ۶/ ۶۹۹، ج ۲، ص ۲۸۲)

عہدہ ومنصب کے لیے کن لوگوں کا انتخاب ہو

مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے کہ کسی بھی شخص کو، حاکم، قاضی، دینی مدارس کا مہتمم یا نگراں یا اعلیٰ افسر بنانے سے پہلے ان کی دینی واخلاقی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، محض ڈگری اور اعلیٰ تعلیم کو بنیاد نہ بنایا جائے؛ بلکہ تقویٰ وطہارت، فکرِ آخرت، خوف وخشیتِ باری، اخلاق

وکردار اور تعلق مع اللہ، صوم وصلوٰۃ، ذوق وشوق، خلقت کی شفقت اور خدمتِ خلق وتواضع کو اہم بنیاد بنایا جائے۔ خاص کر عہدہ ومنصب کا طالب نہ ہو۔ حبِ جاہ کا خبیث روگ نہ ہو۔

جس شخص کا اپنا تعلق ربّ العزّت سے استوار نہ ہوگا، جو اپنے معبود ومسجود کا حق ادا نہ کرتا ہوگا وہ مخلوق کے ساتھ کبھی بھی خیر خواہ نہ ہوگا، اگر ہوگا تو شاذ ونادر ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبویؐ میں نماز کے خشوع وخضوع کی کیفیت دیکھ کر منصب وعہدہ کسی کو دیتے۔ اس میں یہی حکمت تھی کہ جو بندہ اللہ کے ساتھ اپنا ربط رکھتا ہے وہی مخلوق ورعایا پر بھی مہربانی کا معاملہ کرے گا۔ اصل چیز ہے ربط مع اللہ۔ تعلق مع اللہ ایسی نعمت ہے جو تمام حقوق وحدود، فرائض وواجبات پر استقامت کے ساتھ فضلِ الٰہی سے گامزن رکھتی ہے۔

صد افسوس کا مقام

بہت ہی افسوس وصد افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے دینی اداروں میں بھی ان چیزوں کا خیال نہ رہا، جہاں صبح سے شام، قال اللہ کا درس ہوتا ہے احسان کی حدیث پڑھائی جاتی ہے، برھان ربہ کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، مگر دل اللہ کی یاد سے بے خبر، احسان کی کیفیت سے بے شعور، برھان ربہ کے ادراک سے غافل، لَا تَبَاغَضُوْا پر کلام شیریں اور دل تباغض سے بھرا ہوا، لَا تَحَاسَدُوْا پر دل نشین گفتگو اور حسد کی نجاست سے دل پراگندہ۔ عزیزو، بزرگو! دل تو کسی اہل دل کی صحبت ومجلس میں صاف ہوگا، جس طرح قاعدہ بغدادی کا استاذ اور تھا اور بخاری شریف کا اور۔ مولانا قاسم نانوتویؒ، رشید احمد گنگوہیؒ، تھانویؒ، یہ سب کہاں جا کر چمکے ہیں؟ حاجی صاحب کی صحبت میں! آج بھی اللہ والوں سے دنیا خالی نہیں۔ اخلاقِ خبیثہ، حسد، بغض، کینہ، کبر، حبّ جاہ ومنصب اور ان کی باریکیاں کسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں اخلاص کی بنیاد پر حاصل ہوں گی۔ ربّ کریم سمیع ومجیب ہم سب کو نسبت مع اللہ عطا فرمائے اور معائب ونقائص سے نکال کر محاسن کے حصول کے لیے کاملین وصادقین کی معیت اور صحبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

پیش مردِ کامل پامال شو

سب سے صحیح فیصلہ کون کرسکتا ہے؟

(۳۱۶) وَلِابْنِ جَرِیْرٍ رضی اللہ عنہ: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ أَنَّ مُوْسٰیؑ قَالَ:

یَا رَبِّ! أَیُّ عِبَادِکَ أَحْکَمُ؟ قَالَ: اَلَّذِی یَحْکُمُ لِلنَّاسِ کَمَا یَحْکُمُ لِنَفْسِہٖ.“ [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۱۶/ ۴۴۲۶۱)

(۳۱۶) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ربّ العزت آپ کے بندوں میں سب سے صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: وہ شخص جو فیصلہ لوگوں کے لیے کرے وہی فیصلہ اپنے لیے بھی کرے۔

(کنزالعمال ۱۶/ ۴۴۲۶۱)

مَا وَرَدَ فِی ذَمِّ الدُّنْیَا

دنیا کی مذمت

بَابُ : (وَ الَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا ......)

(۳۱۷) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِہٖ یَضْحَکُوْنَ وَ یَتَحَدَّثُوْنَ فَقَالَ:

”وَ الَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا، وَ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا، ثُمَّ انْصَرَفَ وَ أَبکَی الْقَوْمَ، وَ أَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَیْہِ : یَا مُحَمَّدُ! لِمَ تُقَنِّطُ عِبَادِی؟ فَرَجَعَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: أَبْشِرُوا وَ سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا.“

[صحیح] (أخرجه البخاری فی الأدب المفرد ص۹۸/ ۲۵۴)

میرے بندوں کو مایوس نہ کریں

(۳۱۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے۔ لوگ آپس میں باتیں کررہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے، تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم لوگ جان لیتے جو میں جانتا ہوں، تو ہنستے کم اور روتے بہت زیادہ۔ پھر آپ ﷺ یہ کہہ کر واپس ہو گئے اورلوگ پھر خوب روئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وحی بھیجی: یا محمد ﷺ! میرے بندوں کو مجھ سے مایوس نہ کریں۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور فرمایا: خوش رہو اور اپنے اعمال سے اللہ کی ناراضگی کو دور کرو اور استقامت کے ساتھ اعمال پر جمے رہو۔ (الادب المفرد، ص ۹۸/۲۵۴)

باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اے لوگو! تم باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔ (مسند احمد)

میں کہاں؟ دنیا کہاں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بوریئے پر سوئے جسم مبارک پر بوریئے کے نشان پڑ گئے، جب بیدار ہوئے تو میں آپ ﷺ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا: حضور ﷺ ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ اس بوریئے پر کچھ بچھا دیا جائے، حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال تو اس راہرو سوار کی طرح ہے، جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ (گلدستہ ۷/ ۵۲۷)

مغفرت ورحمت کی امید پر استقامت کے ساتھ اعمالِ صالحہ کرتے رہو

رسول اللہ ﷺ پر فکر آخرت کا ہمہ وقت غلبہ رہتا تھا، اور آخرت کی حقیقی و باقی اور ابدی و سرمدی نعمتوں کا مشاہدہ ہو چکا تھا، آپ ﷺ اپنے اصحابؓ میں ایسی ہی کیفیت کو رچانا و بسانا چاہتے تھے، اور ان کو بھی انہی احوال آخرت میں منہمک دیکھنا چاہتے تھے، جن

کا مشاہدہ آپ ﷺ کرتے رہتے تھے۔ خود آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور خلق واسوۂ حسنہ میں تبسم ومسکراہٹ تو آیا ہے مگر ضحک یعنی آواز کے ساتھ کھلکھلا کر ہنسنا نہیں آیا۔ اپنے اصحابؓ کو آپ ﷺ نے جب اس کیفیت میں دیکھا تو آپ ﷺ کو ان کی تربیت وتعلیم کا برمحل موقع ہی نہیں؛ بلکہ غفلت سے متنبہ کرنے کا بر بنائے نبوت ورسالت اور ان پر شفقت کا بھی داعیہ وتقاضا یہی تھا۔ آپ ﷺ نے فوراً آخرت کی طرف متوجہ فرمایا اور اپنے مشاہدہ کو پہلے بیان کیا کہ جو علم و احوالِ آخرت، بقا و دوامِ نعمت، حق جل مجدہ کی رضاء و جنت اور عذاب وعقاب، حسرت ونقمت کا جو مشاہدہ کر چکا ہوں تم لوگ جان جاؤ تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ، یعنی مقام حسرت وشادمانی اس دارِ فانی میں نہیں ہے۔ اس کا مقام تو آخرت ہے۔ یہاں کی وقتی خوشی پر کیا ہنسنا، جو چند لمحات میں ختم ہو جائے گی اور جو چیز غفلت میں ڈالتی ہے اس سے مؤمن کو دور ہی رہنا مناسب ومقاصد اسلام میں ہے۔ قرآن مجید اور سنت حبیب ﷺ دونوں کے مجموعہ سے جو بات ذہن نشین ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ دنیاوی امور کی عظمت کی جگہ تحقیر وتذلیل ہو اور آخرت کی توقیر وتجلیل ہو، یعنی اگر دنیاوی امور مطلوبہ مل بھی گئی تو یہ ملنا کیا؟ کہ چیز ہے اور صاحب خود چل بسے، کبھی چیز چل بسی اور صاحب موجود ہیں جبکہ آخرت تمام تر دوام ہی دوام کا مقام ہے۔

دنیا عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

ہاں یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ اسی دنیا میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہوا، نبوت ورسالت کی تبلیغ کا میدان بنایا گیا۔ قرآن وتمام کتب سماوی کا نزول ہوا، آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجا گیا، ملائکۃ اللہ کو احکام وآیات دے کر انبیاء ورسل کے پاس بھیجا گیا، مخلصین ومتقین، اولیاء واتقیاء ابرار واخیار کی تربیت وتہذیب کی گئی۔ اسی سرزمین پر کعبۃ اللہ کو بیت الحرام ومسجد اقصیٰ کو رکھا گیا اور بے شمار خیرات ونعم کی روحانی ورحمانی تجلیات کی بارش برسائی گئی۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا ان لوگوں کے لیے خیر ہی

خیر ہے، بھلائی ہی بھلائی ہے جو یہاں اللہ عزوجل کے حقوق کو پہچان کر اس کی ادائیگی میں مصروف ہیں اور مرضی مولیٰ میں منہمک رہ کر پوری زندگی حقوق وحدود کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے دنیا سے سلامتی کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ دار دنیا میں حلال کو حلال، حرام کو حرام جانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر استقامت کے ساتھ جما رہا۔ خیر کی دعوت میں اتباع ہوی سے بچ کر اتباع ہدیٰ اور حق پر جما رہا۔

الغرض دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے، آخرت کو جملہ امور میں مقدم رکھے **وللآخرۃ خیر لک من الاولی** کی تعبیر وعنوان بن جائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾

رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی **اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَ غَمِّنَا وَ لَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَ لَا غَايَةَ رَغْبِنَا . اَللّٰهُمَّ آمِين۔**

دوسری جگہ دعا میں آیا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلَى دِيْنِی بِالدُّنْيَا وَ عَلَى آخِرَتِی بِالتَّقْوٰى

تو دنیا آخرت کی کھیتی ہے نہ کہ آخرت کی بربادی وتباہی کا ذریعہ۔ جو لوگ دنیا میں مصروف عبادت واطاعت ہیں وہ خوب عقلمند ہیں دنیا کو صحیح برتنے والے ہیں۔ اللہ ہمیں غافلین میں نہ بنائے۔ آمین!

مومن کے لیے مایوسی نہیں

حق جل مجدہ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے، جنھیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک ایمان والے مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔

رسول اللہ ﷺ کی تذکیر بلیغ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر جو فکر آخرت کا جذبہ رسول اللہ ﷺ دیکھنا چاہتے تھے وہی نمایاں ہوگیا کہ سب کے سب آہ وبکا

میں غرق ہو گئے۔یکسر کیفیت بدل گئی،فکر آخرت کا غلبہ ہی نہیں خوف وخشیت کا فیضان ہوگیا عبدیت کے آنسو بارگاہِ حق میں پہنچ گئے۔ رب العزت کی بے نیاز جناب میں نیازمندانہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انابت ورجوع الی اللہ رنگ لایا۔قبولیت کے مقام سے نوازا گیا،حق جل مجدہ نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحابؓ کا بلبلانا،تلملانا، بارگاہ حق میں رنگت لانا، سے باخبر کیا گیا اوراللہ کا پیغام پیغمبر کوملا کہ ان کو جا کر ہدایت ربانی سنادیں کہ استقامت کے ساتھ اعمال صالحہ پر جمے رہیں اور مایوس نہ کریں۔اپنے اعمال سے ناراضگی کے اسباب واعمال سے دوررہیں اسی میں ان کی بشارت وجنت چھپی ہوئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضىٰ وَ اجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِنَ الْاُوْلٰى.

مومن پر تنگی وتنگدستی کی حکمت

(۳۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

"تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! عَبْدُكَ الْمُؤْمِنُ تَزْوِي عَنْهُ الدُّنْيَا وَ تُعرِّضُهُ لِلْبَلَاءِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ بِكَ، فَيَقُوْلُ: اِكْشِفُوا عَنْ ثَوَابِهِ فَإِذَا رَأَوْا ثَوَابَهُ تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! مَا يَضُرُّهُ مَا أَصَابَهُ فِي الدُّنْيَا، وَ تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! عَبْدُكَ الْكَافِرُ تَبْسُطُ لَهُ فِي الدُّنْيَا، وَ تَزْوِي عَنْهُ الْبَلَاءَ وَ قَدْ كَفَرَ بِكَ فَيَقُوْلُ: اِكْشِفُوْا عَنْ عِقَابِهِ، فَإِذَا رَأَوْا عِقَابَهُ قَالُوْا: يَا رَبِّ! مَا يَنْفَعُهُ مَا أَصَابَهُ فِي الدُّنْيَا." [ضعيف] (أخرجه أبو نعيم فى الحلية ج۴ ص۱۲۳)

(۳۱۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

فرشتے عرض کرتے ہیں: ربّ العالمین! تیرا وہ مومن بندہ ہے جس پر دنیا میں کھانے پینے رہنے سہنے کے اعتبار سے تو نے تنگی کر رکھی ہے اورمصیبت و بلاء اس پر مسلط ہے، حالانکہ وہ تومومن کامل ہے؟ (یا اللہ اس میں کیا بھید ہے؟) حق جل مجدہ ارشاد

فرماتے ہیں: فرشتو! اس بندہ کے لیے جو اجر وثواب میں نے لکھا ہے، ذرا ان فرشتوں پر واضح کردو، جب وہ فرشتے اجر وثواب دیکھتے ہیں تو عرض کرتے ہیں: ربّ العالمین! دنیا میں ان کو کتنی ہی تکلیف ومصیبت ہو کوئی پرواہ نہیں۔ اور فرشتے عرض کرتے ہیں: ربّ العالمین تیرا ایک بندہ کافر ہے، جس پر تو اپنی دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کھولے ہوا ہے اور تکلیف وبلاء اس پر آتی نہیں، جبکہ وہ نافرمان ہے (اس میں کیا بھید ہے؟) ارشاد ہوا: ذرا فرشتو! اس کا آخرت میں عذاب وعقاب ان لوگوں پر ظاہر کردو، فرشتے جب اس کو دیکھتے ہیں، تو عرض کرتے ہیں: ربّ العالمین! جو کچھ ان کو دنیا میں ملا ہے اس عذاب وعقاب کے مقابلے میں ذرا بھی سودمند نہیں۔ (حلیۃ ۴/۱۲۳)

مومن پر بلائیں اور کافر پر کشادگی کیوں؟

(۳۱۹) عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

" شَكَى نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ: يَا رَبِّ! يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ عَبِيْدِكَ يُؤْمِنُ بِكَ وَ يَعْمَلُ بِطَاعَتِكَ فَتَزْوِى عَنْهُ الدُّنْيَا وَ تَعْرِضُ لَهُ الْبَلَاءَ، وَ يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ عَبِيْدِكَ يَكْفُرُ بِكَ وَ يَعْمَلُ بِمَعَاصِيكَ فَتَزْوِى عَنْهُ الْبَلَاءَ وَ تَعْرِضُ لَهُ الدُّنْيَا، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ: إِنَّ الْعِبَادَ وَ الْبَلَاءَ لِى، وَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ. إِلَّا وَ هُوَ يُسَبِّحُنِى وَ يُكَبِّرُنِى وَ يُهَلِّلُنِى. أَمَّا عَبْدِى الْمُؤْمِنُ فَلَهُ سَيِّئَاتٌ فَأَزْوِى عَنْه الدُّنْيَا وَ أَعْرِضُ لَهُ الْبَلَاءَ، حَتّٰى يَأْتِيَنِى فَأَجْزِيَهُ بِحَسَنَاتِهِ، وَ أَمَّا عَبْدِى الْكَافِرُ فَلَهُ حَسَنَاتٌ فَأَزْوِى عَنْهُ الْبَلَاءَ وَ أَعْرِضُ لَهُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَنِى فَأَجْزِيهُ بِسَيِّئَاتِهِ."

[ضعيف] (أخرجه أبونعيم فى الحلية ج ٨ص١٢٣)

(۳۱۹) ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ کی بارگاہ میں انبیاء کی جماعت میں سے ایک نبی نے شکایت کی کہ:

ربّ العزت! آپ کے بندوں میں سے ایک بندہ آپ پر ایمان لاتا ہے اور آپ

کی بھرپور عبادت واطاعت کرتا ہے اور دنیاوی راحت ونعمت سے اس کو آپ نے تنگی میں رکھا ہے اور اس پر مصیبت و بلا کو آپ نے مسلط کر دیا ہے۔ اور آپ کے بندوں میں سے ایک بندہ پکا کٹّر کافر ہے، ہر وقت بغاوت ومعصیت میں غرق رہتا ہے اس سے آپ بلاء و مصیبت کو ٹالے ہوئے ہیں اور دنیاوی تمام عیش وعشرت اس کو عطا کیے ہوئے ہیں (اس کی کیا حکمت ہے؟) حق جل مجدہ نے وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے اور بلاء بھی میری جانب سے، سنو! اس کائنات عالم میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو میری تسبیح وتکبیر اور تہلیل میں مشغول نہ ہو اور میرا یہ بندہ مومن اس کے کچھ گناہ وسیئات ہیں جن کی وجہ سے میں نے دنیاوی نعمتوں کو دور کر رکھا ہے اور بلاؤں کو قریب (تاکہ دنیاوی سیئات ومعاصی کا کفارہ دنیا میں ہی بلاء ومصیبت سے ہو جائے) ہاں جب میرے پاس آئے گا تو میں اس کی تمام حسنات و طاعات کا بدلہ دوں گا (اور یہاں میرے پاس خوش وخرم رہے گا) اور میرا کافر بندہ اس کی کچھ بھلائیاں تھیں جس کا نقد بدلہ دنیا میں مصیبت و بلا کو ٹال کر دنیاوی عیش وعشرت دے کر چکا دیا، ہاں! جب وہ میرے پاس آئے گا تو اس کو اپنی سیئات ومعاصی کا انجام بھگتنا پڑے گا۔ (حلیہ ۱۲۳/۸)

حق تعالیٰ ہی خوب بہتر جانتا ہے

حق تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کس وقت کس پر کس قدر خرچ کیا جائے۔ کبھی ایک وفادار کو امتحان یا اصلاح حال کی غرض سے تنگی اور عسرت میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اس کی وفاداری کے صلہ میں نعمائے آخرت سے پہلے دنیوی برکات کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک مجرم متمرد پر کبھی آخرت کی سزا سے پہلے تنگ حالی، ضیق عیش اور مصائب وآفات دنیوی کی سزا بھیجتا ہے۔ اور کسی وقت دنیوی ساز وسامان کو فراغ کر کے مزید مہلت دیتا ہے کہ یہ اللہ کے احسانات سے متاثر ہو کر اپنے فسق و فجور پر کچھ شرمائے اور یا اپنی شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر کے انتہائی سزا کا مستحق ہو ان مختلف احوال واغراض اور متنوع حکمتوں کی موجودگی میں کسی شخص کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ

اللہ کی اطلاع یا قرائن واحوال خارجیہ کی بناء پر کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے، یا ڈاکٹر کسی مریض کا ہاتھ کاٹے، دونوں کی نسبت ہم احوال خارجہ اور قرائن سے سمجھ لیتے ہیں کہ ایک بطور سزا اور دوسرا از راہ شفقت وعلاج کاٹا گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دل پسند چیز ملنا سعادت کی دلیل نہیں

حضرت عتبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی بندہ گناہوں پر جما ہوا ہو اور دنیا میں ہر دل پسند چیز اس کو ملتی رہے تو (سمجھ لو) کہ یہ محض ڈھیل ہے۔ پھر حضور ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (انعام:٤٤)

موضح القرآن میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''گنہگار کو اللہ تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے، اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلا وادیا اور وسعت عیش کے دروازے کھولے، جب نعمتوں کی شکر گزاری اور انعام واحسان سے متأثر ہونے کے بجائے خوب گناہ میں غرق ہوا تو دفعتہً بے خبر پکڑا گیا۔''

مومن کو معاصی کی سزا، اور کافر کو بھلائی کی جزا دنیا میں ہی دیدی جاتی ہے

حق جل مجدہ کی حکمت بالغہ مخلوقات کی معلومات سے بہت ہی بلند تر ہے، اور انسان کی عقل نارسا کی دسترس وہاں تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتی، الا یہ کہ وہ ذات حق اپنی حکمت کو خود ہی بیان نہ کردے۔ اس حدیث میں بتلا دیا گیا کہ مومن پر جو مصیبت وپریشانی ،آفات وبلیات، آزمائش واحوال آتے ہیں وہ ہماری خود کردہ معاصی وخطا کی تطہیر وتغسیل کے لیے ہوتی ہے، تاکہ آخرت میں ہمیں اس کی سزا بھگتنی نہ پڑے، اور وہاں بالکل ہی راحت وعافیت کے ساتھ جنت کا داخلہ مل جائے، اور دنیاوی گندگیوں کی صفائی دنیاوی زندگی میں ہی ہوجائے۔ وہاں کے لیے کچھ نہ رکھا جائے یہ بھی ارحم الراحمین کی مومنوں کے

ساتھ عنایت و نہایت درجہ کی شفقت و رحمت ہے، ہماری نگاہ مصائب پر پڑتی ہے، اور آخرت کی اس نعمت و رحمت پر نہیں جاتی جو معاصی کو مصائب کی شکل میں ختم کر دیتی ہے۔ کیا دنیاوی مصائب جو چند دنوں کی ہوگی آخرت کی پریشانی کا مقابلہ کرسکتی ہیں، مگر قربان جایئے ربّ کریم کے رحم وکرم پر کہ ہماری بڑی نا قابل برداشت مصیبتوں کو ختم ہونے والی چند دنوں کی بیماری و پریشانی کے ذریعہ دنیا میں ہی صاف و پاک کردیا۔ سچ ہے اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے۔ وہ اہل ایمان کو دنیا میں ہی پاک کرکے آخرت کی طرف رواں دواں کرتا ہے۔اس نے ہماری جنت کو بھی پاک بنایا ہے ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ، تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ آخرت میں ہرطرح کی سلامتی و پاکی ہوگی۔

اور کافر و بے ایمان لوگوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ان سے کوئی بھلائی دنیا میں ہوئی تو اس کی بھلائی کا بدلہ وصلہ دنیا میں ہی صحت وتندرستی، مال و دولت، خوشحالی وفراوانی اورعیش وعشرت کی شکل میں دے دی جاتی ہے اور آخرت کی تمام تر راحت و آرام سے محروم رہتا ہے۔

حق جل مجدہ نے فرشتوں کو دونوں کا مستقر وآخری انجام دکھلایا تو فرشتہ نے عرض کیا: ربّ العزت! مومن کا آخری مقام جنت دیکھ کر دنیاوی بلاء والم تو کچھ بھی نہیں، اور کافر کا عذاب وعقاب دیکھ کر دنیاوی عیش وعشرت کچھ بھی نہیں۔ الغرض عارضی راحت ومسرت اورمومن کو جوآخرت کی ابدی وسرمدی جنت ونعمت حاصل ہوگی اس کے اعتبار سے دنیاوی مصیبت کا چنداں اعتبار نہیں۔ عقلمند ودانا وہی ہے جو آخرت پر نگاہ رکھے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ ایک بار لمحہ بھر دخول جنت دنیا کی تمام آلام ومصائب کو بھلا دے گا۔ اورایک بار لمحہ بھر جہنم کا داخلہ دنیاوی تمام راحت ومسرت کو بھلادے گا اور دونوں ہی قسم کھائیں گے کہ نہ مجھے آرام ملا، اورمومن کہے گا، واللہ کبھی مجھے دکھ نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو صحیح طرح سے راہِ راست پر استقامت وعافیت کے ساتھ رکھے۔ آمین!

دنیا نہایت ہی بدبودار ہے

(٣٢٠) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"يُجَاءُ بِالدُّنْيَا مُصَوَّرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَقُوْلُ: يَا رَبِّ! اِجْعَلْنِي لِرَجُلٍ مِنْ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَنْتِ أَنْتَنُ مِنْ ذٰلِكَ بَلْ أَنْتِ وَ أَهْلُكِ فِي النَّارِ." [ضعيف] (أخرجه أبونعيم فى الحلية ج١٠ ص٧٣)

(٣٢٠) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن دنیا کو شکل وصورت میں لایا جائے گا، دنیا بارگاہ ایزدی میں عرض کرے گی: رب تبارک وتعالیٰ ادنی اہل جنت کے مقام کے برابر مجھ کو رتبہ عطا کر دیا جائے، حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: اے دنیا! تو بہت ہی زیادہ بدبودار ہے، بلکہ تو اور تیرے اہل وابناء (بیٹے) سبھی جہنم میں داخل ہوں گے۔ (حلیۃ ۱۰/۷۳)

تو اور تیرے اہل جہنم ہی کے مستحق ہیں

حق جل مجدہ کی ذات عظیم قدرت وقوت کی مالک ہے۔ عالم آخرت عالم حقیقت ہوگی، وہاں نیکیاں حسین وخوبصورت جس طرح شکل اختیار کریں گی وہیں ان کے اندر جاذبیت وکشش ہوگی۔ خوشبو بھی ہوگی، اُحد کے موقع پر حضرت عمیرؓ صحابی نے قسم کھا کر کہا تھا، میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اور چند کھجور کو کھاؤں یہ عمر بھی اب گوارہ نہیں اور اس کو ہاتھ سے پھینکا اور میدان میں کود گئے اور شہید ہوگئے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام کے صفحات میں درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کے اندر جہاں حسن وجمال ہیں وہاں خوشبودار غیر معمولی مہک ومعطر کر دینے والی خاصیت وصلاحیت بھی ہیں۔ آج بھی بعض ذاکرین ذکر اللہ کے وقت منہ میں مٹھاس اور ماحول میں غیر معمولی خوشبو ومہک محسوس کرتے ہیں اور خاص کر درود پڑھتے وقت تو ایسی خوشبو کا ادراک ہوتا ہے

جو بیان سے باہر اور ادراک سے تعلق رکھتی ہے، دوسروں کو محسوس نہیں کرایا جاسکتا۔ بعینہٖ اسی طرح استغفر اللہ، گناہ ومعاصی اور امورِ دنیاوی اور حصولِ دنیا میں غفلت وظلمت ،کدورت ونحوست، غلاظت ونجاست ہے، آپ حدیث میں پڑھیں گے کہ مومن کی روح قبض کر کے خوشبودار غلاف میں لے جائی جاتی ہے جس سے تمام جہان معطر ہوجاتا ہے، اور کافر کی روح بدبودار ہوتی جس سے تمام جہان بدبودار ہوجاتا ہے۔ اوّل کے لیے فرشتے کی دعا ہوتی ہے اور دوسرے کے لیے لعنت و پھٹکار برستی ہے۔

اس لیے حق جل مجدہ قیامت کے دن دنیا کو ایک شکل وصورت دیدیں گے تو وہ عرض کرے گی: رب العزت ایک ادنیٰ جنتی بنادے، حق تعالیٰ فرمائیں گے تو بدبودار ہے جنت تیرا مقام کیسے ہوسکتا ہے، وہ تو دارالسلام ہے، تیرا اور تیرے چیلے بیٹے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ العیاذ باللہ۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمْ۔

آج کے اس گئے گذرے دور میں بھی کچھ اللہ والے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے حقیقت دنیا کے پوشیدہ عیوب کھول دیئے ہیں اور وہ ہر بدعملی کی ظلمت وبدبو کو محسوس کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْعَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا وَ اسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ۔ آمین!

دنیا بدترین لوگوں کے پاس ٹھہرائی گئی

(۳۲۱) لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمَّا خَلَقَ الدُّنْيَا نَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ: وَعِزَّتِي لَا أُنْزِلَنَّكِ إِلَّا فِي شِرَارِ خَلْقِي."

[ضعيف] (كما في ضعيف الجامع الصغير ج ۲ / ۱٦۳۵)

(۳۲۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے جب دنیا کو پیدا کیا تو دیکھا اور فوراً رخ بدل لیا، رُخ پھیرلیا۔ پھر حق جل مجدہ نے فرمایا: اے دنیا میں تم کو اپنی مخلوق میں بدترین لوگوں کے پاس اتاروں گا، ٹھہراؤں گا۔ (کنزالعمال ۳/۶۱۰۴۳)

بری چیز بدترین لوگوں کو دی گئی

قرآن و حدیث سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے جانتے ہیں کہ عند اللہ دنیا کا کیا مقام ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقام پر حکیمانہ اسلوب میں اس کی حقیقت کو کھولا گیا ہے۔ کہیں لہو ولعب، زینت و تفاخر و تکاثر کہا گیا تو کہیں متاعِ غرور، دھوکہ وفریب۔ حدیث میں تمام گناہ کی اصل بنیاد، اس کو طلب کرنے والا کتا، اور دنیا کو مردار و جیفہ، ایک کی دوسرے سے ابدی جدائیگی، آگ و پانی کا سا معاملہ، جس دل میں یہ داخل ہوگا وہاں تباہی و بربادی کے آثار نمایاں ہوکر خدمت گار بننے کی کوشش کرے گی، الغرض حق جل مجدہ نے محبت کے ساتھ اس کو نہیں دیکھا اور اس کا ٹھکانہ اپنی مخلوق میں بدترین لوگوں کے پاس مقرر کیا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے مگر اللہ کا نام اور جو فکر آخرت پیدا کرے، وہ اس لعنت سے بچا ہوا ہے۔

یہ بہت ہی عظیم حقیقت اور نا قابل انکار مشاہدہ وتجربہ ہے کہ جس نے دنیا سے دل لگایا بسایا وہ آخرت کا ضرور نقصان کرے گا۔ ہاں! حق جل مجدہ جس پر رحم وکرم فرما دے اور وہ دنیا کو آخرت کے لیے استعمال کرلے اور اس کی رنگینیت پر فریفتہ نہ ہوکر اس کو اپنی عاقبت کے لیے ایک ذریعہ بنالے اور دھوکہ کے گھر میں رہ کر دھوکہ نہ کھائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مکمل حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنی ذات کی طرف انابت تام عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت عزیر علیہ السلام کا خواب

(۳۲۲) وَ لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

”إِنَّ عُزَيْراً كَانَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِيْنَ فَرَأَى فِي مَنَامِهِ أَنْهَارًا تَطَّرِدُ، وَ نِيْرَاناً تَشْتَعِلُ ثُمَّ نُبِّهَ ثُمَّ نَامَ، فَرَأَى فِي مَنَامِهِ قَطْرَةَ مَاءٍ كَوَبِيْصِ دَمْعَةٍ فَهِيَ فِي شَرَارَةٍ

مِنْ نَارٍ فِی دَجْنٍ، ثُمَّ أَنَّهُ نُبِّهَ فَكَلَّمَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ: رَبِّ! رَأَيْتُ فِي مَنَامِي أَنْهَاراً تَطَّرِدُ وَ نِيْرَاناً تَشْتَعِلُ وَ رَأَيْتُ أَيْضًا قَطْرَةً مِنْ مَاءٍ كَوَبِيْصِ دَمْعَةٍ وَ شَرَارَةٍ مِنْ نَارٍ. فَأَجَابَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَمّا مَا رَأَيْتَ فِي الْأَوَّلِ يَا عُزَيْرُ أَنْهَاراً تَطَّرِدُ وَ نِيْرَاناً تَشْتَعِلُ فَمَا قَدْ خَلاَ مِنَ الدُّنْيَا، وَ أَمَّا مَا رَأَيْتَ مِنْ قَطْرَةِ الْمَاءِ كَوَبِيْصِ دَمْعَةٍ وَ شَرَارَةٍ مِنْ نَارٍ فِي دَجْنٍ فَمَا بَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا.“
[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج۳/ ۸۵۸۲)

(۳۲۲) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت عزیرؑ بہت ہی زیادہ عبادت گزار تھے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ کئی نہریں ہیں جن میں زبردست موج ہے اور آگ ہے جس میں خطرناک بھڑکتا ہوا شعلہ ہے۔ پھر بیدار ہوگئے، جب پھر سوئے تو خواب میں دیکھا کہ پانی کا ایک قطرہ ہے جیسے چمکتا ہوا قطرہ ہو، سخت اندھیرے میں آگ کے شعلہ کے اندر، پھر نیند کھل گئی، بیدار ہوگئے۔ تو عزیرؑ حق جل مجدہ سے بات کرنے لگے اور عرض کیا: رب! العزت میں نے خواب میں دیکھا کہ نہریں ہیں اور اس میں زبردست موج ہے اور آگ ہے بھڑکتے ہوئے شعلہ کے ساتھ اور دوبارہ پھر دیکھا کہ ایک قطرہ ہے پانی کا جیسے کہ خوب چمکتا ہوا قطرہ ہو اور آگ سے بھڑکتا ہوا شعلہ۔ (اس کا کیا مطلب وتعبیر ہوا؟)۔

حق جل مجدہ نے جواب دیا: اے عزیرؑ! تو نے جو پہلی بار دیکھا کہ نہریں شدید موج میں ہیں اور آگ بھڑکتے ہوئے خطرناک شعلہ کے ساتھ۔ یہ وہ مدت ہے دنیا کی جو گزر گئی۔ (یعنی دنیا کی گزری ہوئی مدت تھی) اور تو نے یہ جو دیکھا کہ ایک قطرہ ہے پانی کا خوب چمکتا ہوا قطرہ اور آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ سخت تاریکی واندھیرے میں، یہ دنیا کا باقی حصہ ہے۔
(کنزالعمال ۳/۸۵۸۲)

نہریں اور قطرہ، بھڑکتے ہوئے شعلے اور چنگاری کا خواب

حضرت عزیر علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز خواب میں زبردست موجوں کے ساتھ نہریں اور آگ کے خطرناک بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھے، بیدار ہوکر پھر سو گئے۔ اب کی بار دیکھا کہ چمکتا ہوا پانی کا قطرہ ہے آگ کے شعلہ و چنگاری کے اندر، پھر دوسری بار بیدار ہوئے تو رب العزت سے ہم کلامی کا شرف ہوا۔ تو بارگاہ علاّم الغیوب میں خواب کا تذکرہ فرمایا تا کہ ان کو حقیقت رویا کی تعبیر وتفسیر سے آگاہ کردیا جائے۔ حق جل مجدہ نے پہلے خواب کی تعبیر بتلائی کہ وہ گذری ہوئی دنیا تھی۔

نہریں اور اس کے اندر کی موجیں

بندہ کمترین ثمین اشرف عرض کرتا ہے، خواب میں نہریں اور اس کے اندر شدید موجیں، نہریں انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہوں گی اور موجیں ان شریعتوں کے احکام و قوانین کی شکلیں ہوں گی، یا یوں کہہ لیں نہریں حق جل مجدہ کی جانب سے رحمتیں اور ہدایتوں کی شکلیں ہوں گی اور موجیں ان ہدایتوں کے قوانین شریعتیں ہوں گی جو گذر گئیں۔

اور آگ کے شعلے وہ بھی بھڑکتے ہوئے وہ دنیا تھی جو بھڑک رہی ہے یا بنی آدم کے اعمالِ بد ہوں گے جو مآل وانجام کے اعتبار سے بھڑک رہی تھی اور شریعتوں کے مخالفین آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے کی شکل میں دکھلائے گئے اور ایک چمکتا ہوا قطرہ اور چنگاری بھڑکتی ہوئی وہ دنیا کا قیامت تک کا باقی حصہ ہے۔ یعنی ماسبق میں جو شریعتیں آئیں ان کی مثال نہروں کی ہیں کہ کئی شریعتیں آئیں اور گذر گئیں اور اب جو شریعت آئے گی وہ ان شریعتوں کے مقابلہ میں کم تعداد ہوں گی اور ان کے مخالفین بھی اسی تناسب سے کم ہوں گے۔ وَاللّٰهُ أعلم وعلمه اتم.

موجودہ پر قناعت کرو! زیادہ طلب کر کے بربادی کو دعوت نہ دو

(۳۲۳) وَلابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ وَالْبَيْهَقِي فِي شَعْبِ الإِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

”اِبۡنَ آدمَ! عِنۡدَکَ مَا یَکۡفِیۡکَ، وَ أَنۡتَ تَطۡلُبُ مَا یُطۡغِیۡکَ، اِبۡنَ آدَمَ! لَا بِقَلِیۡلٍ تَقۡنَعُ وَ لَا مِنۡ کَثِیۡرٍ تَشۡبَعُ، اِبۡنَ آدَمَ! إِذَا أَصۡبَحۡتَ مَعَافیً فِي جَسَدِکَ، آمِناً فِي سِرۡبِکَ، عِنۡدَکَ قُوۡتُ یَوۡمِکَ فَعَلَی الدُّنۡیَا الۡعَفَاءُ.“
[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج۳/۷۰۸۱)

(۳۲۳) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے،ابن آدم !جو کچھ تیرے پاس موجود ہے وہ تیرے لیے کافی ہے، پھر بھی تو اور زیادہ چیزیں طلب کرتا ہے، جو تجھے بربادی کی راہ پر ڈال دیں گی۔ابن آدم! نہ تو تم تھوڑے پر قناعت کرتے ہو نہ ہی زیادہ ملنے سے سیراب ہوتے ہو(یعنی کسی بھی حال میں خوش نہیں ہو)ابن آدم!جب صبح کرو اس حال میں کہ بیماری وگناہ سے پاک ہواور باطن کوامن وسکون ہواورایک دن کا کھانا تیرے ساتھ ہوتو سمجھ جاؤ کہ دنیا کی ہلاکت و بربادی سے عافیت مل گئی اورتو دنیوی تباہ کن اثرات سے بچ گیا۔(کنزالعمال۳/۷۹۸۱)

قناعت میں راحت اور ذوقِ عبادت ہے

انسان کے پاس جو کچھ بھی موجود ہے، اس پر قناعت وصبر سے رہ کر،عبادت و اطاعت کی زندگی بسر کرنے لگے،تواللہ پاک اسی میں برکت ڈال دیتے ہیں اور جملہ ضروریات اسی سے اللہ پاک پوری بھی فرمادیتے ہیں، کہ نہ تو بیماری آتی ہے،نہ ہی آفات و بلیات کا سامنا کرنا پڑتا ہےاور جومل گیا کھالیا اور بقیہ وقت عبادت میں گزار دیا،مگر جب انسان میں کثرت کی طلب آتی ہےتو جو اوقات عبادت میں گزرتے تھے طلب وجستجو میں ضائع ہوجاتے ہیں اور جب کثرت ہوجاتی ہےتو عموماً معاصی و جرائم کی راہ بھی کھلتی ہے جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ صاحب اموال مختلف قسم کی غیرشرعی حرکتوں میں ملوث ہوتے ہیں اسی کوحدیث میں واضح کیا گیا ہے۔دوسری چیز یہ کہی گئی ہے کہ نہ توقلیل پرقناعت کرتا ہے کہ راحت جان،سکون دل نصیب ہوجائے اور نہ ہی زیادہ سے زیادہ ملنے پرسیراب ہوتا ہے کہ **ھل من مزید** کی بے جا طلب میں صبح وشام،رات ودن کےاوقات کوگزار دیتا ہے

اور ہرنعمت کے ملنے کے بعد دوسری نعمت کے طلب میں سرگرم رہتا ہے، یہ سب انسانی کمزوریاں ہیں۔ اللہ پاک ہمیں خامیوں کا علاج بتلاتے ہیں کہ دیکھو ہر صبح کو جب صحت جسم، صحت نفس وایمان اور دن بھر کا گزران نصیب ہوتو سمجھو، کہ دنیا کی افضل ترین نعمت عافیت کے ساتھ میسر ہے، پھر زیادہ کی طلب میں اپنے کو نہ تھکاؤ۔ واللہ اعلم۔

دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتّا

(٣٢٤) وَ لِلدَّيْلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ:

أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى دَاوُدَ:

"يَا دَاوُدُ! مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ جِيْفَةٍ اِجْتَمَعَتْ عَلَيْهَا الْكِلَابُ يَجُرُّوْنَهَا، أَفَتُحِبُّ أَنْ تَكُوْنَ كَلْبًا مِثْلَهُمْ فَتَجُرُّ مَعَهُمْ؟ يَا دَاوُدُ! طِيْبُ الطَّعَامِ وَ لِيْنُ اللِّبَاسِ وَ الصِّيْتُ فِي النَّاسِ وَ فِي الْآخِرَةِ الْجَنَّةُ لَا تَجْتَمِعُ أَبَدًا."

[ضعيف جداً] (كما فى كنزالعمال ج٣/ ٦٢١٥)

(٣٢٤) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے، اللہ پاک نے داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی:

اے داؤدؑ! دنیا کی مثال ایک مردار کی سی ہے، جس پر کتے جمع ہوکر اسے گھسیٹتے ہیں (یعنی کثرتِ دنیا کے لیے ہر شخص کتے کی طرح کھینچا تانی کررہا ہے) اے داؤدؑ! کیا آپ بھی کتا بننا پسند کرتے ہیں کہ عام کتوں کے ساتھ دنیا کی کھینچا تانی میں شریک ہوں۔ اے داؤد! عمدہ کھانا، نرم وگداز لباس، لوگوں میں شہرت اور آخرت میں جنت، تم ان سب کو کبھی جمع نہیں کرسکتے ہو (یہ سب چیزیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں)۔ (کنزالعمال ۳/ ۶۲۱۵)

تین جنتی صفات پیدا کریں

حق جل مجدہ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیا کی حقیقت منکشف کردی کہ وہ ایک مردار و بے وقعت و بے حیثیت گندگی کا ڈھیر ہے، اور اس کے طالب ایسے ہیں جیسے مردار پر جمع ہونے والے کتے، جو آپس میں مردار کو کسی نے ٹانگ، کسی نے کان، کسی نے دُم، کسی نے منہ کو پکڑا ہے اور ہر کتا اپنی طرف مردار کو کھینچتا ہے، دنیا میں تنافس و تقابل کرنے والے بھی اسی کتے کے مانند ہیں جو کھینچا تانی کررہے ہیں۔حق جل مجدہ نے فرمایا: داؤد تم ایسا نہ کرنا، کرنے کا کام یہ ہے کہ پاکیزہ وطیب وحلال کھانا کھایئے۔یعنی کھانے میں جو چیز اصل ہے وہ پاکیزگی اور طیب وحلال ہونا ہے۔ پاکیزہ وحلال وطیب کھانا تناول کرنے کے بعد طبیعت میں پاکیزگی وطہارت قلب پیدا ہوگی، انابت الی اللہ کی شان بیدار ہوگی، تواضع وخاکساری کا شعور جنم لے گا، حق جل مجدہ کی شان کبریائی و عظمت کی ہیبت دل میں جاں گزیں ہوگی، مخلوق کی ہمدردی کا جذبہ، شفقت و رحمت کا داعیہ، ایثار وقربانی کا ایمانی عمل وسنت رسول ﷺ زندہ ہوگا۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار خیر و بھلائی کا ارادہ خیر محض طیب وحلال رزق سے پیدا ہوگا، ذوقِ عبادت، لذتِ مناجات، صفتِ احسان کی نماز، خشوع وخضوع کی کیفیت میں طیب وحلال رزق کا خاص دخل ہے۔ جمعیت خاطر، قلب کا اوہام ووساوس سے یکسر پاک ہونا اور دوام حضوری الی اللہ کے لیے تو طیب وحلال روزی بہت ہی ضروری ہے۔

آج کے عہد میں جو لوگوں کے اندر بد دینی کا عام مزاج پیدا ہوگیا ہے۔اس کا خاص سبب غیر طیب اور پاکیزہ خوراک کا دستیاب نہ ہونا ہے، اور تو اور ذاکرین شاغلین، صوم و صلوٰۃ کے پابند، روزانہ کی تعلیم وگشت ومشورہ کرنے والے بھی اس سے محروم ہیں، سبھی کھوکھلے ہیں، غلاف پر قناعت کرچکے ہیں، مغز سے خالی ہیں۔ اعمال بہت ہیں مگر انوارات سے خالی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی ستاری کررہا ہے۔بھرم بچی ہوئی ہے اللہ محض اپنے فضل خاص سے ہم سب کی دین حنیف پر استقامت کے ساتھ حفاظت فرمائے۔آمین

ہمیں بس جہنم بھرنا ہے، ہما شما جس نے کھانے پر بلالیا، دعوت دیدی ٹوٹ پڑتے ہیں، سیٹھ مزدوروں پر ظلم کرر ہا ہے۔ بے جا مزدوری کراتا ہے۔غیروں کا مال ہڑپ کیے ہوا ہے اور ساتھی اس کی دعوت پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اللہ کے بندو! جب تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص کس کس طرح ظلم وستم کے راستے مال جمع کرتا ہے، تم اگر اس کو ظلم سے نہیں روکتے تو دعوت کھانے سے تو رُک سکتے ہو۔ یہ بھی تبلیغ دین ہے۔ اور یہ بھی ظالم کو ظلم سے روکنے کا طریقہ ہے۔اس کو احساس تو ہو۔

دوسری چیز جوان کو ہدایت کی گئی وہ سیدھا سادہ لباس یعنی تکلف وتفاخر والا لباس نہ ہو کہ جس کو پہننے کے بعد خواہ مخواہ مزاج میں اپنے بڑا ہونے کا وہم وخیال گذرتا ہے، اور دوسروں پر تفوق وتعلّی کا جذبہ ابھرتا ہے۔ موٹا، جھوٹا سادہ لباس میں سادگی وتواضع ہے۔ صوفیاء کرام کے یہاں تو اس کا خاص اہتمام ہے۔تمام ہی انبیاء علیہم السلام اوران کے متبعین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور آج بھی صلحاء وعلماء کا لباس سادہ ہی ہوتا ہے، بس صفائی و ستھرائی ہو، تکلف نہ ہو۔

تیسری چیز جوان کو ہدایت دی گئی وہ تھی کہ لوگوں کے درمیان اپنی اچھی صفات و اعمال خیر کا تذکرہ چھوڑ جائیں۔ یعنی انسان کوئی بھی ہو وہ ہمیشگی کے لیے تو آیا نہیں بالآخر اس کو آخرت کی طرف کوچ کرنا ہے۔ جب انسان عمر طبعی کو پورا کرکے آخرت کی طرف رواں دواں ہوتا ہے تو اب اس کے پیچھے اس کے تذکرے ہوتے ہیں۔ خواہ تذکرہ خیر ہو یا شر۔ لوگ اس کی بھلائی کا تذکرہ کریں یا اس کی شرارت وخباثت کا۔ اس کی صفات حمیدہ کا یا صفاتِ مذمومہ کا۔ فیاضی وسخاوت کا یا ظلم وستم کا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو لوگوں نے خوب تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنتی ہے، دوسرا جنازہ گذرا آپ ﷺ نے فرمایا جہنمی ہے۔ لوگوں کے شہادت وتذکرہ خیر پر جنت کی بشارت دی گئی کہ لوگ شہداء اللہ ہیں ان کی شہادت حق جل مجدہ بھی قبول کرتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں آیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کو جو اس کے حق میں ہوتا ہے اس کو معاف کردیتے ہیں اگر

لوگوں نے اچھی شہادت دی ہے، اور فیصلہ لوگوں کی اچھی شہادت پر جنت کا کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس و برخلاف اگر مرنے کے بعد لوگوں نے اچھی رائے ظاہر نہ کی، وہ منحوس تھا، مر گیا، اچھا ہوا، ظالم سے نجات مل گئی، بڑا متکبر تھا، بڑا جابر تھا، ایسا تھا ویسا تھا۔ اب ان کو پتہ لگے گا، اللہ و رسول ﷺ کا بڑا مخالف تھا۔ علماء و مدارس کا بڑا بدخواہ تھا۔ الغرض داؤد علیہ السلام کو کہا گیا کہ اگر تین صفات، پاکیزہ خوراک، سادہ لباس، لوگوں میں اچھے تذکرے ہیں تو پھر آخرت میں آپ کے لیے جنت ہے اور ان صفات کے علاوہ خیر و بھلائی، خوبی و خلق حسن پھر کہاں ملے گی۔ ان صفات کے ہٹ کر بھلائی جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ ہمیں صفات حمیدہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

دنیا کی مثالی شکل کیا ہوگی؟

(٣٢٥) وَلِأَبِي سَعِيدِ بْنِ الْأَعْرَابِي فِي الزُّهْدِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

"يُؤْتَى بِالدُّنْيَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صُورَةِ عَجُوزٍ شَمْطَاءَ زَرْقَاءَ، أَنْيَابُهَا بَادِيَةٌ، مُشَوَّهٌ خَلْقُهَا، تُشْرِفُ عَلَى الْخَلَائِقِ. فَيُقَالُ: تَعْرِفُونَ هَذِهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مَعْرِفَةِ هَذِهِ. فَيُقَالُ: هَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي تَنَاحَرْتُمْ عَلَيْهَا، بِهَا تَقَاطَعْتُمْ، وَ بِهَا تَحَاسَدْتُمْ وَ تَبَاغَضْتُمْ وَ اغْتَرَرْتُمْ ثُمَّ تُقْذَفُ فِي جَهَنَّمَ فَتُنَادِي أَيْ رَبِّ! أَيْنَ أَتْبَاعِي وَ أَشْيَاعِي، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَلْحِقُوا بِهَا أَتْبَاعَهَا وَ أَشْيَاعَهَا." (كما في كنز العمال ج٣/ ٨٥٧٩)

(٣٢٥) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، قیامت کے دن دنیا کو ایک بوڑھی عورت کی شکل میں لایا جائے گا، جس کے بال سیاہ و سفید اور آنکھ نیلی ہوگی، دانت سب کے سب منہ سے باہر نکلے ہوئے ہوں گے۔ بدشکل و بھیانک کہ دیکھنے والا ڈر جائے۔ تمام مخلوقات کے سامنے اس کو ظاہر کیا جائے گا۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: تم لوگ اس کو پہچانتے ہو؟ تمام خلائق بیک زبان جواب دے گی: ہم اللہ رب العزت کی پناہ چاہتے ہیں کہ اس بھیانک شکل والی کو پہچانیں۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہوگا: یہی وہ دنیا

ہے جس کے لیے تم لوگوں نے آپس میں خطرناک خون خرابا، جنگ وجدال اور قتال کیا تھا اور اسی کے لیے تم لوگوں نے آپس میں کینہ وحسد، نفرت وبغض وعداوت کیا تھا اور اسی پر تم نے کبر وغرور اور دھوکہ وفریب کھا کر زندگی کو تباہ وبرباد کیا تھا، پھر دنیا کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تو دنیا عرض کرے گی: ربّ العزت! وہ لوگ کہاں ہیں جو میری پیروی واتباع کرتے تھے اور میرے پیچھے پیچھے چلتے تھے؟ حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: اچھا آج دنیا کے ساتھ ساتھ اس کی پیروی کرنے والے اور پیچھے چلنے والوں کو بھی کر دو (پھر سب کے سب جہنم رسید کر دیئے جائیں گے)۔ (کنز العمال ۳/۸۵۷۹)

جس کی خاطر جدال وقتال اور شر وفساد ہوا وہی جہنم رسید کر دی گئی

حق جل مجدہ قیامت کے دن دنیا کو بدترین و بھیانک شکل وصورت میں لائیں گے، خلائق پہچاننے سے بھی ربّ العزت کی پناہ چاہے گی، اور بیزاری و بیگانگی کا مظاہرہ کرے گی، خلائق کی نفرت و بےتعلقی کو دیکھ کر باری تعالیٰ فرمائیں گے، یہی وہ دنیا ہے، جس کی خاطر بھائی نے بھائی کا قتل کرایا تھا، لوگوں نے انسانیت سوز ابن آدم کو آتش کدہ میں جھونکا تھا، اللہ کی سرزمین میں شر وفساد کر کے خون وخرابا کا بازار گرم کیا تھا۔ جس کی خاطر آپس میں بغض وحسد، کینہ اور نفرت وعداوت، تکبر وغرور، دھوکہ وفریب، تباہی و بربادی، ہر قسم کے مظالم کو روا رکھا گیا تھا۔

دنیا کتنی ذلیل ہے اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی انتہائی ذلت کے مقام جہنم میں لے کر چلی جائے گی۔ اسی کی خاطر آج پوری دنیا میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں ایک بالشت زمین کی خاطر انسانوں کا قیمتی خون بہایا جا رہا ہے، تو کہیں محض اپنی انا وناک کا مسئلہ بنا کر رشتے ناطے کو توڑا جا رہا ہے۔ تو کہیں اپنی برتری وعزّت کی خاطر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ کہیں اپنی کرسی ومنصب کے تحفظ کے لیے معصوم لوگوں کی خونریزی وآبروریزی کو مباح و روا رکھا جا رہا ہے۔ آج ہر طرف شر وفساد کا جو ایک مہیب ماحول پیدا ہو گیا ہے اس کا سبب محض دنیاداری اور دنیاوی ترقی کو مدارِ زندگی بنایا گیا ہے۔

یہ تو اسلام کا واحد معیار تعلیم اور محاسن و مقاصد میں بنیادی مقصد فکرِ آخرت اور ان اخلاقِ خبیثہ کے زوال کی دعوت دینا ہے اور اسلام داخل ہی نہیں ہوتا، ایمان کامل ہی نہیں ہوتا جب تک کہ باطن ان خبائث سے پاک نہ ہو۔ قرآن مجید میں سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر بغض وحسد، کینہ و کپٹ، غیبت و چغل خوری، اور دوسرے مقام پر دستورِ جنگ وجدال اور قتال کا قانونِ عدل وانصاف نازل فرمایا۔

دوستو! یہ زمین اور اس کی تمام چیزیں رب السمٰوات والارض کی ہیں اور بالآخر پھر اسی کی رہ جائیں گی۔ ہم سب اسی کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے، وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اس لیے اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر ہم سب اس کے بندے ہیں، بندگی کے ساتھ زندگی گذاریں، غیروں کی روش اختیار نہ کریں، نہ ہی غیروں کو دیکھ کر ان سے مقابلہ کریں۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون کافی ہے اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ شافی ووافی ہے۔ ہم اپنے امام ومقتدا ﷺ کی اقتداء کریں، معاش کی خاطر خونریزی نہ کریں، اپنے باطن کو برباد نہ کریں معاد کی فکر رکھیں معاد ہی کی خاطر سب کا خیال رکھیں، ورنہ ہمارا بھی حشر کچھ اچھا نہیں ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کی لاج رکھیں، سرمایہ داروں کا سرمایہ دارانہ نظام انہی کو مبارک ہو، جن کی آخرت تباہ وبرباد ہے، ہم اپنی آخرت کو برباد نہ کریں نہ بدعملی کی راہ تباہ و برباد ہوں۔

تین نعمتوں کا سوال نہیں ہوگا

(۳۲۶) وَ لِهَنَّادٍ عَنِ الضَّحَّاکِ رضی اللہ عنہ مُرْسَلًا:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ثَلَاثٌ مِنَ النِّعَمِ لَا أَسْأَلُ عَبْدِی عَنْ شُكْرِها، وَ أَسْأَلُهُ عَمَّا سِوَى ذٰلِكَ، بَيْتٌ يُكِنُّهُ، وَ مَا يُقِيْمُ بِهِ صَلْبَهُ مِنَ الطَّعَامِ، وَ مَا وَارِی بِهِ عَوْرَتَهُ مِنَ اللِّبَاسِ." [ضعيف] (كما فی كنز العمال ج۳/۶۴۸۸)

(۳۲۶) ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: تین نعمتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں اپنے بندوں سے شکر کا سوال نہیں کروں گا

اور بقیہ نعمتوں کا سوال کروں گا۔ ایسا مکان جس میں رہائش رکھتا ہے (اپنی عزت وحرمت کو محفوظ رکھتا ہے) اتنا کھاتا ہے جس سے اس کی کمر سیدھی رہے۔ اس قدر لباس پہنتا ہے جس سے ستر پوشی ہوجائے۔ (کنزالعمال ۳/ ۶۴۸۸)

شعار وعلاماتِ صالحین

(۳۲۷) وَ لِلدَّیْلَمِیِّ عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ:

أَوْحَی اللّٰهُ إِلَی مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ: "یَا مُوْسٰی إِرْضَ بِکَسْرَةِ خُبْزٍ مِنْ شَعِیْرٍ تَسُدُّ بِهَا جَوْعَتَکَ، وَ خِرْقَةٍ تُوَارِی بِهَا عَوْرَتَکَ، وَ اصْبِرْ عَلَی الْمُصِیْبَاتِ، فَإِذَا رَأَیْتَ الدُّنْیَا مُقْبِلَةً فَقُلْ: إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. عُقُوْبَةٌ عُجِّلَتْ فِی الدُّنْیَا، وَ إِذَا رَأَیْتَ الدُّنْیَا مُدْبِرَةً وَ الْفَقْرَ مُقْبِلًا. فَقُلْ: مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِیْنَ." [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج٦/ ١٦٦٥١)

(۳۲۷) ترجمہ: اللہ پاک نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ:

روٹی کے ایک ٹکڑے پر قناعت وصبر کرلے جو بھوک کو ختم کرسکے اور کپڑے کا اتنا حصہ جو ستر کو چھپا سکے، اور مصائب و بلاء پر صبر کرو۔ اور جب دنیا کو آتے ہوئے دیکھو تو إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھو کہ یہ سزا ہے جو دنیا میں جلدی مسلط ہورہی ہے اور جب دنیا کو رخصت ہوتے ہوئے دیکھو اور فقر وفاقہ کو آتے ہوئے دیکھو تو مرحبا وخوش آمدید کہو کہ یہ شعار صالحین ہے (یعنی یوں سمجھو کہ صالحین واتقیاء کی صفات قریب آرہی ہیں)۔

قیامت کے دن نعمتوں کا سوال ہوگا

قیامت کے دن رب العزت کی بارگاہ میں سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں ظاہری و باطنی، آفاقی وانفسی اور جسمانی وروحانی اور عیش وآرام دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا؟ اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی؟ (گلدستہ ۷/ ۵۶۹)

سب سے پہلا سوال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن بندہ سے جس چیز کا سوال ہوگا وہ تندرستی ہے، اس کو کہا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی؟ اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا؟

پانچ سوال کا جواب دیئے بغیر قدم نہیں اُٹھا سکتے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محشر میں کوئی آدمی اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا، جب تک پانچ سوالوں کا جواب اس سے نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا، دوسرے یہ کہ اس نے اپنے شباب وجوانی کی قوت کو کن کاموں میں خرچ کیا ہے، تیسرے یہ کہ جو مال اس نے حاصل کیا وہ کس کس طریقے جائز وناجائز سے حاصل کیا، چوتھے یہ کہ اس مال کو کہاں کہاں خرچ کیا، پانچویں یہ کہ جو علم اللہ نے اس کو دیا تھا، اس پر کتنا عمل کیا۔ (بخاری)

شکر کی باز پرس

بغویؒ نے کہا کہ جن نعمتوں میں وہ تھے قیامت کے دن ان کے شکر کی باز پرس ان سے کی جائے گی۔ مقاتل نے کہا: کفارِ مکہ کو دنیا میں مال ومنال حاصل تھا، مگر انھوں نے نعمتیں دینے والے کا شکر ادا نہیں کیا، بلکہ دوسروں کی پوجا کی۔ قیامت کے دن اللہ کا شکر نہ کرنے پر ان کو عذاب ہوگا۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ قبر کے اندر مومن کو اول وہ دوزخ والی جگہ دکھائی جاتی ہے جس کے عوض میں جنت والی جگہ اس کو عطا کی جاتی ہے تاکہ وہ زیادہ شکر گزار رہو۔

امن وصحت کا سوال

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا قول (آیت، **ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم**، کی تشریح میں) آیا ہے امن اور صحت کی (باز پرس ہوگی) حضرت ابن

عباسؓ نے بھی آیت کی تفسیر میں فرمایا: آنکھ، کان، جسمانی صحت کے متعلق اللہ بندوں سے سوال کرے گا کہ کن مصارف میں ان کو استعمال کیا۔

ہر نعمت کا سوال

قتادہؒ نے تفسیر آیت میں کہا کہ: اللہ نے جو بھی نعمت عطا فرمائی ہے اس کی باز پرس کرے گا۔ عبدالرزاق حضرت ابوقلابہؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ گھی اور شہد ملا کر میدہ کی روٹی کے ساتھ کھائیں گے۔

(احمد فی کتاب الزہد)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم سے کس نعمت کی باز پرس ہوگی (کھانے پینے کو صرف) پانی اور کھجوریں ہیں اور دشمن سامنے لڑنے کو موجود ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر (آویختہ) ہیں فرمایا: خوب سمجھ لو عنقریب ایسا ہوگا۔ یعنی نعمتیں ملیں گی۔ (ترمذی)

عکرمہؒ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم کو کونسی نعمت میسر ہے؟ صرف جو کی روٹی اور وہ بھی آدھے پیٹ، اللہ نے وحی بھیجی، (کہ ان سے کہہ دو گرم ریت سے بچنے کے لیے) کیا تم جوتے نہیں بناتے، اور کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو گیہوں کی روٹی کھاتا ہے اور (سردی گرمی سے بچنے کے لیے) اس کو سایہ میسر ہے اور صاف پانی پیتا ہے تو یہ ایسی نعمت ہے جس کی باز پرس ہوگی۔

کھانا کھانے کی دعائیں

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابوالہشیمؓ کے مکان پر جانا اور وہاں کھجوریں اور گوشت کھانا اور پانی پینا مذکور ہے۔ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہی وہ نعیم ہے جس کے متعلق قیامت کے دن تم سے باز پرس

ہوگی، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے تکبیر کہی تو فرمایا جب تم کو ایسی چیز مل جائے اور اپنے ہاتھوں سے روٹی کھانا شروع کرو، تو بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہِ کہا کرو، اور جب کھا چکو تو کہا کرو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ۔

علمی خیانت کا سوال

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اس قصہ کے ذیل میں اس طرح مذکور ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہم علمی خیر خواہی کرو کوئی کسی سے علم کو نہ چھپائے، علمی خیانت مالی خیانت سے زیادہ سخت ہے، اللہ تم سے اس کی باز پرس کرے گا۔ (طبرانی واصبہانی)

حضرت ابودرداءؓ کی روایت ہے کہ سب سے اول بندہ سے سوال کیا جائے گا کہ جو کچھ تو جانتا تھا اس کے سلسلے میں تو نے کیا عمل کیا۔ (احمد وابن المبارک)

عہدہ کے متعلق سوال

حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث روایت ہے کہ بندہ سے جس طرح مال کے متعلق باز پرس ہوگی اسی طرح اس کے مرتبہ کے متعلق بھی ہوگی۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بندہ اگر ایک قدم بھی چلے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ اس قدم کے اٹھانے سے تیرا مقصد کیا تھا۔ (ابونعیم)

ہر کوشش کا سوال ہوگا

حضرت معاذؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ قیامت کے دن مومن سے اس کی تمام کوششوں کی باز پرس کی جائے گی یہاں تک کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے کی بھی۔

(ابونعیم ابن ابی حاتم)

حسن بصریؒ کی مرفوع روایت ہے کہ بندہ جو خطبہ دے گا اللہ اس کے متعلق باز پرس کرے گا کہ کس مقصد سے ایسا کیا تھا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ (رواہ البیہقی)

سوالات پل صراط پر ہوں گے

آیت میں لفظ ثُمَّ بتا رہا ہے کہ سوال نعمت جحیم کو دیکھنے کے بعد ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال نعمت پل صراط پر ہوگا اللہ نے فرمایا وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ان کو روکو ان سے باز پرس کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کے قدم پل صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہیں کر لی جائے گی۔ (۱) عمر کو کس کام میں ختم کیا؟ (۲) جسم کو کس کام میں دبلا کیا؟ (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ مسلم حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے ترمذی اور ابن مردویہ نے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

باز پرس سے مستثنیٰ لوگ

قرطبی نے لکھا ہے کہ ان عمومی احکام سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے متعلق احادیث میں آ گیا ہے کہ وہ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم میں سے کسی میں طاقت نہیں کہ ہزار آیات روز پڑھ لیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ہزار آیات روز کون پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: کیا تم میں سے کوئی (روز) اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ (الحاکم وبیہقی، تفسیر مظہری)

نعمتوں کا شکر کون ادا کر سکتا ہے؟

حق جل مجدہ کی ان گنت ولا تعداد نعمتوں کا شکر کون ادا کر سکتا ہے اور کس طرح ادا کر سکتا ہے، نعمتیں حدِ شمار سے زائد ہیں اور بعض نعمتوں کا انسان کو شعور بھی نہیں۔ پھر کیسے ادا ہوں گی، حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ انھوں نے عرض کیا: ربّ العزت دنیا کی جتنی عمر ہے اتنی مجھ کو ملے اور جسم کے ہر بال کو دو زبان ملے، اور ہر زبان سے آپ کی جو سب سے کم مجھ کو نعمت ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہوں تو بھی

ممکن نہیں کہ نعمت کا تقاضا ہے کہ شکر اور ہر شکر کا شکر ادا ہونا چاہیئے تو ایک ہی نعمت کے شکر میں عمر بیت جائے، چہ جائیکہ آپ کی از حد نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی، داوٗد اب تو نے مجھے پہچانا۔

شکر کی ادائیگی کا طریقہ ودعا

روزانہ صبح وشام۔ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ ۔ جو پڑھ لے گا شکر ادا ہو جائے گا۔ بعض روایت میں: اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آیا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا: یا محمد ﷺ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی عبادت کا حق ادا ہو جائے تو یہ کلمات پڑھ لیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْداً خَالِداً مَعَ خُلُوْدِکَ، وَ لَکَ الْحَمْدُ حَمْداً دَائِمًا لَا مُنْتَھٰی لَہٗ دُوْنَ مَشِیَّتِکَ وَ عِنْدَ کُلِّ طُرْفَۃِ عَیْنٍ اَوْ تَنفُّسِ نَفْسٍ۔

(طبرانی، ترغیب ج۲/۴۵۰)

دوسری روایت میں اس الفاظ کے ساتھ ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِکَ وَ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا جَزَاءَ لِقَائِلِہٖ اِلَّا رِضَاکَ وَ لَکَ الْحَمْدُ عِنْدَ کُلِّ طُرْفَۃِ عَیْنٍ اَوْ تَنَفُّسِ نَفْسٍ۔

ایک روایت میں آیا ہے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْرًا خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِکَ بقیہ روایت اوپر والی ہے۔

ستّر ہزار فرشتے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہیں گے

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، جو کوئی ذیل کی دعا کو پڑھے گا حق تعالیٰ اس کے لیے ایک ہزار نیکی لکھتے ہیں اور ایک ہزار درجات بلند

کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے متعین کردیتے ہیں جو قیامت تک اس کے لیے دعاء و مغفرت کرتے رہیں گے۔ وہ حمد ذیل ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظْمَتِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَلَّ کُلَّ شَیْءٍ لِعِزَّتِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِمَلَکِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیْءٍ لِقُدْرَتِهٖ۔ (رواہ طبرانی، ترغیب ۲/۴۴۲)

شعار الصالحین

حدیث مذکور میں حق جل مجدہ نے فرمایا: اے موسیٰ بن عمرانؑ جَو کی روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک مٹ سکے، اور اتنا لباس جس سے ستر عورت چھپا سکے، اور آزمائش کے موقع پر صبر و برداشت، یا ایسا مکان جس کے اندر سردی وگرمی میں پناہ لے سکے۔ بس اس کے بعد اگر دیکھے کہ دنیاوی آرام وآسائش حاصل ہورہی ہے تو خطرہ کی گھنٹی سمجھے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھے اور یقین کرلے کہ سزا ملنی شروع ہوگئی اور جب دنیاوی تنگی وعسرت استقبال کررہی ہے تو خوش ہوجائے کہ صالحین کے احوال کی آمد ہورہی ہے اور منجانب اللہ خیر و بھلائی کا ارادہ کرلیا گیا ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال بالکل ہی مختلف ہے ہم بالعکس معاملہ کو دیکھتے اور سوچتے ہیں۔ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر رکھے۔ آمین!

طالبِ دنیا ہمیشہ بے چین رہے گا

(۳۲۸) وَ لِلْخَطِیْبِ فِی تَارِیْخِ بَغْدَادٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ:

أَوْحَی اللّٰهُ إِلَی الدُّنْیَا: "أَنْ اِخْدِمِي مَنْ خَدَمَنِی، وَ أَتْعِبِی مَنْ خَدَمَکِ.

[موضوع] (کما فی الفوائد المجموعة ص ٢٣٨، ٦٤)

(۳۲۸) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے دنیا کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ: تو اس شخص کی خادم وتابع ہوجا جو میری شریعت کی اتباع اور میرے دین کا خادم ہے اور جو تیری خدمت میں لگا رہے اس کو تھکا دے (یعنی جو طالب دنیا ہو اس کو بے چین رکھ اس کا سکون غارت رکھ)۔ (الفوائد المجموعة ص٢٣٨، ٦٤)

مردانِ حق کی خدمت سعادت ہے

پہلے ابواب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب انسان اپنا ظاہر و باطن حق جل مجدہ کی رضاء کے تابع کر دیتا ہے، مکمل نمونہ شریعت بن جاتا ہے، مرضی مولا کی جیتی جاگتی تصویر بن کر خالق جل وعلا کے دینِ حنیف کا خادم بن جاتا ہے، تو ایسے مقربین بارگاہ رب العزت کے لیے دنیا اوراہل دنیا خدمت گار بن جاتے ہیں، اور جملہ اسباب معیشت سے حق تعالیٰ آزاد کر کے کائنات عالم کے ہر تر و تازہ، انواع واقسام کے رزق سے ان کے دسترخوان کو بھر دیتا ہے۔ لوگ ان حضرات کی خدمت کرنا باعثِ سعادت جانتے ہیں۔ اللہ والوں کے دنیا اور آخرت دونوں میں لطف ومزے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الْاَوْلِیَاءِ الْمُتَّقِیْنَ بِفَضْلِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔آمین!

جب انسان اپنے رب کریم کی اطاعت کر کے فضل حق کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور صرف ایک کی غلامی میں اپنی عزت وسرخروئی کے عمیق راز کو وجدانی طور پر اپنے دیدہ و باطن میں محسوس کر لیتا ہے، اس وقت کائنات عالم کا ایک ایک ذرہ اس مرد حق کی شعوری یا غیر شعوری طور پر خدمت کو سعادت جانتا ہے، ان کی دعاؤں کا طالب بن کر ان کے گرد و پیش رہنا ان کا تقرب حاصل کرنا، اپنے لیے باعثِ فخر اور فلاحِ دارین سمجھتا ہے اور درحقیقت یہ اس لیے کہ وہ بھی ان کی صحت ومعیت میں رہ کر خاصان حق کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ اللہ والوں کو جو نعمت باطنی حضورحق اور وصول الی اللہ کی کیفیت لازوال حاصل ہے اس کو ہفت اقلیم والے بھی نہیں پا سکتے۔ نابالغ کو بلوغ کی کیفیت کا کیا پتہ۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَوْلِیَاءِ کَ الصَّالِحِیْنَ الصِّدِّیْقِیْنَ ۔آمین

اولیاء اللہ کے لیے دنیا قید خانہ ہے

(۳۲۹) وَ لِلطِّبْرَانِیِّ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ رضی اللہ عنہ:

’’أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيَّ جِبْرِيْلَ فِي أَحْسَنِ مَا كَانَ يَأْتِي صُوْرَةً فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ

عَزَّوَجَلَّ يُقْرِئُکَ السَّلَامَ يَا مُحَمَّدُ، وَ يَقُوْلُ لَکَ: إِنِّي أَوْحَيْتُ إِلَى الدُّنْيَا أَنْ تَمَرَّرِي وَ تَكَدَّرِي وَ تَضَيَّقِي وَ تَشَدَّدِي عَلَى أَوْلِيَائِي كَيْ يُحِبُّوْا لِقَائِي وَ تَسَهَّلِي وَ تَوَسَّعِي وَ تَطَيَّبِي لِأَعْدَائِي حَتّٰى يَكْرَهُوْا لِقَائِي فَإِنِّي خَلَقْتُهَا سِجْنًا لِأَوْلِيَائِي وَ جَنَّةً لِأَعْدَائِي."

[ضعيف جدا] (كما فى الضعيفة والموضوعة للألبانى ج٢/ ٨٠٩)

(۳۲۹) ترجمہ: حضرت قتادہ بن نعمانؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے ایک روز جبرئیل علیہ السلام کو بہت ہی حسین وخوبصورت شکل میں بھیجا بہ نسبت اس شکل کے جس میں وہ آیا کرتے تھے۔ آ کر عرض کیا کہ: حق جل مجدہ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے اے محمد ﷺ اور ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے دنیا کو بذریعہ وحی حکم دیا ہے کہ وہ کڑوی، سخت اور تنگ و تعب اور تلخ ہو جائے میرے اولیاء پر تا کہ وہ میری ملاقات و دیدار کی تمنا و خواہش کرنے لگیں، اس لیے کہ میں نے دنیا کو اپنے اولیاء کے لیے قید و بند کی جگہ بنایا ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے جنت و مسرت کی جگہ۔ (الضعیفہ والموضوعۃ ۲/ ۸۰۹)

فکر و نظر کو شریعت و سنت کے تابع کر دینا

دنیا اولیاء اللہ کے لیے قید خانہ ہے کہ نہ ہی اپنی مرضی کا کھانا پینا، نہ سونا جاگنا، نہ اُٹھنا بیٹھنا، بلکہ ہر لمحہ امرِ الٰہی اور اتباعِ سنت پر نگاہ، منہیات سے بچنا، مامورات کو بجا لانا، نفس کی خواہش و تمنا کو پامال کرنا، اللہ کی چاہت و خواہش پر قربان ہونا، من چاہی زندگی کو ترک کرنا، رب چاہی زندگی گزارنا، حرام تو کجا، حلال میں بھی احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے محض زیست و حیات کو برقرار رکھنے کے لیے اشیاء کا استعمال کرنا۔ الغرض فکر و نظر کو شریعت محمد ﷺ کے تابع کر دینا اور اسی میں خوش و خرم رہنا۔ اللہ تعالیٰ محض فضل و کرم سے عافیت عطا فرمائے، آمین! "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الْعَافِيَةَ".

جب مساجد ویران ہوں گی، تو دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی

(۳۳۰) وَ ذَكَرَ الْغَزَالِيُّ فِي الْإِحْيَاءِ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: "إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أُخَرِّبَ الدُّنْيَا بَدَأْتُ بِبَيْتِي، فَخَرَّبْتُهُ ثُمَّ أُخَرِّبُ الدُّنْيَا عَلَى أَثَرِهِ." [موضوع] (كما في الاحياء ج ا ص ۲۴۳)

(۳۳۰) ترجمہ: امام غزالیؒ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

جب میں دنیا کو تباہ و برباد کرنا چاہوں گا تو پہلے اس تخریب کی ابتداء اپنے گھر سے کروں گا۔ (یعنی مساجد جو بیوت اللہ ہیں، ان کی آبادی ویرانی میں بدلی جائے گی کہ مسجدیں ہوں گی مگر تعمیرِ مساجد کے افراد، نماز، قرآن، تلاوت اور ذکر وعبادت کرنے والے مفقود ہو جائیں گے اور مسجدیں عبادت سے ویران ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تعمیر مسجد کی توفیق دے۔ آمین! آج کتنی ہی مساجد عہدِ مغلیہ کی تعمیر کی ہوئی دہلی، پنجاب اور مہاراشٹرا وغیرہ علاقوں میں ویران ہیں۔ یہ بھی ایک علامتِ قیامت ہے جو ظاہر ہوگئی۔ ان مساجد کی حالت کو دیکھ کر رونا آتا ہے۔ یا اللہ! شعائر اسلام کی حفاظت فرما اور مسلمانوں کو مساجد کی آبادی کی توفیق وقوت دے۔ آمین)

پھر اس کے بعد دنیا کو تباہ و برباد کروں گا۔ (تاکہ بندوں پر حجت تام ہو جائے کہ بیوت اللہ جب غیر آباد ہوگئے، برباد ہو گئے تو تمہارا گھر کیسے آباد رہ سکتا ہے۔ جس کی دنیا ہے اس کا گھر ویران ہو تو تم بھی ویران ہو جاؤ اور تمہارا گھر بھی ویران۔ واللہ اعلم)

(احیاء العلوم ۱/۲۴۳)

دنیا اور اہلِ دنیا کی تباہی علی الترتیب ہوگی

علاماتِ قیامت کی احادیث میں آیا ہے کہ ایک ہوا چلے گی، جس کے ذریعہ تمام اہلِ ایمان اٹھا لیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہیں بچے گا، اس طرح دنیا شرار الناس پر اپنی جان دے دے گی اور دنیا دم توڑ دے گی، اسی طرح جب اہلِ ایمان جن سے

مساجد آباد تھیں، جب مساجد کی آبادی نہ رہے گی تو پھر حسی و مادّی دنیا کا نقشہ ختم کرنے کا فیصلہ ہو جائے گا۔ الغرض نہ اہل ایمان رہیں گے، نہ ہی اہل ایمان کی مساجد رہیں گی، گویا نہ اللہ کا نام لینے والے رہیں گے، نہ ہی اللہ کا نام لینے کی جگہ رہ جائے گی، کیونکہ مساجد (عبادت گاہ) حقیقتاً مسلمانوں ہی کے دم خم سے آباد تھیں۔

مساجد کی حقیقی آبادی کیا ہے؟

مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں اللہ واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو، ذکر اللہ کرنے والے کثرت سے موجود ہوں، جو بے روک ٹوک اللہ کو یاد کریں، لغویات وخرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار ومشرکین سے کب حاصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مشرک کو جب اللہ کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص اللّٰہ وحدہ لا شریک له کی ذات منبع الکمالات نہیں ہوسکتی، الغرض کفار ومشرکین جو اپنے حال وقال سے اپنے کفر وشرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد اللہ کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہوسکے یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے اللہ واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں۔ جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے مومنین، جو دل زبان ہاتھ پاؤں، مال ودولت ہر چیز سے اللہ کے مطیع وفرماں بردار ہیں، ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں۔ کیونکہ ان کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔ (باختصار تفسیر عثمانی)

ایمان کی شہادت اور عذابِ الٰہی سے حفاظت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو

پوری قوم سے ہٹالیتا ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں زمین والوں کوعذاب دینا چاہتا ہوں، لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں، اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹالیتا ہوں۔

جماعت اور مسجدوں کولازم پکڑے رہو

ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی اِدھر اُدھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اوراختلاف سے بچو، جماعت عام کواور مسجدوں کولازم پکڑے رہو۔ (گلدستہ۳/ ۱۰۵)

گھروں میں مسجد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ گھروں کے اندر مسجد (نماز کی جگہ) بنالی جائے اور اس کو پاک وصاف اور خوشبودار رکھا جائے۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

خرید وفروخت وغیرہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ عمارت مسجد میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کوایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لیے مسجدیں نہیں بنائی گئیں۔ مثلاً خرید وفروخت دنیا کی باتیں، کسی گمشدہ چیز کی تلاش، یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال یا فضول قسم کے اشعار، جھگڑا لڑائی، اورشور وشغب وغیرہ۔ (مظہری)

جنتی اور اللہ کا مہمان

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

جوشخص صبح وشام مسجد میں حاضر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا ایک درجہ

تیار فرمادیتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ مہمان کا اکرام کرے۔ (گلدستۂ تفاسیر۔۳/۱۰۶)

حق جل مجدہ کے پڑوسی

حدیث قدسی میں ہے کہ حق جل مجدہ قیامت کے دن آواز دیں گے میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے: ربّ العزت! آپ کا پڑوسی بننے کے لائق کون ہے؟ کس کو یہ شرف حاصل ہے؟ حق جل مجدہ فرمائیں گے: **اَیْنَ عُمَّارُ الْمَسَاجِدِ** مسجدوں کو آباد کرنے والے کہاں ہیں؟ ایک روایت ہے میری مسجدوں کو آباد کرنے والے۔

معلوم ہوا کہ مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں اور انہی لوگوں سے اس دنیا کی آبادی ہے، جس دن مسجدوں کو آباد کرنے والے نہ رہیں گے، پھر ان مساجد کو بھی اللہ تعالیٰ نہیں رکھے گا۔ اللہ ہماری ہر طرح دینی حفاظت فرمائے۔ آمین!

فِی کَرَاهِیَّةِ النَّذَرِ

نذر و نیاز کا بیان

بَابُ : (لَا یَأْتِی النَّذَرُ عَلَی ابْنِ آدَمَ بِشَیْءٍ ......)

(۳۳۱) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :"لَا یَأْتِی النَّذَرُ عَلَی ابْنِ آدَمَ بِشَیْءٍ لَمْ أُقَدِّرْهُ عَلَیْهِ، وَ لٰکِنَّهُ شَیْءٌ أَسْتَخْرِجُ بِهِ مِنَ الْبَخِیْلِ یُؤْتِیْنِی عَلَیْهِ مَا لَا یُؤْتِیْنِی عَلَی الْبُخْلِ."

[صحیح] (أخرجه أحمد ج۱۳/ ۷۲۹۵)

نذر ماننے سے تقدیر نہیں بدلتی بلکہ یہ بھی تقدیر میں لکھا تھا کہ منّت مانے گا

(۳۳۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابن آدم نذر و نیاز کے ذریعہ تقدیر کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا؛ لیکن نذر ایک ایسی تدبیر ہے کہ اس کے ذریعہ بخیل سے مال راہ حق میں خرچ کراتا ہوں کہ وہ حالت بخل میں کچھ دینے والا نہ تھا پھر نذر و منت کے ذریعہ دے دیتا ہے۔ (مسند احمد ۱/۷۲۹۵)

نذر تقدیر کے تابع ہے

(۳۳۲) وَ قَالَ أَحْمَدُ بِإِسْنَادِ صَحِيْفَةِ هُمَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ الصَّحِيْحَةِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"لَا يَأْتِى ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ أَكُنْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَ لٰكِنَّهُ يُلْقِيهِ النَّذْرُ بِمَا قَدْ قَدَّرْتُهُ لَهُ يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ يُؤْتِيْنِى عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ آتَانِى عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج١٦/٨١٣٧)

(۳۳۲) ترجمہ: صحیفہ ہمام بن منبہؒ کی سند سے مروی ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابن آدم نذر (و نیاز) کے ذریعہ تقدیر کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا، میں نذر کو بھی تقدیر کے تابع کر دیتا ہوں اور یہ بھی میں نے تقدیر ہی میں لکھ دیا تھا، (کہ فلاں شخص یوں نذر و نیاز مانے گا تو یوں ہوگا، غرض جو کچھ بھی وجود میں آیا وہ تقدیر کا لکھا ہوا تھا نہ کہ نذر کی وجہ سے ہوا، میں ایسا کیوں کرتا ہوں؟ اس لیے کہ بخیل راہ حق میں مال خرچ نہیں کرتا) اس لیے یہ (نذر) تو ایک طریقہ ہے بخیل سے مال نکالنے کا، لہٰذا وہ اس (نذر) کے ذریعہ مال راہ حق میں دیدیتا ہے جبکہ وہ پہلے دینے والا نہ تھا۔ (مسند احمد ۱۶/ ۸۱۳۷)

منّت و نیاز کے ذریعہ بخیل کا علاج

اس حدیث قدسی میں دو امر قابل توجہ ہیں، ایک یہ کہ لکھی ہوئی تقدیر کو کوئی چیز ٹال

نہیں سکتی اور ہوتا وہی ہے جو تقدیر لکھنے والے نے لکھ دیا ہے۔ بسا اوقات ایک انسان نذر و نیاز اور منّت مانتا ہے کہ یا اللہ ! اگر میرا بیٹا صحت یاب ہوگیا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا، اب بچہ صحتمند ہوگیا، تو سوال یہ ہے کہ کیا اس منّت کی وجہ سے بچہ صحت یاب ہوا ہے یا اور کوئی بات ہے؟ حدیث قدسی میں اس کا جواب حق جل مجدہ دے رہے ہیں کہ منّت کی وجہ سے بچہ اچھا نہیں ہوا؛ بلکہ اللہ نے تقدیر میں یوں لکھ دیا تھا کہ فلاں کے لڑکے کو میں بیمار کروں گا اور پھر اس سے منّت منواؤں گا کہ دس مسکین کو کھانا کھلائے، پھر میں اس کے لڑکے کو صحت مند کروں گا، یہ سب میں نے اس لیے کیا کہ بچہ کے بیمار ہوئے بغیر وہ دس مسکینوں کو کبھی نہ کھلاتا اور اگر کھلاتا تو اہتمام نہیں کرتا؛ لہٰذا اس نے جن پیسوں کو عزت و احترام کے ساتھ سینے سے لگا رکھا تھا، میں نے اہتمام کے ساتھ فقراء کو پہنچا دیا، ان مساکین کی بھی سیرابی ہوگئی اور صاحبِ ولد کو بھی خوشی و مسرت مل گئی کہ بابوا چھا ہوگیا اور تقدیر کا لکھا ہوا بھی حرف آخر ہوکر رہا۔ منّت ماننے والا شاید سمجھتا ہے کہ منّت کی وجہ سے بچہ اچھا ہوگیا؛ حالانکہ ایسا کچھ نہیں کیونکہ یہ سب پہلے ہی میں نے تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ واللہ اعلم!

نذر و نیاز سے کچھ نہیں ہوتا، ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں لکھا تھا

انسانی فطرت میں بخل ہے، حالانکہ مال اور جملہ اسبابِ آرائش عطائے ربّ العزت ہے۔ انسان کو تو ہمہ وقت راہِ حق میں خرچ کرنا چاہیئے ،مگر یہ فطری بخیل کب چاہتا ہے کہ کچھ عطا و بخشش بھی کیا کرے۔ حق جل مجدہ غیب سے اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور پھر اس اسباب کے بعد خرچ کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے اور انسان خوش بھی ہوتا ہے۔

تقدیر نوشتہ رد و بدل نہیں ہوتا اور وہ اپنی جگہ اٹل ہی رہتا ہے۔ مگر اللہ رب العالمین اسباب کے دائرہ میں تقدیری احکام نافذ فرماتے ہیں۔ دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں جائیں گے تو تقدیری مکتوب کے تحت مگر اس دخول سے قبل ہر دونوں سے اعمال کا صدور پہلے ہوجاتا ہے۔ جو ظاہری سبب بھی بن جاتے ہیں اور نوشتہ تقدیر بھی ایک ایک حرف پورا ہوکر رہتا ہے۔ نذر و نیاز سے ہوتا ہوا تا کچھ نہیں، کیونکہ تقدیر ایک اپنی جگہ اٹل مسلّمہ ہے۔

مگر بندہ خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے اور حق تعالیٰ چاہتے ہیں یہ کچھ فقیروں کو بھی دے اس لیے بچہ بیمار ہوگیا نذر مان لی اور قبل ہی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ میں اس سے مال اس کے بچہ کو بیمار کر کے نکلواؤں گا۔ تو دیکھئے تقدیر پر کیا اثر پڑا۔ کچھ نہیں۔

دوسرے آسان لفظوں میں نذر کے ذریعہ مال فقیروں کو دینا بھی نوشتہ تقدیر میں ہے، لہٰذا بندہ نے مال بھی خرچ کر دیا اور بچہ بھی اچھا ہوگیا اور تقدیر پر بھی کچھ اثر نہ پڑا۔

قضاء وقدر کے سامنے مشروط نذر و نیاز بے کار و لا حاصل ہے

انسانی بخل کی بھی حد ہوگئی کہ وہ اپنے خالق کی بارگاہ میں بھی اس وقت تک مال خرچ کرنا پسند نہیں کرتا جب تک کہ اس سے بھی اس کا معاوضہ وصول نہ کر لے اور وہ بھی پیشگی یعنی وہ نذر و نیاز ادا کرنے کا عزم بھی جب کرتا ہے جبکہ مثلاً پہلے اس کا مریض شفایاب ہو جائے۔ حدیث کہتی ہے کہ کارکنان قضاء وقدر کے سامنے یہ مشروط نذر و نیاز بے کار اور لا حاصل ہے۔ وہ طے شدہ معاملہ ہے اور اسی طرح ہو کر رہے گا۔ مشروط نذر میں تقدیری فیصلوں پر ذرہ برابر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ صدقہ کرنے سے بے شک کبھی رد بلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے تم اگر یہ چاہتے ہو تو شرط کیے بغیر صدقہ دیتے رہو۔ اگر عالم تقدیر میں یہ طے پا چکا ہے کہ تم صدقہ کرو گے تو یہ بلا تم سے ٹل جائے گی تو ان شاء اللہ تمہارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا، اور تمہارے اس بخل کا مظاہرہ بھی نہ ہوگا۔ حدیث میں جہاں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ امورِ مقدورہ کے لیے اسباب بھی مقدر ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جن کا ارتکاب عبث ہے۔ عالمِ تقدیر میں ان کا کوئی اثر نہیں ہے۔ (ترجمان السنۃ ۳/۹۹)

مسئلہ: نذر صرف اللہ ربّ العالمین کی جائز ہے۔ غیر اللہ کی نذر حرام اور معصیت ہے۔ جو نذر اللہ کے لیے مانی گئی اس کا پورا کرنا واجب ہے اور جو غیر اللہ کے لیے مانی گئی اس کا پورا کرنا حرام اور گناہ ہے۔ اس نذر سے توبہ و استغفار کریں۔

فِی ذَمِّ الطَّمْعِ وَ حُبِّ الْمَالِ

لالچ و بے جا حرص اور مال کی محبت کی مذمت

بَابُ : (لَوْ أَنْ لِابْنِ آدَمَ مِنْ مَالٍ ......)

(۳۳۳) عَنْ أُبَیٍّ ابْنِ کَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ اللّٰہَ أَمَرَنِی أَنْ أُقْرِأَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ فَقَرَأَ:

﴿لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ أَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ (البینۃ: ۱)

وَ مِنْ نَعْتِھَا:

"لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ سَأَلَ وَادِیًا مِنْ مَالٍ فَأَعْطَیْتُہُ سَأَلَ ثَانِیًا، وَ إِنْ أَعْطَیْتُہُ ثَانِیًا سَأَلَ ثَالِثًا، وَ لَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ، وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ، وَ إِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ غَیْرُ الْیَھُوْدِیَّۃِ وَ لَا النَّصْرَانِیَّۃِ، وَ مَنْ یَعْمَلْ خَیْراً فَلَنْ یُکْفَرَہُ." [صحیح] (أخرجہ الحاکم فی المستدرک ج۲/ص۲۲۴)

انسان کی خواہش وحرص کا خاتمہ بس قبر میں ہوگا

(۳۳۳) ترجمہ: حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے ابن کعبؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سناؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ بینہ سنائی اور اسی سورت کی وضاحت بھی فرمائی کہ اگر ابن آدم ایک وادی مال کا سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو دیدے تو اللہ تعالیٰ سے دوسری وادی مال کا سوال کرے گا اور جب دو وادی مال دے دے گا تو اللہ تعالیٰ سے تیسری وادی مال کا سوال کرے گا اور آدم کے بیٹے کا پیٹ (خواہش وتمنا اور کثرتِ مال ومتاع) کبھی نہیں بھرے گا مگر (مرنے کے بعد) مٹی سے۔ ہاں! مگر جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائے اور دینِ فطرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک (اسلام کا) سیدھا راستہ ہے نہ کہ یہودیت (جو مادیت پرستی

اور مال ومتاع کے پیچھے دین کو بیچ دیا) نہ ہی نصرانیت (کہ رہبانیت میں لگ گئے اور راہِ اعتدال سے ہٹ گئے) اور جو کوئی نیکی کرے گا، وہ ناشکرا نہیں ہوگا۔ (مستدرک حاکم ۲/۲۲۴)

رسول اللہ ﷺ کا سورۂ بَیِّنَة سنانا

رسول اللہ ﷺ نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حق جل مجدہ نے مجھے اس بات کا امر و حکم فرمایا ہے کہ

میں تمہارے سامنے سورة لم یکن الذین کفروا پڑھوں، تم کو سناؤں۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ اُبی بن کعبؓ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر آپ ﷺ سے فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر ہی فرمایا ہے۔ ابی ابن کعبؓ یہ سن کر رو پڑے اور بے قراری کے ساتھ ان پر گریہ طاری ہوا اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے۔ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اچھا میرا نام لیا گیا اور ذکر ہوا ربّ العالمین کے پاس اور حق تعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز میں۔ (معارف کاندھلوی)

عظیم الشان پیغمبر کی ضرورت

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا اب صورت حال یہ تھی کہ کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت و عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ دے۔ چنانچہ وہ رسول ﷺ، اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اہلِ کتاب کا عناد ضد کی وجہ سے ہے، شبہ کی بناء پر نہیں

حضرت محمد ﷺ اور کتاب اللہ کے آنے کے بعد شبہ نہیں رہا۔ اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں، شبہ سے نہیں۔ اسی لیے ان میں دو فریق ہو گئے، جس نے ضد کی منکر رہا،

جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا انتظار کر رہے تھے، اس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر انھوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے، سبب وحدت واجتماع کو خلاف وشقاق کا ذریعہ بنا لیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا؟ جب حضرت مسیحؑ کھلے کھلے نشان لیکر آئے، یہود دشمن ہوگئے اور نصاریٰ نے بھی دنیوی اغراض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنالیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرت حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامان ہدایت جمع ہوجائیں، جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

حکم توحید خالص

یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہوکر خالص اللہ واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں تشریع وتکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اعتقاد کو شرک سے پاک رکھتے ہوئے۔

حق کا انکار کرنے والے بدترین گروہ و جماعت

علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب، یہود ونصاریٰ ہوں یا جاہل ومشرک اور وہ قومیں جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا ہیں، حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ وجہنم جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ (فوائد عثمانی)

حق پرست بہترین مخلوق و جماعت

کائنات عالم میں جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں، حتیٰ کہ ان میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں اور ایماندار اور نیکوکار سب مخلوق سے یعنی بے گناہ فرشتوں سے بھی

بہتر ہیں۔ خاص درجات والے مومن خاص درجات والے ملائکہ سے افضل ہیں، اور عام مومن یعنی صاف دل رکھنے والے اور پاک نفس رکھنے والے ایماندار نیکوکار، عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ رہے غیر صالح (گنہگار) مومن تو جب مغفرت سے یا گناہوں کی سزا دے کر ان کو گناہوں سے پاک کر دیا جائے گا، تو عمل صالح رکھنے والے مومنوں کے ساتھ جنت میں ملا دیا جائے گا۔ اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور گناہوں سے پاک ہو جانے کے بعد وہ عام ملائکہ سے افضل ہو جائیں گے۔ (تفسیر مظہری۔گلدستہ ۷/۵۵۶)

ابن آدم کی حرص اور قبر کی مٹی

عبداللہ بن شخّیرؓ صحابی ایک روز آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سورہ الھکم التکاثر پڑھ رہے تھے، اور فرما رہے تھے: يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي وَ هَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ وَ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ وَ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ کہ ابن آدم یہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اے انسان اس میں تو تیرا مال صرف اتنا ہی ہے جو تو کھا کر ختم کر دے، یا پہن کر پرانا کر دے یا صدقہ کر کے آگے بھیج دے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تو انسان سے جدا ہونے والا ہے اور آدمی دوسروں کے واسطے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی طبعی حرص کی کوئی حد نہیں، اسی کا ان کلمات میں بیان ہے۔

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنَ الذَّهَبِ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَ لَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ یعنی اگر ابن آدم کے لیے دو میدان ہی سونے کے بھرے ہوئے ہیں تو بھی تیسری وادی کی تلاش میں لگ جائے گا اور انسان کا پیٹ ہرگز کوئی چیز نہیں بھر سکتی سوائے مٹی کے اور اس کی حرص کا خاتمہ بس قبر ہی میں جا کر ہوگا۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

وَ فِي ذَمِّ الشَّرِّ وَ الطَّمْعِ

شر وفساد کی مذمت

(۳۳٤) لِابْنِ شَاهِيْنَ وَ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه:

''كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ جَدْيٌ تُرْضِعُهُ أُمُّهُ فَتَرْوِيهُ فَأَفِلَتْ فَارْتَضَعَ الْغَنَمَ ثُمَّ لَمْ يَشْبَعْ. فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِمْ:

إِنَّ مَثَلَ هٰذَا كَمَثَلِ قَوْمٍ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُعْطَى الرَّجُلُ مِنْهُمْ مَا يَكْفِي الْأُمَّةَ وَ الْقَبِيْلَةَ ثُمَّ لَا يَشْبَعُ.'' [ضعيف] (كما فى كنز العمال ج۳/ ۱۲۹ ۷)

طمع ولالچ بُری بلا ہے جس سے کبھی سیرابی نہیں

(۳۳۴) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بکری کا بچہ تھا، جس کو اس کی ماں دودھ پلا کر سیراب کر دیتی تھی (بچہ بھی سیراب ہوجاتا تھا) اچانک اس کا دودھ خشک ہوگیا، تو دوسری بکریوں نے اس بچہ کو دودھ پلایا مگر بچہ سیراب نہ ہوا۔ حق جل مجدہ نے بنی اسرائیل کی طرف وحی نازل کی:

اس واقعہ سے ایک مثال سمجھو کہ ایک قوم تمہارے بعد آئے گی کہ اس کو ایک آدمی اتنا (مال ومتاع اسباب واغراض) دے گا کہ پوری ایک امت اور قبیلہ کو کافی ہوگا، مگر پھر بھی وہ خوش نہیں ہوگا اس کا جی نہیں بھرے گا۔

(ایسی ہی اس کی طبیعت میں طمع ولالچ ہوگا، اسی طرح جس طرح کہ بکری کا بچہ ماں کے دودھ سے سیراب ہوجاتا تھا کہ قناعت کرتا تھا اور جب بکریوں نے دودھ پلانا شروع کیا تو اس کا طمع وحرص میں پیٹ ہی نہیں بھرتا تھا، اسی طرح لالچی اور حریص آدمی کا جی کبھی سیراب ہی نہیں ہوتا۔ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنَا بِمَا رَزَقْتَنَا ۔ آج ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے، مگر طلب کی ایسی بھوک لگی ہوئی ہے کہ دن چین سے، نہ رات سکون سے، مصروفیت، بے چینی اور بے قراری، حرص وطمع نے لگا رکھی

ہے کہ الامان والحفیظ)۔ (کنز العمال ۳/ ۱۲۹ ۷)

فقرِ حاضر کا عذاب

لالچ و طمع میں عجیب فقر حاضر ہے اور سیراب نہ ہونے والی بھوک ہے۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ایسا شخص منہ کھولے رہتا ہے اور کتنا ہی مل رہا ہو مگر اس کی نگاہ موجود پر نہیں ہوتی کہ قناعت کرلے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ حرص و طمع کی آگ میں راحت و سکون کو غارت کر چکا ہے۔ ایسا شخص حلال و حرام کا امتیاز ختم کر دیتا ہے اور اس کا مقصد فقط مال کا جمع کرنا خواہ اس سے کسی کو ضرر و نقصان پہنچے یا تکلیف، قوم کے معصوم بچے تباہ و برباد ہوں یا ان کا مستقبل تاریک اور تاریخ کا المناک حصہ بن جائے۔ وہ تو منشیات و مخدرات کی تجارت سے مال حاصل کرنے کا قصد کر چکے ہیں جس کے خاطر ان کو ننگی فلمیں اور اخلاق سوز اشیاء کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو خزانہ جمع کرنا ہے۔ بس ایسے طماع کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے، مال، مال، مال۔ خواہ اس سے معاد تباہ ہو یا معاشرہ یا محلّہ کی بہو بیٹیوں کی اخلاقی زندگی کا جنازہ نکل رہا ہو۔ مگر ایسے لوگوں کا انجام بہت ہی عبرتناک ہوتا ہے۔

العیاذ باللہ!

وَ فِی ذَمِّ الْعُقُوْقِ
حقوق کو پامال کرنے کی مذمت

بَابٌ : (يُقَالُ لِلْعَاقِّ اعْمَلْ مَا شِئْتَ ......)

(۳۳۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"يُقَالُ لِلْعَاقِّ: اِعْمَلْ مَا شِئْتَ مِنَ الطَّاعَةِ فَإِنِّي لَا أَغْفِرُ لَكَ، وَ يُقَالُ لِلْبَارِّ: اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنِّي أَغْفِرُ لَكَ."

[ضعيف] (أخرجه أبونعيم فى الحلية ج ۱۰ ص ۲۱۵)

نافرمان اولاد کا عمل ضائع ہوتا ہے اور فرماں بردار کی مغفرت

(۳۳۵) ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ بدسلوکی، نافرمانی کرنے والے سے کہا جائے گا کہ: جو نیکی بھی جی چاہے کرو میں تم کو معاف نہیں کروں گا، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے سے کہا جائے گا کہ: جو چاہے کرو میں تم کو معاف کروں گا۔ (حلیۃ لابی نعیم ۱۰/ ۲۱۵)

سعادت ومغفرت والدین کی خدمت واطاعت میں ہے

حق جل مجدہ نے والدین کی اطاعت وخدمت اور حقوق کو قرآن مجید میں کئی آیتوں میں اپنے حقوق کے ساتھ بیان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حقیقتاً بچہ کو وجود عطا کرتا ہے، والدین اس کی ایجاد وآمد کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان ومال سے خدمت اور دل سے تعظیم ومحبت کرے، مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے، ان کے لیے دعاء واستغفار کرے، ان کے عہد تا مقدور پورے کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم وحسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے وغیرہ ذالک۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کردو؛ توڑ دو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

والدین کونظرِ رحمت وشفقت سے دیکھنا حجِ مقبول کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین پر رحمت وشفقت سے نظر ڈالتا ہے، یعنی والدین کو محبت بھری نگاہ سے دیکھتا ہے تو وہ ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: کہ اگر وہ دن میں سومرتبہ اس طرح دیکھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ہاں! سومرتبہ بھی، (ہرنظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ تعالیٰ بڑا ہے، یعنی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ (گلدستۂ تفاسیر ۴/ ۱۷۵)

والدین کواذیت دینا اوران کی نافرمانی کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر حرام ہے کہ اپنی ماں کواذیت وتکلیف دو۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اکبر الکبائر میں ہے، اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی واذیت پہنچانا اورجھوٹ بولنا۔ (بخاری، مسلم وترمذی)

(شرک اور والدین کی اذیت اورجھوٹ خطرناک گناہ ہے)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص کی طرف حق جل مجدہ نگاہِ رحمت وشفقت سے نہیں دیکھے گا، ماں باپ کا نافرمان، شرابی، احسان جتلانے والا، اور تین شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ ماں باپ کا نافرمان، دیوث (جس کی بیوی بدکار ہواور شوہر علم وجانکاری کے باوجود اس سے راضی وخوش ہو، العیاذ باللہ) اور وہ عورت ولڑکی جو مردوں کی تشابہت اختیار کرے۔ (العیاذ باللہ)

ایک حدث میں ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سوسال کی دوری سے سونگھی جائے گی، محسوس ہوگی مگر تین شخص اس نعمت سے محروم رہیں گے، احسان جتلانے والا، ماں باپ کا نافرمان، شرابی۔ ایک حدیث میں ہے تین آدمی کا اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، ماں باپ کا نافرمان، احسان جتلانے والا، تقدیر کوجھٹلانے والا۔ ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ

پر حق ہے کہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہ فرمائے اور نہ جنت کی نعیم سے اس کو کچھ مزہ چکھائے۔شرابی،سود کھانے والا،بغیر حق کے یتیم کا مال ہڑپنے والا۔ماں باپ کا نافرمان۔ ایک حدیث میں ہے تین آدمی کو اس کا کوئی عمل نفع نہ دے گا،شرک باللہ، ماں باپ کا نافرمان،میدانِ جہاد سے فرار۔ایک حدیث میں ہے کہ کلمہ،نماز،روزہ،زکوٰۃ،انسان ادا کرتا رہا اور مر گیا تو اس کا حشر انبیاء،شہداء،صدیقین کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ بشرطیکہ ماں باپ کا نافرمان نہ ہو(احمد) یہ تمام روایتیں ترغیب سے لی گئی ہیں۔

فِي التَّحْذِيرِ مِنَ الْخِيَانَةِ فِي الشِّرْكَةِ

شراکت کے کاروبار میں خیانت کی مذمت

بَابُ : (أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ ......)

(٣٣٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ قَالَ:

إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: "أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا." [ضعيف] (أخرجه أبو داود ج٣/٣٣٨٣)

کاروبار میں ساجھی جب تک خیانت نہ کرے برکت رہتی ہے

(٣٣٦) ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے:حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میں تیسرا ہوتا ہوں جب دو شریک وساجھے دار کاروبار کرتے ہیں اور جب تک ان میں سے ایک دوسرے سے خیانت نہیں کرتے ہیں ان کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں (یعنی اس مال سے برکت نکل جاتی ہے)۔(ابوداوٗد ٣/٣٣٨٣)

امانت ودیانت سے برکت ہوتی ہے

امانت ودیانت اسلام کی ان اساسی وبنیادی صفات میں سے ہے۔ جو ایمان کو جلا بخشتی ہے اور مزین کرتی ہے۔ اسی صفت سے انسان لوگوں کے درمیان عزت وکرامت اور شرافت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوکر قابل احترام بن جاتا ہے، اور امتیازی شان حاصل کرلیتا ہے اپنے بیگانے سبھی اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو چھپتی نہیں اور نہ ہی لوگوں کے درمیان انسان کو عدالت وشرافت سے ساقط کرتی ہے۔ جب لوگوں کے درمیان امانت ودیانت کا یہ مقام ہے تو رب العزت کے یہاں حدیث قدسی بتلا رہی ہے کہ امانت ودیانت کی وجہ سے کاروباری لوگوں کے درمیان اس کی برکت ضرور ظاہر ہوگی، کہ مال میں ترقی ونفع محسوس طور پر نمایاں ہوگا اور یہ نفع وترقی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک آپس میں ساجھی وشریک امانت و دیانت کا خیال رکھیں گے۔ ہر طرح کی خیانت و بددیانتی سے ہر حال میں بچتے رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے اس ساجھی وشریک لوگوں کی امانت و دیانت کو پسند فرما کر برکت کو اپنے مال کے برابر قرار دے کر، حتمی ویقینی طور پر اپنی شرکت سے تعبیر کردیا۔ گویا برکت جو ہو رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔ جو امانت و دیانت کے عوض میں منجانب اللہ مل رہا ہے۔ گویا کہ رب العزت کی جانب سے مال میں برکت رب العزت کی شرکت یعنی بخشش وعطا ہے۔

لہٰذا یہ اس وقت تک رہے گی جب تک ساجھی وشریک خیانت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ جب خیانت بد دیانتی کا ثبوت دیں گے تو اللہ تعالیٰ کی شرکت یعنی برکت ختم ہوجائے گی کیونکہ امانت ودیانت کی پابندی والتزام کی صورت میں ہر ساجھی وشریک ایک دوسرے کی خیرخواہی و بھلائی کا خواہاں ہوگا اور حدیث میں آیا ہے:

وَ اللّٰہُ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِی عَوْنِ اَخِیْہِ ۔اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد ونصرت کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کے لیے خیرخواہی میں لگا رہتا ہے۔ اس کا تجربہ اور مشاہدہ بھی ہوا کہ جو ساجھی لوگ مخلص اور حق پرست، امانت ودیانت کا خیال

رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب ترقی دی اور جن لوگوں نے خیانت و بد دیانتی کی، اپنے بد باطنی و خیانت کی سزا پائی۔ اللہ ہمیں ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

فِي النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِاللّٰهِ كِذْبًا وَ مَا جَاءَ فِي قِصَّةِ الدِّيْكَةِ

جھوٹی قسم کے کھانے کی مذمت اور ایک دیک نامی فرشتہ کا قصہ

بَابٌ : (إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ دِيْكٍ ......)

(۳۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ دِيْكٍ رِجْلَاهُ فِي أَرْضٍ، وَ عُنُقُهُ مَثْنِيَّةٌ تَحتَ الْعَرْشِ وَ هُوَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَکَ مَا اَعْظَمَ رَبُّنَا! قَالَ: فَيَرُدُّ عَلَيْهِ: مَا يَعْلَمُ ذَلِکَ مَنْ حَلَفَ بِي كَاذِباً." [ضعيف] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ٤ ص ٢٩٧)

حق جل مجدہ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ تم کو ایک مرغ سے باخبر کروں

(۳۳۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ تم لوگوں کو ایک مرغ کے بارے میں کچھ بتلاؤں۔ اس مرغ کے دونوں پاؤں زمین میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے عرش سے ملی ہوئی ہے اور وہ مرغ، مسلسل پکارتا ہے سُبْحَانَکَ مَا اَعْظَمَ رَبُّنَا۔ تو بے نیاز ہے، تصور سے زیادہ بلند و بالا ہے ہمارا رب۔ مرغ کے ان کلمات کا جواب دیا جاتا ہے۔ جو لوگ جھوٹی قسم کھاتے ہیں ان کو اس کا کیا پتہ۔ (مستدرک حاکم ۴/۲۹۷)

اللہ، سُبّوح و قدّوس، ہمارا رب ہے

یہ بات تو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے کہ تمام چیزیں کائنات عالم کی حق جل مجدہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ وَ إِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔ ان کی تسبیح کا طریقہ کیا ہے اور

ان کے کلمات تسبیح کیا ہیں؟ نہ ہمیں جاننے کی ضرورت ہے اور نہ ہی نہ جاننے پر ہمارا نقصان ہے۔ ہمیں جو کلماتِ ذکر و تسبیح و تحمید سکھلا دیئے گئے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہیں، اور انھیں تسبیح و تحمید کے ذریعہ ہم حق جل مجدہ کا تقرب حاصل کر سکتے ہیں اور رب العزت کے تقدس کو بیان کر کے ان کی کبریائی کا اعتراف و تنزیہی زمزمہ سے دل کو سرور وسکون پہنچا سکتے ہیں۔ آخر وہ مرغ بھی کتنا بانصیب ہے جو حق جل مجدہ کی تسبیح **سُبْحَانَکَ مَـا اَعْـظَـمَکَ** کے کلمات سے عظمت و کبریائی کا اعتراف کر کے حق جل مجدہ کی تنزیہہ وتقدیس کو بیان کرتا ہے۔ مجمع الزوائد میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

اِنَّ اللّٰـهَ جَـلَّ ذِکْـرُهُ اَذِنَ لِی أَنْ اُحَـدِّثَ عَـنْ دِیْکٍ قَدْ مَرَّقَتْ رِجْلَیْهِ الْأَرْضَ وَ عَـرِفَـهُ مـنشن تَحْتَ الْعَرْشِ ۔اور ایک روایت میں ہے: **عَنْ دِیْکٍ قَدْ مَرَّقَتْ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ**۔

ابن عدی کی روایت میں ہے:

اِنَّ لِـلّٰـهِ دِیْـکًـا عُنُقُهُ مَطْوِیَّةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ، وَ رِجْلَاهُ تَحْتَ التُّخُوْمِ فَاِذَا کَانَتْ هَنِیْئَةً مِنَ اللَّیْلِ صَاحَ: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، وَ صَاحَتِ الدِّیْکَةُ۔

علامہ عبدالرؤف المناوی اپنی کتاب 'فیض القدیر' میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ تو حق جل مجدہ کی عظیم قدرت کی نشانی ہے کہ اس نے عظیم الجثہ مرغ پیدا کیا۔ یعنی فرشتہ جو مرغ کی صورت کا ہے جو درحقیقت مرغ نہیں فرشتہ ہے، جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے:

ان لله تعالیٰ ملکافی السماء یقال له الدیک......الخ

اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ایک فرشتہ ہے جس کو دیک کہا جاتا ہے۔ یعنی اس کا نام دیک ہے جس کو ہم لوگ مرغ کہتے ہیں۔

جھوٹی قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو پامال کرتا ہے

جب وہ مرغ حق جل مجدہ کی عظمت و کبریائی کی تسبیح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں، کہ میری سلطنت و عظمت اور میری گرفت و پکڑ اور انتقام کو وہ شخص نہیں جانتا جو

جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ یعنی جھوٹی قسم کھانے والا شخص اگر اللہ جل مجدہ کی عظمت وسطوت، قدرت وہیبت کو جانتا اس طرح جس طرح یہ مرغ جانتا ہے، تو وہ جھوٹی قسم نہیں کھاتا۔ گویا کہ جھوٹی قسم کھانے والا رب ذوالجلال کی عظمت وکبریائی کو پامال کرکے ہی جھوٹی قسم کھاتا ہے، ورنہ مرغ **سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ غَیْرُہٗ** کی تسبیح بیان کرتا اور یہ اللہ سبوح و قدوس جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، اس کی عظمت کا لحاظ وخیال نہ کرتا۔ لہٰذا جھوٹی قسم سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ اللہ عزوجل کی عظمت وکبریائی کا دل پر اثر باقی رہے اور بندہ خالق کی جناب کا بے ادب شمار نہ ہو۔ یہ بڑی جسارت وبے ادبی ہوگی کہ قسم بھی کھائے اور جھوٹ سے قسم کو قوت پہنچائے اور اللہ پاک کی عظمت وکبریائی کا پاس ولحاظ نہ کرے۔ اللہ پاک کی عظمت وکبریائی کا حق ضرور ادا کرے جو لاشریک ہمارا معبود ہے اور اس کی شانِ عظمت کا بندہ پر حق واجب ہے کہ ان کے نام کی جھوٹی قسم سے دور رہے اور حق جل مجدہ کی تنزیہہ کا بہت زیادہ پاس ولحاظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹی قسم سے محفوظ فرمائے۔

قرب قیامت حق تعالیٰ اس دیک نامی فرشتہ سے عرض کریں گے: اپنے پروباز وملالو اور اپنی آواز کو پست کرلو۔ اس وقت جب آواز سبوح وقدوس کی خلائق نہیں سنے گی تو جان جائے گی کہ اب قیامت قریب ہوگئی ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الدِّیْکَ الَّذِیْ یَقُوْلُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّنَا اللّٰهُ لَا إِلٰـهَ غَیْرُہٗ۔ (ثمین)

ایک باز و مشرق میں ایک مغرب میں اور ٹانگ ساتویں زمین میں

(۳۳۸) لِأَبِی الشَّیْخِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

"إِنَّ لِلّٰـهِ عَزَّوَجَلَّ دِیْكاً جَنَاحَاهُ مُوَشَّیَانِ بِالزَّبَرْجَدِ وَ اللُّؤْلُؤِ وَ الْیَاقُوْتِ، جَنَاحٌ لَهُ فِی الْمَشْرِقِ وَ جَنَاحٌ لَهُ فِی الْمَغْرِبِ، وَ قَوَائِمُهُ فِی الْأَرْضِ السُّفْلٰی، وَ رَأْسُهُ مَثْنِیٌّ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَإِذَا كَانَ فِی السَّحَرِ الْأَعْلٰی خَفَقَ بِجَنَاحَیْهِ ثُمَّ قَالَ: سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا إِلٰـهَ غَیْرُہٗ، فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَضْرِبُ الدِّیْكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا وَ

تَصِيحُ ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ قَالَ اللّٰهُ لَهُ: ضُمَّ جِنَاحَكَ، وَ غُضَّ صَوْتَكَ، فَيَعْلَمُ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ أَنَّ السَّاعَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ."

[ضعيف جداً] (كما فى كنزالعمال ج١٢/ ٣٥٢٨١)

(۳۳۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے ایک مرغ پیدا فرمایا، جس کے دونوں بازو زبرجد، لؤلؤ اور یاقوت سے مزین کیے گئے ہیں، جس کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے اور اس کی ٹانگ ساتویں زمین کے آخری حصہ میں اور سر کا تاج عرش اعظم کے نیچے، جب سحری کا اول وقت ہوتا ہے تو اپنے دونوں بازوؤں کو حرکت دیتا ہے، اور سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ وغیرہ پڑھتا ہے اس کی آواز کو سن کر مرغی اپنے پر کو جھاڑتی ہے چیختی ہے اور آواز لگاتی ہے، جب قیامت کا دن ہوگا حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: آج اپنے بازو کو سمیٹ کر ملا لے، اور آواز کو ہلکی و پست کر لے۔ جب آواز زمین و آسمان کی مخلوق نہیں سنے گی، تو جان جائے گی کہ قیامت قریب یعنی واقع ہونے والی ہے۔ (کنزالعمال ۱۲/۳۵۲۸۱)

فِي ذَمِّ تَطَاوُلِ السُّفَهَاءِ عَلَى ذَوِى الْاَحْلَامِ

احمق و بے وقوفوں کی شرفاء و نجباء پر زیادتی

بَابُ : (ضَافَ ضَيْفٌ رَجُلاً مِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ وَ فِي دَارِهِ كَلْبَةٌ ......)

(۳۳۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"ضَافَ ضَيْفٌ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَ فِي دَارِهِ كَلْبَةٌ مُجِحٌّ، فَقَالَتِ الْكَلْبَةُ : وَ اللّٰهِ لَا أَنْبَحُ ضَيْفَ أَهْلِي قَالَ: فَعَوَى جِرَاؤُهَا فِي بَطْنِهَا! قَالَ: قِيلَ : مَا هٰذَا؟ قَالَ : فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ : هٰذَا مَثَلُ أُمَّةٍ تَكُونُ مِنْ بَعْدِكُمْ يَقْهَرُ سُفَهَاؤُهَا أَحْلَامَهَا." [ضعيف] (أخرجه أحمد فى المسند ج١٠/ ٦٥٨٨)

سفہاء واشرار کا اتقیاء واخیار پر ظلم وستم کی مثال

(۳۳۹) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص مہمان ٹھہرا بنی اسرائیل کے پاس، میزبان کے گھر ایک گابھن کتیا تھی، جس نے کہا: اللہ کی قسم میں اپنے گھر والوں کے مہمان پر شور شرابا نہیں کروں گی، یعنی نہیں بھونکوں گی۔تو اس کتیا کے پیٹ کا بچہ بھونکنے لگا۔تو اس سے کہا گیا کہ: یہ کیا؟ (یعنی تو بھونکی نہیں اور تیرے پیٹ کا بچہ کیوں بھونکنے لگا؟) حضور ﷺ نے فرمایا: فوراً اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک شخص پر وحی بھیجی کہ یہ مثال ہے اس اُمت کی کہ جو تمہارے بعد آنے والی ہے کہ اس امت کے سفہاء واشرار، اتقیاء واخیار پر ظلم وستم کریں گے، آوازیں کسیں گے۔ (مسند احمد ۱۰/۶۵۸۸)

بنی اسرائیل کے مہمان پر حاملہ کتیا کے بچوں کا بھونکنا

ہر عہد میں شرفاء ونجباء، اخیار وصلحاء ہوئے ہیں اور قیامت تک ہوں گے اور وہ ہمارے معاشرے میں ہی رہیں گے، اب اس عہد کے لوگوں کی مذہبی ومعاشرتی ذمہ داری ہے کہ اپنے معاشرے اور ماحول میں ان صلحاء کی قدر ومنزلت کریں اور انہی لوگوں کو اپنے اردگرد، اور قیادت وسیادت کی باگ ڈور پر فائز رکھیں۔سفہاء واوباش اور اخلاق سے گرے ہوئے لوگوں کو آگے نہ آنے دیں اور ان پر سخت وکڑی نگاہ رکھیں تاکہ معاشرہ وماحول فساد وبگاڑ سے بچ سکے اور ماحولیات صالحہ، بیئہ فاسدہ میں تبدیل نہ ہو، کیونکہ جن لوگوں کی معاشرہ پر گرفت ہوگی ویسا ہی نتیجہ برآمد ہوگا، دنیا کی تاریخ اس کی شہادت وصداقت کے لیے کافی ہے۔ جیسے لوگوں کا ماحول ومعاشرہ پر اثر ورسوخ ہوگا، ویسا ہی کردار لوگوں کا پروان چڑھے گا۔ اچھے وصالح معاشرہ کو پیدا کرنے کے لیے اچھے وصالح لوگوں کی سربراہی بہت ہی ضروری ہے، اللہ نہ کرے جب بھی اس اعلیٰ انسانی واخلاقی اصول کے خلاف ہوگا، معاشرہ بگاڑ وفساد کی نذر ہوجائے گا اور اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہوگا کہ حمقاء وسفہاء، بداخلاق و

بدکردار، بدطینت و بددیانت، برے لوگوں کا غلبہ صلحاء و شرفاء پر ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

پھر وہ ہوگا جس کا گمان بھی نہ کیا گیا ہوگا کہ شرفاء کی شرافت ونجابت پامال ہوگی ظلم وستم کا بازار گرم ہوگا۔ معیارِ انسانیت ہی بدل جائے گی۔ فکر ونظر کا معیار ہی ساقط ہو جائے گا کہ عقلاء واہلِ رشد انگشت بدنداں ہوں گے، اور محو حیرت ہوں گے پھر خاموشی وگوشہ نشینی میں عزت ہوگی۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

آج ہمارے عہد میں اسی کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ سفہاء وکمینہ لوگ شرفاء کی جان کو آرہے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔ کتیا نہیں بھونکی بلکہ اس کے پیٹ کے اندر کا بچہ بھونکنے لگا، اس میں تو اور بھی بلیغ تعبیر ہے اور اشارہ ہے کہ بہت ہی خسیس وخبیث طبیعت وطینت کے لوگ، محترم ومکرم لوگوں پر طعن اور سب وشتم کریں گے۔ جیسا کہ کتیا کے بچہ نے اپنے گھر کے مہمان پر شور وغوغا مچایا۔ جبکہ مہمان کا اکرام مسلّم اور کتیا کا عہد بھی تھا، پھر پیٹ کے بچے جو ابھی مادر شکم سے باہر بھی نہیں آئے تھے، مادرِ شکم میں ہی شور وغوغا شروع کر دیا، جس کے ذریعہ مثال دی گئی کہ آنے والی امت میں حلیم وکریم، شریف وسعید لوگوں پر خسیس و خبیث لوگوں کا شور وغوغا ہوگا، اور حرمت وشرافت کو مقہور ومغلوب کر دیا جائے گا، جس کا ہم بخوبی مشاہدہ کر رہے ہیں۔

حدیث کی کتابوں میں کتاب الفتن میں اور بھی بے شمار ان خبیث النفس لوگوں کی علامات بتلائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا وکیل وکفیل اور حفیظ ومحافظ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْرِسْنِی بِعَیْنِکَ الَّذِیْ لَا تَنَامُ۔ آمین!

وَ فِی التَّحْذِیْرِ مِنْ عَدَمِ التَّسْمِیَةِ عَلَی الطَّعَامِ

کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنے کی مذمت

بَابُ : (قَالَ إِبْلِیْسُ یَا رَبِّ لَیْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِکَ إِلَّا جَعَلْتَ لَهُ رِزْقًا)

(۳٤۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

”قَالَ إِبْلِيْسُ : يَا رَبِّ! لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِكَ إِلَّا جَعَلْتَ لَهُ رِزْقاً وَ مَعِيْشَةً فَمَا رِزْقِي؟: قَالَ: مَا لَمْ يُذْكَرْ عَلَيْهِ اسْمِي.“
[صحيح] (أخرجه أبونعيم فى الحلية ج٨ ص١٢٦)

رزقِ شیطان

(۳۴۰) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

ابلیس نے پروردگار عالم سے عرض کیا: اے رب العالمین ! آپ نے اپنی تمام مخلوقات کے لیے کھانے کی چیزیں پیدا کی ہیں اورگزارہ کے اسباب مہیا کیے؟ مگر میرا کھانا آپ نے کیا بنایا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: تیرا کھانا وہ ہے جس پر میرا نام نہ لیا جائے۔ یعنی جس کھانا پر بسم اللہ نہ پڑھا جائے۔ (حلیہ ۱۲۶/۸)

ابلیس لعین کے سوالات اور باری تعالیٰ کی عطا

(٣٤١) ذَكَرَ الْغَزَالِيُّ فِي الْإِحْيَاءِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

”إِنَّ إِبْلِيْسَ لَمَّا نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ: رَبِّ! أَنْزَلْتَنِي إِلَى الْأَرْضِ، وَ جَعَلْتَنِي رَجِيْماً ، فَاجْعَلْ لِي بَيْتاً قَالَ: اَلْحَمَّامُ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي مَجْلِساً. قَالَ: اَلْأَسْوَاقُ وَ مَجَامِعُ الطُّرُقِ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي طَعَاماً. قَالَ: طَعَامُكَ مَا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي شَرَاباً. قَالَ: كُلُّ مُسْكِرٍ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي مُؤَذِّناً. قَالَ: اَلْمَزَامِيْرُ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي قُرْآناً. قَالَ: اَلشِّعْرُ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي كِتَاباً. قَالَ: اَلْوَشْمُ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي حَدِيْثاً. قَالَ: اَلْكَذِبُ. قَالَ: اِجْعَلْ لِي مُصَايِدَ. قَالَ: اَلنِّسَاءُ.“ [ضعيف جداً] (كما فى الإحياء ج٣ص٣٣)

(۳۴۱) ترجمہ: امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ابوامامہؓ کی حدیث سے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابلیس لعین کو جب زمین پر اتارا گیا تو رب العالمین سے عرض کرنے لگا: یارب!

آپ نے مجھ کو زمین میں تو اتارا ہے اور اپنی رحمت سے محروم کر کے رجیم و مردود بنایا ہے، تو میرا مکان و رہائش متعین کیجیے، ارشاد ہوا: حمام، غسل خانہ اور بیت الخلاء تیرا گھر ہے، لعین نے عرض کیا: میری مجلس کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا: بازار اور چوراہے، لعین نے عرض کیا: میرا کھانا کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا: جس کھانے کی چیز پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا جائے، لعین نے عرض کیا: میرا پینا کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا: ہر نشہ آور چیزیں تیرا مشروب ہے، لعین نے عرض کیا: میری آواز و پکار کا طریقہ کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا: مزامیر، یعنی ڈھول تاشے اور گانے بجانے کے آلات۔ لعین نے عرض کیا: میری پڑھائی وقرأت کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا: شعر۔ لعین نے عرض کیا: میری کتاب کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا: گودنے کے نشانات، لعین نے عرض کیا: میری گفتگو و بات چیت کیا ہوگی؟ ارشاد ہوا: جھوٹ، لعین نے عرض کیا: میرے فرستادہ وقاصد پیغام رساں کون ہوں گے؟ ارشاد ہوا: کاہن ونجومی، اور فال کھولنے والے، لعین نے عرض کیا: مجھے شکار کرنے کا آلہ وہتھیار دیا جائے، ارشاد ہوا: عورتیں۔ (احیاء العلوم ۳/۳۳)

شیطان لعین کی کتاب اور قرأت وفرستادہ

(٣٤٢) لِلطِّبْرَانِيِّ فِي الْكَبِيْرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ إِبْلِيْسُ لِرَبِّهِ: يَا رَبِّ! أَهْبَطْتَ آدَمَ وَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ سَيَكُوْنُ كِتَابٌ وَ رُسُلٌ فَمَا كِتَابُهُمْ وَ رُسُلُهُمْ؟ قَالَ: رُسُلُهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْهُمْ وَ كُتُبُهُمُ التَّوْرَاةُ وَ الْإِنْجِيْلُ وَ الزَّبُوْرُ وَ الْفُرْقَانُ. قَالَ: فَمَا كِتَابِي؟ قَالَ: كِتَابُكَ الْوَشْمُ وَ قُرْآنُكَ الشِّعْرُ وَ رُسُلُكَ الْكَهَنَةُ وَ طَعَامُكَ مَا لَا يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَ شَرَابُكَ كُلُّ مُسْكِرٍ وَ صِدْقُكَ الْكِذْبُ، وَ بَيْتُكَ الْحَمَّامُ وَ مَصَايِدُكَ النِّسَاءُ وَ مُؤَذِّنُكَ الْمِزْمَارُ وَ مَسْجِدُكَ الْأَسْوَاقُ."

[ضعيف] (كما في الإتحافات ١٥٣، ٦٤٣، وفي الكنز ج١٦/ ٤٤٠٥٦)

(۳۴۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

ابلیس لعین نے ربّ العالمین سے عرض کیا: ربّ العالمین! آدمؑ کو زمین میں نازل کیا، اور میں جانتا ہوں کہ آپ نے اپنی ذات سے تعلق و ربط بحال رکھنے کے لیے کتاب و رسل اور فرستادہ کا سلسلہ باقی رکھا ہے، تو آدمی کی کتابیں کیا ہیں اور فرستادہ و پیغام رساں کون ہیں؟

حق جل مجدہ نے فرمایا: فرستادہ، پیغام رساں تو فرشتوں کی جماعت ہوگی، اور انبیاء علیہم السلام بھی پیغام رساں ہوں گے، اور کتاب تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید ہوگی۔ شیطان لعین نے حق جل مجدہ سے اب سوال کیا: تو میری کتاب کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: تیری کتاب وشم، یعنی نشانات، جو سوئی کے ذریعہ لگائے جاتے ہیں اور اس میں سرمہ ڈال کر رنگ نمایاں کیا جاتا ہے، جس کو گودنا کہتے ہیں اور تیرا قرآن (پڑھنے کی چیز) شعر ہے اور تیرے پیغام رساں کاہن ہیں اور تیرا کھانا ہر وہ طعام ہے جس پر بسم اللہ تناول کے وقت نہ پڑھا جائے اور تیرا مشروب ہر نشہ آور چیز ہے، اور جھوٹے لوگ تیرے دوست ہیں، اور تیرا گھر ٹھکانا حمام و بیت الخلاء ہے، اور تیری شکار گاہ عورتیں ہیں اور تیری آواز و پکار کو پہنچانے کا ذریعہ مزمار ہے، یعنی گانے بجانے کا آلہ، اور تیری پرستش کی جگہ بازار ہے۔

(اتحافات ۱۵۳،۶۴۳، کنز ۱۶/۴۴۰۵۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی حکمت

مذہبِ اسلام کی ہر شان عملی و علمی، مدنی و سیاسی، ثقافتی و معاشرتی نرالی و البیلی ہے، اور ہمارے یہاں ربّ العزت کی شان حضوری کو اوّلیت کا مقام حاصل ہے، اور ایک کلمہ گو اپنی پوری زندگی کے کسی بھی گوشہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی منعم حقیقی کے احسانات سے بے نیاز و مستغنی نہیں اور اسی عقیدہ کے مکمل استحضار کے ساتھ زندگی گزارنے کا نام عبدیت تام اور انابت و عبادت ہے۔ ایک مومن اپنے ارد گرد جتنی نعمتیں استعمال کرتا ہے، وہ از اوّل تا آخر اللہ عزوجل لَا شَرِیْکَ لَهٗ فِی الْخَلْقِ وَ الْاَمْرِ کی عطا و بخشش ہیں اس کی تخلیق

میں کسی بھی مخلوق کا کوئی دخل نہیں۔ اب شریعت اسلام نے حکم دیا کہ جب بھی تم کسی عملی قدم کو اٹھاؤ تو اپنے اوپر بھروسہ نہ کرو اس عمل کے شروع میں اللہ جل مجدہ کا نام لے لو۔ تا کہ تمہارے کام میں برکت وتائید ونصرت غیبی مکمل حاصل ہوجائے۔ اور تمہارا عمل اللہ عزوجل کی حفاظت وحراست میں مکمل ہوجائے اور بسم اللہ کی برکت سے قوتِ عمل اور توفیق تکمیل عمل اور تسہیل عمل کا رتبہ میسر ہوگا اور پھر اس عمل میں شیطانی شر وفساد کا عمل دخل نہ ہوگا۔ کیونکہ تم نے اس کام کو اللہ پاک کے مبارک نام سے شروع کیا تو گویا محض تم نے صورت وشکل عمل اختیار کیا اور کروانے والا تو اللہ تھا۔ اور جس عمل کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اس میں برکت تو کیا ہوگی وہ شیطان کی خوراک اور اس کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کیجیے اور اس کی برکت سے فائدہ اٹھایئے اور شیطان کی شرکت سے محفوظ رکھئے، خواہ کھانا پینا ہو یا خواندگی تعلقات کی ادائیگی ہو۔

میاں بیوی کے داخلی امور میں شیطانی مداخلت ومجامعت

تفسیر کی کتابوں میں آیت ﴿وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ﴾ (سورۃ اسراء) کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ فِيْكُمُ الْمُغْرِبِيِّنَ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْمُغْرِبُوْنَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَشْتَرِكُ فِيْهِمُ الْجِنَّ.

(القرطبی۔ج۵/۳۹۰۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگوں کے اندر مغربین ہیں، میں نے عرض کیا: اے نبی اللہ ﷺ مغربین کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کے (میاں بیوی کے خانگی تعلقات کے) درمیان جن شریک ہو۔ یعنی جب بسم اللہ نہیں کہتے تو جماع وصحبت کے وقت جن وشیطان شریک جماع ہوجاتا ہے۔

وَ رُوِیَ عَنْ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ الشَّيْطَانَ يَقْعُدُ عَلٰى ذَكَرِ الرَّجُلِ فَاِذَا

لَمْ يَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَصَابَ مَعَهُ اِمْرَاَتَهُ وَ اَنْزَلَ فِي فَرْجِهَا كَمَا يُنْزِلُ الرَّجُلُ۔
(تفسير البغوى ج۳/۱۲۳)

جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ شیطان مرد کے ذکر پر بیٹھ جاتا ہے اور جب مرد بغیر بسم اللہ کے صحبت کرتا ہے تو شیطان بھی عورت کے ساتھ مزے لیتا ہے اور شیطان بھی اندر اسی طرح انزال و احتلام کرتا ہے جیسے مرد انزال و احتلام کرتا ہے۔

مجاہد نے فرمایا: اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ وَ لَمْ يُسَمِّ انْطَوَى الْجَانُّ عَلَى اِحْلِيْلِهٖ فَجَامَعَ مَعَهُ. (تفسیر بغوی۴/۱۲۷۰۵)

جب مرد اپنی بیوی سے جماع وقربت کرتا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان وجن مرد کے ذکر سے لپٹ وچمٹ جاتا ہے اور مرد کے ساتھ ساتھ وہ بھی جماع کرتا ہے۔

وَ رُوِيَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ اِمْرَاَتِي اسْتَيْقَظَتْ وَ فِي فَرْجِهَا شُعْلَةٌ مِنْ نَارٍ. قَالَ ذٰلِكَ وَطْءُ الْجِنِّ. (تفسیر بغوی۳/۱۲۳)

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ میری بیوی جب نیند سے بیدار ہوئی تو اس کی شرم گاہ میں آگ کا انگارہ تھا۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس عورت کے ساتھ جن وشیطان نے صحبت کی ہے۔

شیطانی ٹھکانا واڈّہ

رجیم ولعین کا گھر، حمام وغسل خانہ اور بیت الخلاء ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حمام میں جانے کی دعا سکھلائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ ۔لعین کی مجلس ونشست گاہ بازار وچوراہے، اس لیے چوتھے کلمہ کے ورد کا مسنون طریقہ بتلایا گیا۔ جس سے خاص طور پر ابلیس ولعین سے حفاظت ہوتی ہے اور بازار کی خرافات وفواحش، منکرات وسیئات سے دل پر غفلت نہیں چھا پاتی ہے۔ کھانا جس پر بسم اللہ نہ کہا گیا ہو۔

ہر نشہ آور چیزیں لعین کی مشروب ہے۔ ڈھول وتاشہ باجا گاجا کے ذریعہ لوگوں کو جمع

واکٹھا کرنے کا آلہ۔ اس کی کتاب شعر وشاعری (جس میں فحش اور عریانیت اور غیر حقیقی خرافات پر مبنی کلام ہو، کتابت وتحریر گودنے کے نشانات اور لعین کی باتیں جھوٹ کا پلندہ، اور شکار کا جال عورتیں اور شیطان کے کارندے، اور چیلے چپاٹے کاہن و جادوگر اور شیطانی مقاصد کی تکمیل کی جگہ بازار، جس طرح مومن کے مقاصد ایمانی کی تکمیل مسجد میں ہوتی ہیں، شیطانی خرافات کی تکمیل بازار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری تمام شیطانی آماجگاہوں سے حفاظت فرما کر زندگی کے تمام شعبوں میں سنت رسول ﷺ کی توفیق بخشے، کیونکہ سنت رسول ﷺ کی برکت میں شیطان سے حفاظت کا مکمل راز پنہاں ہے۔ آمین!

فِی تَحۡذِیرِ مَنۡ یَمۡنَعُ النَّاسَ فَضۡلَ الۡمَاءِ

بچا ہوا پانی نہ دینے کی مذمت

بَابُ : (ثَلاثَةٌ لا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ وَ لا یَنۡظُرُ إِلَیۡهِمۡ)

(٣٤٣) عَنۡ أَبِی هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"ثَلاثَةٌ لا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ، وَ لا یَنۡظُرُ إِلَیۡهِمۡ : رَجُلٌ حَلَفَ عَلَی سِلۡعَةٍ لَقَدۡ أَعۡطَی بِهَا أَکۡثَرَ مِمَّا أُعۡطِیَ وَ هُوَ کَاذِبٌ، وَ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَی یَمِیۡنٍ کَاذِبَةٍ بَعۡدَ الۡعَصۡرِ لِیَقۡتَطِعَ بِهَا مَالَ امۡرِیءٍ مُسۡلِمٍ، وَ رَجُلٌ مَنَعَ فَضۡلَ مَاءٍ. فَیَقُوۡلُ اللّٰهُ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ : اَلۡیَوۡمَ أَمۡنَعُکَ فَضۡلِی کَمَا مَنَعۡتَ فَضۡلَ مَا لَمۡ تَعۡمَلۡ یَدَاکَ." [صحیح] (أخرجه البخاری ج۹ ص۱۶۳)

تین شخص اللہ پاک کی نظرِ رحمت سے دور ہوں گے

(۳۴۳) ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص سے قیامت کے دن اللہ پاک بات نہیں کریں گے اور نہ ہی رحمت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

ایک وہ شخص جو سامان بیچتے ہوئے جھوٹی قسم کھائے کہ فلاں شخص نے اتنا زیادہ

دیا اور تم اتنا کم دیتے ہو، جبکہ یہ سب جھوٹ کہے اور ایک وہ شخص جو سامان بیچنے کے لیے نمازِ عصر کے بعد جھوٹی قسم کے ذریعہ سامان فروخت کرے تاکہ جھوٹی قسم کے ذریعہ مسلمانوں کے اموال حاصل کرے، ایک وہ شخص جو اپنی ضرورت سے زائد پانی اپنے بھائی کو دینے سے منع کرے۔ حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائے گا: آج میں بھی اپنا فضل و انعام تجھ کو دینے سے روکتا ہوں، کیونکہ تو خود بھی اپنی ضرورت سے زائد فضل کو روکتا تھا۔
(بخاری ۹/۱۶۳)

فضلِ ربانی کے لیے آپس میں فضل نہ بھولو

تین شخص سے حق جل مجدہ قیامت کے دن رحمت و محبت اور شفقت و رافت سے گفتگو نہیں فرمائیں گے؛ بلکہ غضب و ناراضگی کے ساتھ دیکھیں گے کہ اس شخص کی حرکت ہی نازیبا اور غیر اسلامی تھی، ہمدردی اور اخوتِ دینی کا پاس و لحاظ اس نے نہیں کیا تھا۔ تاجر و کاروباری تھا یا کسی چیز کو بیچنے کے لیے بہت زیادہ ہوشیاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے یہ غلط تدبیر کیا، کہ جب بھی کوئی خریدار آیا تو جھوٹی قسم کے ذریعہ یہ باور کراتا ہے کہ، دوسرے آدمی نے مثلاً اس کا پندرہ روپیہ دیا، مگر میں نے اس کو یہ چیز نہ دی اور آپ دس دے رہے ہیں تاکہ خریدنے والا پندرہ دینے پر تو راضی ہو ہی جائے گا اور پھر بعد نماز عصر کا وقت ہو جو بزرگی و شرافت کا وقت ہے، ذکر و اذکار توبہ و استغفار اور انابت و رجوع الی اللہ کا وقت ہے، اس وقت جھوٹی قسم کھانا، اور دنیاوی متاع فانی کے لیے۔ حق جل مجدہ کے نام کو استعمال کرنا کتنی بڑی جرأت و جسارت کی بات ہے۔ پھر وقت بھی وہ جو اعمال نامہ فرشتے بارگاہ حق میں پیش کرتے ہیں۔ گویا کہ اسباب خیر خارج میں موجود ہیں مگر یہ سرکشی میں منہمک ہے اور بالکل ہی حق سے غافل بن کر حصول دنیا میں ایسا غفلت کے ساتھ غرق ہے کہ نہ ہی اللہ کے نام کا لحاظ و خیال ہے نہ ہی وقت بعد العصر کا دھیان ہے کہ یہ وقت ذکر و فکر ہے اور یہ سب اس لیے کہ ناحق غیر شرعی طریقہ سے جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کو حاصل کرلے۔ تیسرا وہ شخص جو پانی جیسی اہم اور آسان، ضرورت کی چیز کو دوسروں کو نہ دے وہ کیسا دل کا سخت

ہوگا پھر جبکہ وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو اور بھی شناعت وقباحت بڑھ جاتی ہے، جبکہ پانی میں انسانی عمل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے: آپس میں فضل کرنا نہ بھولو۔ جو پانی جیسی نعمت دوسروں کو نہ دے سکے وہ بھی بچا ہوا، وہ دوسری چیز اپنی ضرورت کی کیا دوسروں کو دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب وعقاب سے اپنی رحمت سے بچالے۔ آمین!

فِی النَّهْیِ عَنِ التَّجَاوُزِ عَنِ الْقِصَاصِ

قصاص میں حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے کی ممانعت و مذمت

بَابُ مَا وَرَدَ فِی قِصَّةِ النَّبِیِّ الَّذِی أَحْرَقَ قَرْیَةَ النَّمَلِ:

(٣٤٤) أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

”قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ :أَنْ قَرَصَتْکَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ.“

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٤ ص٧٥)

بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جانے کی ممانعت

(۳۴۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک چونٹی نے انبیاء کی جماعت میں سے ایک نبی کو ڈس لیا، انھوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کی بستی کو جلادو۔ تو حق تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے ڈسا تھا اور آپ نے پوری ایک امت کو جلاڈالا جو تسبیح میں مشغول تھی۔ (بخاری ۴/۷۴)

ایک کی وجہ سے عذاب سب کو ہوا

بیان کیا جاتا ہے ایک دفعہ موسیٰ یا عزیر علیہ السلام کسی ایسی بستی سے گزرے جن بستی والوں کو حق سبحانہ وقدوس نے اعمال بد کی وجہ سے ہلاک کردیا تھا اور تمام بستی والے کی ہلاکت کے آثار نمایاں تھے اللہ کے نبی علیہ السلام کو دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور کہنے لگے:

ربّ العزت کہ اس بستی میں معصوم بچے، چوپائے بھی تو تھے، جنھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، اور آپ نے تمام اہل قریہ کو بغیر امتیاز عاصی وغیر عاصی کیسے ہلاک وبرباد کردیا۔ یَا رَبِّ! كَانَ فِيْهِمْ صِبْيَانٌ وَ دَوَابٌّ وَ مَنْ لَمْ يَقْتَرِفْ ذَنْبًا۔ اللہ کے نبی نے یہ جملہ کہا اور درخت کے سایہ میں مقیم ہوگئے۔ قدرتِ الٰہی دیکھئے ایک چیونٹی نے نبی علیہ السلام کو کاٹ لیا۔ انھوں نے حکم دیا کہ تمام چیونٹیوں کی جماعت کو جلا ڈالو۔ چنانچہ آپ کے ہمراہیوں نے چونٹیوں کی بستی کو مع ان کی رہائش کے جلا ڈالا۔ تو اب حق سبحانہ وقدوس نے ان الفاظ سے خطاب کیا: اِنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً تُسَبِّحُ اللّٰهَ (قسطلانی) يَا فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: اَفِي قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ وَاحِدَةٌ اَهْلَكْتَ اُمَّةً مِنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ اللّٰهَ۔ حاصل تمام روایتوں کا یہ ہے کہ اے اللہ کے نبی آپ کو تو صرف ایک ہی چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے ایسی تمام چیونٹیوں کو جلا دیا جو حق سبحانہ وقدوس کی تسبیح خواں تھیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ایک چیونٹی نے کاٹا تو ایک ہی کو آپ سزا دیتے اور سزا آپ نے تمام ہی کو ایک کی وجہ سے دے دی۔ گویا کہ نبی علیہ السلام کے جملہ کا جواب ہوگیا کہ ربّ العزت اس بستی میں تو معصوم بچے اور چوپائے بھی تھے اور ہلاک کیا آپ نے سب کو۔ حق جل مجدہ نے نبی علیہ السلام کو اب بتلایا کہ عذاب جب آتا ہے کسی بستی میں تو عذاب عام ہوتا ہے، عذاب عام ہونے میں بھی یہ مصلحت ہوتی ہے کہ مطیع و فرماں بردار کے لیے عذاب باعثِ رحمت ہوتا ہے اور تطہیرِ سیئات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور گنہگاروں کے حق میں فتنہ اور باعثِ رسوائی دنیا اور آخرت کے تباہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

یہاں ایک مسئلہ کی بھی وضاحت ضروری ہے۔ پچھلی امتوں میں عذاب بالنار درست ہوگا جیسا کہ حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ شریعت رحمۃ للعالمین میں عذاب بالنار درست نہیں ہے، مگر ربّ النار کے لیے عذاب بالنار کی ایک صورت ہے کہ اگر کوئی بدبخت کسی کو زندہ آگ میں جلا دے تو قصاص میں اس کو بھی عذاب بالنار دیا جائے گا۔ امام نوویؒ شارح مسلم کی رائے ہے کہ اللہ کا عتاب نبی علیہ السلام پر اس لیے نہیں ہوا کہ انھوں نے چیونٹی کو قتل

کروادیا تھا یا عذاب بالنار دیا تھا؛ بلکہ عتاب اس پر ہوا کہ ایک چیونٹی کے بدلے میں انھوں نے پوری بستی ہی جلوادی تھی؛ کیونکہ چیونٹی کا قتل امم سابقہ میں درست تھا۔اسی طرح عذاب بالنار بھی۔ ہماری شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عذاب بالنار درست نہیں البتہ چیونٹی کے قتل میں اختلاف ہے بعض درست فرماتے ہیں بعض ممنوع۔

نیز اس شریعت میں عذاب ممنوع ہے کیوں کہ حدیث میں ہے **لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالیٰ** امام شافعی کے نزدیک چار جانور کا قتل ممنوع ہے اس حدیث کی بناء پر جو ابوداوٗد میں آئی ہے **نُھِیَ مِنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ** ۔ **نَمْلَۃٌ** چیونٹی **نَحْلَۃٌ** شہد کی مکھی، **ھُدْھُدٌ**، **صَرُدٌ** ۔امام قسطلانی کی رائے میں **نملۃ** سے مراد بڑی چیونٹی ہے۔ جہاں تک چیونٹی کا تعلق ہے وہ ممنوع نہیں ہے۔جس کو ذُر کہا جاتا ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ممنوع ہے الا یہ کہ اذیت وتکلیف کا باعث ہواور ساتھ ہی اس کا دفع کرنا ممکن نہیں ہومگر قتل کے ساتھ۔ نیز ہر وہ جانور جوضرر کا باعث ہوعندالعلماء اس کا قتل جائز ہے۔ واللہ اعلم

نبی کوایک چیونٹی نے کاٹ لیا

(۳٤٥) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجِهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ. فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً."

[صحیح] (أخرجه البخاری ج٤ ص١٥٨)

(۳۴۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے انبیاء میں سے ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا،تو انھوں نے حکم دیا کہ (چیونٹیوں کی) پوری بستی کو نیچے سے نکالو۔سب کو نیچے سے نکالا گیا اوران کو گھروں کے ساتھ جلا ڈالا تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی۔آپ نے صرف ایک کو کیوں نہیں مارا کہ سب کو مار ڈالا۔(بخاری۴/ ۵۸)

پھر ایک ہی کو سزا کیوں نہ دی

(٣٤٦) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجِهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا وَ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ فِی النَّارِ. قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً." [صحیح] (أخرجه مسلم ج۴ص ۱۷۵۹)

(۳۴۶) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پہلے انبیاء میں سے ایک نبی نے درخت کے سایہ میں پڑاؤ ڈالا تو ان کو ایک چیونٹی نے ڈس لیا تو انھوں نے حکم دیا کہ سب کو انڈے بچے کے ساتھ نیچے سے نکالو اور سب کو جلا ڈالو۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل کی: اچھا پھر ایک ہی کو سزا کیوں نہ دی؟ (مسلم۴/۱۷۵۹)

بَابُ: (ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ......)

باب: وہ تین شخص جن کے حقوق اللہ تعالیٰ وصولیں گے

(٣٤٧) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِی ثُمَّ غَدَرَ، وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَ رَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَ لَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ." [صحیح] (أخرجه البخاری ج ٣ص١١٨)

قیامت کے دن تین شخصوں کا حق اللہ تعالیٰ خود وصول کریں گے

(۳۴۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ کا فرمان ہے:

قیامت کے دن تین طرح کے لوگوں کے مدمقابل میں خصم ہوں گا۔ (یعنی طلب

حق کے لیے میں خود ایک فریق بنوں گا)۔

۱۔ پہلا وہ شخص جس نے کچھ دینے کے لیے میرے نام کی قسم کھائی ہو (یعنی کوئی وعدہ کیا ہو اور وعدہ پورا کرنے کے لیے حق جل مجدہ کی ذات کی قسم کھائی ہو اور بعد میں وعدہ خلافی کر گیا ہو)

۲۔ دوسرا وہ شخص، جو آزاد انسان کو غلام بنا کر فروخت کر دے اور اس سے حاصل شدہ قیمت استعمال کرے۔

۳۔ تیسرا وہ شخص جو کسی کو مزدوری پر رکھے اور اس سے کام تو پورا پورا لے مگر اس کی اجرت متعینہ پوری پوری یا بالکل ہی نہ دے۔ (بخاری ۳/ ۱۱۸)

فائدہ: اس حدیث میں تین شخص کے مدمقابل حق جل مجدہ کا خصم ہونا ذکر ہوا ہے۔ مراد اس سے 'استیفائے حق' ہے۔

پہلا وہ شخص جو وعدہ وعہد کو یمین وقسم کے ساتھ مؤکد کرے اور ذاتِ حق کو ایفائے عہد کے لیے استعمال کرے اور پھر عظمت الٰہی کو پامال کرتا ہوا اپنے وعدے سے تخلف کر جائے۔ ایفائے عہد و وعدہ تو خود ہی اسلام میں کمالِ ایمان کی دلیل ہے چہ جائے کہ اس کو حلف ویمین کے ساتھ مضبوط ومستحکم کرنے کے بعد توڑ دیا جائے!

ایسا ایک مؤمن سے بعید ہی نہیں بلکہ ناممکن اور محال ہے، اس لیے کہ: حدیث میں وعدہ سے پھر جانے کو صفت نفاق بتلایا گیا ہے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنَ النِّفَاقِ وَ الشِّقَاقِ!

دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دیا ہو، اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور آزادی کا علم ابھی غلام کو ہوا نہیں تھا کہ مالک نے اس کو غلام بنا کر فروخت کر دیا اور اس سے حاصل شدہ رقم کو استعمال کر لیا یا غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس کی آزادی کا منکر ہو کر اپنے قول سے پھر گیا یا پھر اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی اپنے آزاد کردہ غلام سے بے جا خدمت لے، یا اس کی

آزادی کے ان اختیارات کو آزادی کے بعد بھی سلب کیا جائے، جو ایک آزاد انسان کو فطرت نے دیے ہیں۔

الغرض جو شخص فطرت کی جانب سے دی ہوئی کسی کی عزت کو سلب کر کے ذلت میں بدلنے کی کوشش کرے گا، حق جل مجدہ اسے کبھی معاف نہیں فرمائیں گے اور صاحبِ حق کی طرف سے ذاتِ حق خود ایک فریق ہوں گے۔

آپ اس کی گہرائی و گیرائی کا ''أَنَا خَصْمُهُمْ'' کی عمیق و عجیب اسلوب سے اندازہ لگائیے۔ 'ابوداوٗد' کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جو کسی آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالے، اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

تیسرا وہ شخص جو مزدور سے مزدوری پوری پوری کرائے اور اس کی مزدوری نہ دے قیامت کے دن حق تعالیٰ 'اجیر' کی جانب سے خصم بن کر اس کا حق وصول فرمائیں گے۔ یہ ایک ایسا انسانیت سوز عمل ہے کہ قیامت کے دن اس کے مرتکب کو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ مگر افسوس کہ آج یہ وصف فن اور ہنر تصور کیا جاتا ہے اور مزدور کو ٹرخا دیا جاتا ہے۔ یہاں اس قسم کی تمام صورتیں داخل وعید ہیں مثلاً مزدوری تو دی جائے مگر معاہدے سے کم یا پھر ٹال مٹول کرنے یا ذلیل و رسوا کرنے کے بعد۔ العیاذ باللہ۔

آج بتاریخ یکم شوال ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۹/اگست ۲۰۱۲ء، جبکہ صبح عیدالفطر ہے۔ رات بارہ بج کر تیس منٹ پر آخری تصحیح و مراجعت مکمل ہوئی۔

فللّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ

صاحبِ کتاب شیوخ وعلماء کی نظر میں

"الحمد للہ کہ محترم ومکرم مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب (فاضلِ دیوبند) کا سلطنتِ عمان اور اس کے بعد اب دبئ (امارات متحدہ) میں اہلِ علم وعوام میں غیر معمولی مقبولیت کے ساتھ درساً وخطابۃً اور تحریراً فیضان جاری ہے۔ مولانا محترم اپنی ذہانت وطباعی سے اپنے مخاطبین کی نفسیات شناسی میں بھی کمال رکھتے ہیں، جس نے ان کے علمی افادے کو وسیع سے وسیع تر بنادیا ہے۔ ان میں طبقۂ علماء وصلحاء وطلباء کے علاوہ عصری تعلیم کے حاملین کے ماڈرن طبقہ میں بھی ان کو مرجع ومرکز بنادیا ہے۔"

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی

"حضرت مفتی محمد ثمین اشرف صاحب دامت برکاتہم کو اللہ ربّ العزت نے تصنیف وتالیف کا جذبہ عطا کیا ہے۔ موصوف نے پہلے احادیث قدسیہ کے عنوان سے ایک نہایت جامع کتاب مرتب فرمائی۔ اب ان احادیث کی تشریح کے لیے تجلیاتِ قدسیہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ موصوف کے سینے میں ایک درد بھرا دل ہے جو انھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔"

حضرت محبوب العلماء مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

"حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی زید مجدہ سے شرفِ زیارت نصیب ہوا۔ اول ساعت ہی سے آپ سے موانست ومناسبت کا احساس ہوا۔ ماشاء اللہ آپ صاحبِ علم ومعرفت ہی نہیں، صاحبِ وجد وکیف بھی معلوم ہوئے جس کی وجہ سے دِلی مسرت ہوئی۔"

پیر طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی مدظلہ العالی

Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume Two

Translation & Commentary by

Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569

Madni Graphics, 9595031666